مینارِ پاکستان

م نذیر احمد تشنہ

ایم اے اردو، ایم او ایل [illegible]

گلوب پبلشرز - اردو بازار - لاہور

مشاہیرِ پاکستان

ایم نذیر احمد تشنہ

ایم اے (اردو تاریخ) ایم - او - ایل - ایم - ایڈ

گلوب پبلشرز ـــ اردو بازار ـــ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف

سال طباعت : ۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء • تعداد : ایک ہزار
طابع : رشید نظامی • مطبع : نظامی پریس لاہور
ناشر : گلوب پبلشرز، اردو بازار لاہور
قیمت -/۳۶ روپے

Marfat.com

ابتدائیہ

اس خدا کے نام سے
جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعے مجھے اسلام
کی دولت نصیب
فرمائی

رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا

ایم نذیر احمد تشنہ

Marfat.com

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار		عنوان	
۱	پیش لفظ	ڈاکٹر محمد اسلم پنجاب یونیورسٹی	
۲	جائزہ	ایم نذیر احمد تشنہ	۹
۳	پہلا باب	(ثقافت)	۲۷
		(ثقافت میں رسوم و روایات)	۳۷
۴	دوسرا باب	(مسلم ثقافت)	۴۲
		(مسلم ثقافت اور ہندی مسلم کی زندگی)	۵۴
		(برصغیر میں مسلمان حکمران اور ان کے عہد کی ثقافت)	۵۹
۵	تیسرا باب	(ہندو ثقافت)	۷۹
		(ہندو رسوم پیدائش سے موت تک)	۸۳
۶	چوتھا باب	(ہندو، مسلم ثقافت کا تقابلی جائزہ)	۹۱
۷	پانچواں باب	(قوم اور قومیت)	۱۰۲
		(نظریہ پاکستان)	۱۰۹
		(تعلیمی بیداری)	۱۱۸
		(آئینی جدوجہد "انڈین کونسلز ایکٹ ۱۸۶۱ء سے آئین ۱۹۷۳ء تک")	۱۲۶
۸	چھٹا باب	(پاکستان قدم بہ قدم)	۱۳۳
		(تحریک پاکستان)	۱۳۹
		(قیام پاکستان)	۱۵۱
		(مسئلہ کشمیر)	۱۵۳

Marfat.com

(قیام پاکستان ———— ۱۶۳
(پہلی کابینہ سے عوامی حکومت تک)
(اسلامی معاشرہ کا قیام) ———— ۲۱۰
ساتواں باب ———— (ارض پاکستان) ———— ۲۱۴
(محل وقوع) ———— ۲۱۶
(قدرتی وسائل) ———— ۲۱۷
(دریا اور نہریں) ———— ۲۱۹
(زراعت) ———— ۲۲۱
(صنعت) ———— ۲۲۲
(پاکستان کے لوگ) ———— ۲۲۳
(پاکستان اور دنیائے اسلام) ———— ۲۲۴
(مسئلہ فلسطین) ———— ۲۲۸
(جذبہ قومیت) ———— ۲۳۵
(کتابیات) ———— ۲۳۸

Marfat.com

پیش لفظ

تحریک پاکستان پر یوں تو اب تک بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن سچ پوچھیے تو اب تک اس موضوع پر ڈھنگ کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ تحریک آزادی میں مسلمانوں نے جو شاندار کردار ادا کیا ہے اس پہ کسی غیر جانبدار مؤرخ نے قلم نہیں اٹھایا۔

بھارت کے مسلم مؤرخوں نے قوم پرستی کے جذبے میں مسلم لیگ کے کردار کی نفی کر دی اور ہندو مؤرخوں نے اپنی تصانیف میں مسلمانوں کی قربانیوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے، برعظیم پاک و ہند میں تحریک آزادی کا ڈول مسلمانوں نے ہی ڈالا تھا۔ گاندھی جی کے کوچۂ سیاست میں وارد ہونے سے پہلے مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، مولانا عبید اللہ سندھی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اپنی خدمات کا لوہا منوا چکے تھے۔ قائداعظم نے بہت بعد میں مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی لیکن وہ سب پر بازی لے گئے۔ گاندھی جی کو بھی برعظیم کی سیاست میں متعارف کرانے والے مسلمان زعماً ہی تھے۔

پاکستان میں تحریک آزادی کے موضوع پہ جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں قوم پرست مسلمانوں کی خدمات حذف کر دی گئی ہیں۔

Marfat.com

[illegible] کی خدمات فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

[illegible] گروہ ایسا بھی ہے جس نے مسلم لیگ کی تحریک کو ہی تحریک آزادی کا نام دے دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان کا قیام مسلم لیگ کی جدوجہد کے نتیجے میں ہی عمل میں آیا لیکن ہمارے مؤرخین یہ بھول جاتے ہیں کہ تحریک آزادی اور تحریک پاکستان دو مختلف تحریکیں ہیں ان میں کافی حد تک اشتراک عمل بھی رہا ہے۔ جب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کی تصنیف "برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ" چھپ کر آئی تو میں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر اس کتاب کا نام "تحریک آزادی میں مسلم لیگ کا کردار" ہوتا تو مناسب ہوتا۔ ملت اسلامیہ میں تو وہ گروہ بھی شامل ہیں جنھوں نے تحریک آزادی میں حصہ لیا لیکن کسی وجہ سے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دے سکے۔

میرے استاد گرامی پروفیسر رچرڈ ہل کہا کرتے تھے کہ تاریخ لکھنی بڑی مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ کوئی بھی مؤرخ غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ تاریخ لکھتے وقت اس کے ذاتی نظریات، مذہبی عقائد اور سیاسی وابستگی اسے جانبدار بنا دیتی ہے۔

میرے محترم پروفیسر نذیر احمد صاحب تشنہ نے "مینار پاکستان" کے عنوان سے تحریک پاکستان پر ایک گراں قدر کتاب لکھی ہے میں نے اس کتاب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ اپنی تصنیف دلپذیر کے لئے مواد جمع کیا ہے اور اسے بڑے سلیقے کے ساتھ مدون کیا ہے انکی یہ تصنیف بڑی حد تک اس کمی کو پورا کرتی ہے جو اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں محسوس کی جاتی ہے۔ میری یہ دیانتدارانہ رائے ہے کہ ان کی یہ تصنیف طلبا اور اساتذہ دونوں کے لئے سود مند ثابت ہو گی۔

مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ کوئی تحقیق بھی حرف آخر نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ تحریک آزادی پر ابھی بہت سا مواد ہمارے
موضوع پر تمام مواد ہمارے سامنے ہوگا تو اس تحریک کے
گوشے ہمارے سامنے ہوں گے۔ ابھی حال ہی میں علامہ اقبال کے
ہمارے سامنے آئے ہیں جنھوں نے ان کے بارے میں ہمیں اپنا
بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ مرحوم راغب احسن کے نام اپنے ایک خط میں جو جہانِ دگر میں چھپ چکا ہے، فرماتے ہیں کہ وہ چوہدری رحمت علی کے مجوزہ پاکستان کے حامی نہیں ہیں بلکہ وہ مسلم اکثریت کا ایک صوبہ قائم کرنا چاہتے ہیں اسی طرح مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے سیاسی مکاتیب چھپ چکے ہیں، جن میں انہوں نے ۱۹۱۶ء میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تھی ان حقائق کو مؤرخین نے پیش نظر نہیں رکھا۔

مجھے امید ہے کہ پروفیسر نذیر احمد صاحب تشنہ اپنی تحقیق جاری رکھیں گے اور نقاش نقش ثانی بہتر کشد از اول کے مصداق اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے بہتر ہوگا۔

محمد اسلم
فاضل جامعات
پنجاب، ڈرہم، مانچسٹر، کیمبرج
استاد شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

Marfat.com

جائزہ: نظریہ پاکستان کی تشریح مختلف اسلوب میں پیش کی جاتی رہی ہے۔ میں نے زیر مطالعہ کتاب میں ایک نئے انداز سے اس کی توضیح کرنے کی سعی کی ہے۔ شاید یہ طریقہ سمجھانے میں زیادہ موثر ہو۔

نظریہ پاکستان کی اہمیت کے پیش نظر اس کو جس انداز اور جتنی بار بھی اس کی وضاحت کی جائے کم ہے۔ اس نظریہ کے پیش کرنے کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کبھی ماضی میں تھی۔ بلکہ جن لوگوں نے ہندو کو قریب سے دیکھا ہے۔ بلکہ "بغل میں چھری منہ میں رام۔ رام" کی سیاست سے واسطہ پڑا ہے وہ دو قوموں میں خوب فرق کرتے ہیں۔ ان کے سامنے دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان کی تشریح اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ ان کے سامنے ماضی کی یادیں تازہ ہو جائیں اور وہ مہاشوں کی عیارانہ چالیں یاد کر کے اپنے کارناموں پر فخر کر سکیں۔

نظریہ پاکستان کی تشریح و توضیح نئی نسل کے لیے بہت ضروری ہے۔ جس نے ہندو کو قریب سے نہیں دیکھا۔ جو ہندو ثقافت سے بے بہرہ ہیں۔ جنہیں ہندو رسومات سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

مسلم تہذیب و ثقافت نے ہندوؤں کے عقائد و تصورات، رسوم و روایات، عادات و خیالات، افعال و اقدار، اخلاق و مذہب، زبان، و قانون اور فن پر ایک گہرا اثر ڈالا۔ ہندو نے اپنی تہذیب کے خول میں بند ہونے کی کوشش کی۔ اپنے ثقافت کو ڈھال بنایا۔ لیکن مسلم ثقافت نے پھر بھی اُسے متاثر کر کے چھوڑا۔ اس کی مثال ہندو مت سے الگ

Marfat.com

ہونے والی قوم سکھ ہے۔ جن کے نظریات ہندو...
ان کا رشتہ مکمل ہندومت سے کاٹ دیتا تو یقیناً یہ قوم ...
جاتی۔ لیکن، بابا نانک نے بڑی فراست سے اس قوم کو مسلمان ...
ہیں نے نظریہ پاکستان کی وضاحت دونوں قوموں کی تہذیب
و ثقافت کو مدنظر رکھ کر کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ طلبہ دو قومی نظریہ کی
جھلک دو ثقافتوں میں ملاحظہ کر سکیں۔ دو تہذیبوں اور ثقافتوں کا مطالعہ
کرنے کے بعد قاری خود بخود دو قومی نظریہ سے نظریہ پاکستان تک رسائی
حاصل کر سکے گا۔۔

ثقافت میں سب سے نمایاں پہلو رسوم و روایات کا ہوتا ہے
میں نے ہندو تہذیب و ثقافت میں ہندو کی پیدائش سے لے کر موت تک
رسومات کو پیش کیا ہے۔ اس طرح مسلم رسومات و روایات کو بھی درج
کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح ہندو مسلمان، نظریات
و عقائد میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اسی طرح بچپن سے موت تک
کوئی بھی فعل ایک دوسرے سے لگا نہیں کھاتا۔۔

ایک ہزار سال تک ایک خطہ میں رہنے کے باوجود دونوں
قومیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ کیوں کر رہیں، اور اتنی مدت کے بعد مسلمانوں
کو نظریہ پاکستان کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ مسلمانان ہند کے ایک ہزار سالہ
تجربات و تاریخ کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ طلبہ ان محرکات کو آسانی سے
سمجھ سکیں۔ جو آگے چل کر قیام پاکستان کا سبب بنے۔۔

میں دو تہذیبوں کو ساتھ لے کر چلا ہوں تاکہ مسلم، ہندو
فرق کو محسوس کیا جا سکے۔ دونوں قوموں کے نظریات اور اقدار قاری کو

Marfat.com

اُن سے واقف ہو جائیں کہ وہ اپنی جداگانہ حیثیت کا تعین بآسانی کر سکے اور ماضی میں اسلاف نے حصول پاکستان کے لیے جو قربانیاں دی ہیں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے۔

قیامِ پاکستان کا راستہ اتنا کٹھن تھا۔ کہ اسلاف آگ اور خون کے دریا سے گذر کر پاکستان کی سرحد تک پہنچے۔ حصولِ پاکستان کے پیچھے جو فلسفہ اور نظریہ کارفرما تھا اس نے اسلاف کو تگ و تاز بخشی۔ وہ خون کے دریا میں کود پڑے۔ ان مشکلات اور صبر آزما واقعات سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ خدا کرے کہ میں اس فلسفہ اور نظریہ کو سمجھانے میں کامیاب ہو جاؤں جو حصول پاکستان کا سبب بنا۔ ملت اور قوم میں حدِ امتیاز قائم کرنے کیلیئے بھی ضروری ہے کہ قاری کے سامنے دونوں رُخ پیش کیئے جائیں! تاکہ وہ خود کہہ اُٹھے کہ

مسلم اسی مشتِ خاک کا ٹوٹا ہوا تارا ہے!

اور پھر یہ قطرہ دریا میں ضم ہونے کے لیئے بیقرار ہے۔ ملتِ اسلامیہ سے اپنا رشتہ قائم کرنے کی ایک شعوری کوشش ہے تاکہ "پان اسلام ازم" کو نظریاتی طور قبول کر لیا جائے۔ چاہے ہم مختلف خطوں میں ہی اسلامی نظام کیوں نہ قائم کیئے رکھیں۔ مسلمان عرب میں رہتا ہو یا عجم میں، مسلم معاشرہ کی تہذیبی رُوح ایک ہے۔ جغرافیائی حدود اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت کم۔ محمود و ایاز ایک صف میں کھڑے ہو کر خداوند تعالیٰ کی وحدانیت، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ مسلم معاشرہ جہاں کہیں بھی ہے اس پر اسلامی رنگ کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ یہی یکسانیت مسلمانوں کو ایک ملت واحدہ کی شکل میں کرہ ارض پر ایک الگ تشخص بخشتی ہے۔

مسلمانوں کی نماز باجماعت سے ایک زبردست مظاہرہ تنظیم و

Marfat.com

مساوات ہے۔ اس میں آقا و غلام، امیر و غریب، اسود و احمر ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اپنی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔ حج کی تنظیم ایک روح پرور نظارہ پیش کرتی ہے۔ میدانِ عرفات میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، مسجد حرم میں انسانوں کا جنگل، مسلمانوں کے اتحاد، تنظیم اور اتفاق کا مظہر ہے۔ دُنیا کی کسی تہذیب میں ایسا تنظیمی وجود کہیں موجود ہے؟

اسی ہم آہنگی، اتحادِ فکری اور وحدتِ عمل نے دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں ایک جذبہ، ایک عمل، ایک تمدّن، ایک ثقافت اور ایک ہمہ گیر نظریہ کو جنم دیا ہے۔ اس طرزِ حیات نے مسلمانوں کو ایک خِطہ میں بحیثیت مِلّت الگ شخصیّت دی ہے۔

برِّصغیر میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے ہیں۔ انہیں اسی خِطہ میں اپنی ثقافت کو بچانے کیلئے مختلف حربے اختیار کرنا پڑے ہیں۔ محمد بن قاسم کی رواداری اور انصاف نے مسلم ثقافت کو خطہ ہذا میں روشناس کرایا۔ یہ دَور برِّصغیر میں مسلم ثقافت کا دَورِ اوّل ہے۔

محمودؒ غزنوی نے ہندو ثقافت پر کاری ضرب لگائی۔ اور مسلم ثقافت کو پنپنے کے لیۓ دوسرا دَور میسّر آیا۔ محمودؒ کے سترہ حملوں نے ہندو ثقافت کی بنیادیں ہلا دیں۔ سومنات کے مندر کو زمین بوس کر کے مندر کی قوت کا راز اور پنڈت کی حیلہ سازیوں کی قلعی کھول دی۔

آلِ یمین نے برصغیر کی ہندو سلطنت کو نیم جان کر دیا تھا۔ اسی پر شہاب الدین غوری نے اسلامی سلطنت اور اسلامی ثقافت کی بنیادیں استوار کیں۔ سلاطین دھلی کا دور ۱۲۰۶ سے ۱۵۲۶ء تک پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے مسلم ثقافت کے تحفّظ کے لیۓ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ علاؤالدین خلجی

Marfat.com

نے مسلمانوں کی اقلیت کو محسوس کیا۔ اور ایک نے مذہب کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی لیکن علاؤ الملک نے اسے اس حرکت سے باز رکھا۔

اسلامی ثقافت کو برصغیر میں قدم جمانے کے لیے ہندوؤں سے ہر محاذ پر جنگ کرنا پڑی۔ میدان جنگ میں اگر مسلمان مجاہدین سربکف تھے تو علماء ہندو پنڈتوں کو علمی موشگافیوں میں نیچا دکھا رہے تھے۔ جوگ اور رہبانیت کے میدان میں مہاتماؤں کا جواب صوفیاء اپنی پارسائی سے دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ محمود غزنوی کے عہد میں علی ہجویریؒ اور شاہ اسماعیلؒ لاہوری علم و معرفت کا گنج لٹاتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ متواتر جاری رہتا ہے۔ اور برصغیر کی سرزمین صوفیا اکرام سے بھر جاتی ہے۔

مغلیہ عہد اسلامی ثقافت کا درخشندہ دور ہے۔ بابر سے اورنگ زیبؒ تک صرف اورنگ زیبؒ ہی کی شخصیت ایسی ہے، جسے اسلام سے والہانہ محبت ہے۔ تاہم مغلیہ دور میں اسلامی ثقافت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن نظر آتی ہے۔ اس دور میں بھی اقلیت کا احساس کارفرما نظر آتا ہے اکبر اقلیت سے اور اکثریت کو ایک مالا میں پرونے کی سعی لاحاصل کرتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آگے بڑھ کر اس تحریک کا رخ بدل دیتے ہیں۔ آپؒ مسلم ثقافت سے مردہ اور ناکارہ حصوں کو کاٹ کر ایک جاندار مسلم ثقافت کو پیش کرتے ہیں۔

اورنگ زیبؒ عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء سے مغلوں کا انحطاط شروع ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں سے اقتدار چھن گیا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ وہ برصغیر میں ہندوؤں کے مقابلہ میں اقلیت میں ہیں۔ مسلم ثقافت جو ایک زندہ اور حکمران قوم کی ثقافت تھی، اب اس پر ہر طرف سے حملے ہونے

Marfat.com

لگے۔ تو اسے اپنے تحفظ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت شاہ ولی اللہ کا خاندان میدان میں اترا۔ یہ دور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔ ایک طرف شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دے کر مرہٹوں کی قوت کا صفایا کرایا۔ ابدالی نے برصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار کا ستارہ غروب ہونے سے بچانے کے لیے مخالف قوت پر ایک کاری ضرب لگائی۔ لیکن اقتدار کا سورج برصغیر کے افق پر ڈوب کر رہا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلم اقتدار کو واپس لانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ انسانوں کی طرح حکومتوں اور سلطنتوں کی بھی ایک عمر ہوتی ہے۔ مغلیہ سلطنت اپنی عمر پوری کر چکنے کے بعد اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ مسلمان آسمان سے گر کر زمین پر آ رہا۔ ان کا عروج زوال میں بدل گیا۔ اور وہ کسمپرسی اور ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں کی حالت "سرگذشت پاکستان" ص ۲۵ پر یوں درج ہے۔ "آنکھوں نے دہلی میں مسلمانوں کی درسگاہوں اور مسجدوں کو تباہ ہوتے دیکھا تھا محمد بن تغلق کی اولاد کو گھاس کھودتے اور نواب خلیل اللہ خان شاہجہانی کے پوتوں کو پیر دباتے دیکھا تھا" ایسے میں بھی مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ نہیں گئے، غلامی کو گردن کا جوا نہیں بنا لیا بلکہ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی مایوسی کو حصول تعلیم کی لگن میں بدل دیا اور علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھ کر مسلم ثقافت کو ختم ہونے سے بچا لیا۔

برصغیر میں مغلیہ سلطنت لوٹ آنے کا دور خواب و خیال ہو کر رہ گیا۔ اب برصغیر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ لیکن اپنی ثقافت کو بچانے کے لیے انہیں ایک ملک و دولت کی ضرورت تھی۔ یہاں رہ کر اپنی شاندار ماضی کی روایات، اپنی تہذیب و تمدن اور اپنی ثقافت کو بچا سکیں۔ یہیں سے

Marfat.com

منزل کا نصب العین ملا اور منزل کو پا لینے کے لیے تحریک پاکستان کا آغاز ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کر دیا۔

نظریہ پاکستان مسلم روایات، تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اندر ایک روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک مزاج بخشا اور ثقافت کے رگ و ریشہ میں خون بن کر مسلم ثقافت کو آب دار کر گیا۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ میں ابھری ہمیں آزادی کے بعد ان نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے مسلم ثقافت کے خدوخال واضح کرنا چاہیے تھے تاکہ نوجوان پاکستان کے مقصد سے آگاہ ہو کر اس کی نظریاتی سرحدوں کے پاسبان بن جاتے۔ مگر شومیٔ قسمت ہم نے جغرافیائی سرحدوں پر پہرے بٹھا دیئے اور نظریاتی سرحدوں کو نظرانداز کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں پاکستان کا نظریاتی ورثہ بکھرتا چلا گیا۔ "ذہنی راستوں سے ریب و تشکیک کی خاردار جھاڑیاں، صاف کرنے کے لیے کس قدر کوہ شکن، اور فلک پیما عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔"

نظریہ پاکستان سے انحراف اپنی ثقافت کا انکار ہے۔ پاکستان کے حصول میں دو قومی نظریہ کارفرما تھا۔ مسلمانوں کو مسلم ثقافت کی بقا کا زبردست خیال تھا۔ اور ایک خطہ ارضی کی ضرورت تھی جہاں مسلم ثقافت کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا وہ خطہ پاک سرزمین ہی ہو سکتا تھا۔

دو قومی نظریہ کو سمجھنے کے لیے ہندو ثقافت اور مسلم ثقافت کے خدوخال اور نقوش کو ابھار کر دونوں کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تاکہ دو ثقافتوں سے چھن کر دو قوموں کا مزاج سامنے آئے۔

Marfat.com

مسلم ثقافت کے پیچھے ایک طویل تاریخ ہے یہی تاریخ ثقافت کی محافظ بھی ہے۔ اور آئندہ نسل تک منتقلی کا ذریعہ بھی یہی وجہ ہے کہ تاریخ، ثقافت کے تحفظ اور نظریاتی حدود کی پاسداری کے لیے دیگر مضامین میں سرفہرست ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہی حب الوطنی، اپنی ثقافت سے یگانگت ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا جذبہ، ماضی پر فخر، حال کیلیے جوش وخروش اور مستقبل کے لیے خود اعتمادی کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

کتاب میں پہلا باب ثقافت پر ہے اس میں ثقافت کیا ہے؟ جس طرح تلوار کی کاٹ سے لوہے کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح قومی مزاج ان کی ثقافت سے مترشح ہوتا ہے۔ "ثقافت کسی قوم کی اجتماعی زندگی کی اس روح کو کہتے ہیں جو اس کے تمام اعمال پر قوانین کی مدد کے بغیر حکمران ہوتی ہے۔ یوں اس میں مذہب، معاشرت ادب، زبان، فنونِ لطیفہ، تقریبات، تفریحات، رسوم و رواج سبھی کچھ شامل ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کو ثقافت کے اجزائے ترکیبی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان سب میں کسی قوم کا مزاج کارفرما ہوتا ہے وہی اس کی ثقافت ہوتی ہے۔"

دوسرا باب مسلم ثقافت کا ہے۔ اس میں مسلم تہذیب و تمدن اور ثقافت کو لیا گیا ہے۔ "تمدن خارجی امور کا مظہر ہوتا ہے۔ اور ثقافت باطنی کیفیت کا مظہر، تمدن کے پودے کی صحیح نشوونما کے لیے خارجی مظاہر کی اصلاح اور درستگی کی جاتی ہے۔ یہی تہذیب ہے" تہذیب و ثقافت سے مراد

Marfat.com

فنونِ لطیفہ، روحانی اقدار، تقریبات و تہواروں، عقائد، رسم و رواج، ادب اور زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کی طرزِ زندگی کو اجاگر کیا ہے۔

مسلم تہذیب و ثقافت کا منبع قرآن و سنت ہے!

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ مسلمانوں کی تاریخ کی ابتدا پیغمبر آخر الزماںؐ کی بعثت سے ہوتی ہے۔ آپ کی آمد سے ظلمت کے دھند چھٹ گئی۔ اور حق کا مطلع صاف ہو گیا۔ انسانیت قعرِ ذلت سے نکل کر پھر سے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہوئی۔ پوری انسانیت آپؐ پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

ہم ہڑپہ، موہنجو داڑو، ٹیکسلا کے کھنڈر کھود کر مدفون ثقافت اور پوشیدہ تہذیب کو منظر عام پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ تہذیب و ثقافت زمانہ کے ہاتھوں فنا ہو گئی۔ جن لوگوں کی یہ تہذیب و ثقافت تھی وہ اسے ساتھ لے کر تہہ زمین چلے گئے۔ اور تاریخ میں اپنی یاد چھوڑ گئے۔ ان کی داستان قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ اس مردہ تہذیب کو منظر شہود پہ لا کر اس پر فخر کرنا مسلم تہذیب و ثقافت کا منہ چڑانا ہے۔

برصغیر میں مسلم تہذیب و ثقافت کا آغاز مسلمانوں کی آمد سے ہوا اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی ابتدا آپؐ کی بعثت سے ہوتی ہے۔ اس سے قبل برصغیر کی تاریخ غیر یقینی اور تہذیب و ثقافت بے رنگ ہے۔ اس کا تہذیب اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

تیسرا باب ہندو تہذیب و ثقافت سے ہے۔ اس میں ہندو مزاج دکھایا گیا ہے۔ ذات پات کے بندھن، چھوت چھات

Marfat.com

کی گرہ، مذہب کی بھول بھلیاں نے ہندو [illegible]

برہمن برہما دیوتا کے سر سے پیدا ہوا تھا، سب کا سردار [illegible]

برہما جی کے بازوؤں سے، اس لیے قوت اس کے ہاتھوں میں رہی

ویش پیٹ سے، اس لیے پیٹ کا دھندہ اس کے ذمہ رہا۔ شودر

برہما کے قدموں سے پیدا ہوا اسلیئے شودر ہر ایک کا خادم ٹھہرا۔

آریہ برصغیر پر حملہ آور ہوئے تو یہاں کے مقامی باشندوں کو اچھوت اور شودر قرار دیا۔ آج کا شودر برصغیر کا قدیم اور اصلی باشندہ ہے جو برہمن کی سیاست اور جور و ستم کا نشانہ بن رہا ہے۔ برصغیر کے لوگ ہمیشہ سے مذہب سے فطری لگاؤ رکھتے ہیں۔ آریہ فاتح بن کر برصغیر آیا اور ہندو مت کو اپنایا۔ "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے مصداق شودر نے بھی اس مذہب کو قبول کر لیا۔ لیکن وہ ہمیشہ اچھوت ہی رہا۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا "مسٹر گاندھی کا اچھوتوں سے یہ پیغام ہے کہ ہندو دھرم کو مت چھوڑو، ہندو مت میں رہو لیکن ہندو بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"ہندو مت کو بعض لکھنے والوں نے اسے ایک پُراسرار عمارت سے تشبیہ دی ہے۔ جس کی کئی منزلیں ہوں اور ان میں بے شمار چھوٹے چھوٹے کمرے ہوں لیکن ایک کمرے میں رہنے والے دوسرے کمرے میں داخل نہ ہو سکتے ہوں۔ سب سے نچلی منزل میں رہنے والا اچھوت تھا۔ اور جو اس منزل سے باہر تھے وہ اس سے بھی کم درجہ رکھتے تھے۔"

ہندو مت کی جکڑ بندیوں کے خلاف بُدھ مت نے عَلم بغاوت بلند کیا بُدھ مت، برہمن ازم اور ہندو مت کے خلاف ایک احتجاجی تحریک تھی جیلہ گر برہمن بازی لے گیا، بدھ مت، ہندو مت میں ضم ہو کر دم توڑ گیا۔

Marfat.com

[...]ان برصغیر میں آئے تو برہمنی سماج کے بازو، پیٹ اور قدموں سے پیدا ہونے والوں نے اسلام قبول کیا اور ملتِ بیضا میں قطرہ دریا میں مل کر دریا بن گیا۔ یہ سلسلہ متواتر جاری رہا۔ برہمن کے ستائے ہوئے ہندو مت سے کٹ کر اسلام کی قوت سے بنتے چلے گئے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نومسلموں نے مسلم حکومت کے ساتھ غیر معمولی تعاون کیا۔

چوتھا باب ہندو مسلم تہذیب و ثقافت کا تقابلی جائزہ ہے۔ تاکہ قاری آسانی سے دو ثقافتوں کے درمیان حدِ امتیاز کھینچ سکے۔ ایک سرسری نگاہ بھی دونوں قوموں کے افراد میں تمیز کر سکتی ہے۔ لباس خوراک، ظروف، خانہ داری، طرزِ رہائش، اندازِ گفتگو، سلام و دعا کے الفاظ، نشست و برخاست، اشارے کنائے الغرض ان کی ہر بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔"

عربوں کی آمد سے مغلوں کے زوال تک مسلم ثقافت برصغیر کے طول و عرض تک پہنچ چکی تھی۔ آلِ یمین، سلاطینِ دہلی اور مغلوں نے اپنے اپنے انداز سے اس میں رنگ بھرنے کی کوشش کی۔ مجدد الف ثانیؒ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان نے مسلم تہذیب و ثقافت کا رخ مکہ اور مدینہ کی طرف موڑنے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر میں جنم لینے والی تحریکات، مسلمانوں کا سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد من حیث الملت بن کر ابھرنا۔ ایک الگ وطن کا مطالبہ اور نظریاتی بنیاد پر ایک مملکت کا حصول، بیسویں صدی کا ورطۂ حیرت میں ڈالنے والا کارنامہ ہے۔ مسلمان اگرچند صدیاں مزید اقتدار میں رہتے تو بھی لاشعوری طور پر وہ ایک

Marfat.com

قوم تھے لیکن ایک قوم بننے میں کبھی شعوری ... زوال نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور وہ ... جیسے اقوام ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ جس کے سامنے ہندوؤں کا طبقاتی معاشرہ خس و خاشاک ثابت ہوا۔

زوال مسلمانوں کے لیے ایک تند و طوفان سے کم نہیں تھا۔ اقتدار چھن گیا، جاگیریں کھو گئیں، تجارت، درآمد و برآمد مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ دستکار مسلمان نان شبینہ کو ترس گیا بنگال کے مسلم باشندے کا ناتا ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔ فارسی کی جگہ انگریزی سرکاری زبان بن گئی مسلم وکلاء، اطباء اور عہدے داراں بے توقیر زبان میں باہر قرار پا گئے۔ اس زبوں حالی اور تباہی نے مسلمانوں کے گوش ہوش کھول دیئے۔ اور انہیں پھر سے قوم بن کر ابھرنے کا خیال دامن گیر ہوا دیکھتے ہی دیکھتے وہ قوم بن کر ابھرے۔ اور ایک آزاد مملکت حاصل کر لی

پانچواں باب: دو ثقافتوں کے تقابلی جائزہ سے دو قومی نظریہ پوری وضاحت کے ساتھ سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس نظریہ نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں یکسانیت پیدا کی۔ اسی یکسانیت سے مسلمانوں نے اپنے لیے ایک ہی نصب العین کا انتخاب کیا۔ نصب العین کو پا لینے کیلئے مسلمانوں نے اتحاد، تنظیم، قوت اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کیا۔

اگر کہا جائے " المسلم ملة واحدة " کو اشارہ کی زبان یہ بات درست ہو گی کیونکہ ایک سچے مسلم میں ملت اسلامیہ سارے خصائص پائے جاتے ہیں۔ ملت اسلام جس زمانے میں روئے زمین پر جہاں کہیں بھی پائی جاتی رہی یا پائی جاتی رہے گی وہ ایسے مسلم افراد کا مجموعہ ہو

Marfat.com

ملت میں وحدتِ فکر و کردار کا پایا جانا یقینی بھی ہے اور ضروری بھی۔ فکر و عمل کی یہ وحدت بلا لحاظ رنگ و نسب و حدود و قیود ہے۔

عرب و عجم کے مسلمانوں کا تمدن، تہذیب، طرزِ بود و باش زیادہ اتحاد اور تھوڑا سا اختلاف بھی ہو گا۔ اس کی وجوہات مفصل ہیں۔ عقائد و رسوم عبادات، حقوق و فرائض میں دنیا کے تمام مسلمان متحد ہیں۔ مگر تہذیب و ثقافت میں ہر خطہ کے مسلمانوں کے ہاں کچھ مقامی رنگ کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ توحید و رسالت، آخرت کے عقائد میں، مختلف عبادات میں، مختلف شعائر و رسوم میں دنیا بھر کے مسلمان اکٹھے رہے ہیں اور رہیں گے مگر تہذیب و ثقافت میں ان عقائد کے منجملہ اظہار کے ساتھ ساتھ مقامی خصوصیات جو عرب و عجم کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں وہ ایک دوسرے سے قدرے مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ اختلاف اصولی نہیں ہو گا اور نہ اس سے ان کے اتحادِ ملت پر ضرب پڑ سکے گی۔

مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ نبوی، بادشاہی مسجد لاہور و دہلی، جامعہ قرطبہ ایک ہی روحِ اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ مگر تعمیر میں ذرا ذرا اختلاف ان کی مقامیت کا آئینہ دار ہے۔ ان کے مینار توحیدِ باری تعالیٰ کا یکساں تصور پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح عرب و عجم کا لباس، کھانے، ذاتی پسند و ناپسند، موسیقی، زبان، شاعری ظروف سازی و دیگر فنون فی الواقعہ اپنا اپنا مقامی اور جغرافیائی وجود رکھتے ہیں۔ البتہ ہر ملک و ہر خطہ اسلام میں اصل وجدانی جذبہ اظہارِ ذات کی جہت ایک ہے، اس میں اختلاف ممکن نہیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی نزاوش ہے۔ کہ کسی ملک میں مختلف خطے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کی زبان باہم مختلف مقامی ثقافت باہم مختلف، مقامی رواج باہم مختلف اور مقامی تاریخ باہم

Marfat.com

مختلف ہوں مگر رشتہ اسلامی میں بندھ جانے کے بعد اور اطراف کا تعین سب کچھ ایک ہو کر رہ جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ یگانگت مسلم ممالک میں یا ایک ملک کے اکثر خطوں میں مذہب کے تصور توحید و رسالت و عقیدہ آخرت پر باہم اتفاق ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ذریعہ یگانگت کمزور ہو گا تو دوسرے مقامی نظریے ابھر آئیں گے۔

مسلم ممالک کی تہذیب کی روح ایک ہے، سمت ایک ہے، نصب العین ایک ہے بلکہ زندگی اور اس کا ارتقاء، تاریخ اور اس کی مقامیت کا رخ ایک ہے۔ جہاں کہیں اس سے روگردانی کی گئی وہیں مقامی عصبیتوں نے جنم لیا اور اسود و احمر کا تصور پیدا ہو گیا۔

یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ مقامی ثقافت کا وجود اس حد تک تسلیم کر لیا جائے کہ ملی ثقافت کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ ملی ثقافت کو ہر حال میں برتر، اعلیٰ اور مقدم سمجھا جائے گا۔

کرہ ارض پر اسلام صرف ایک ہے ملت اسلامیہ اور ثقافت اسلامیہ صرف ایک متصور ہوتی ہے۔ اسی نظریے کے مطابق اسلامی تہذیب و ثقافت اپنی واحد موجودیت کو نہ کسی اپنی مقامی خصوصیت میں ضم کر سکتی ہے نہ کسی دوسری تہذیب و ثقافت کے ساتھ ہم آہنگ ہی ہو سکتی ہے اگرچہ کچھ وطنی خصوصیات باہم مشترک ہی کیوں نہ ہوں۔ مسلم قومیت کا تصور اور نظریہ آفاقی صرف اس خیال میں ہے کہ اس میں مسلم ممالک کی خودی ایک ایک کر کے ضم ہو جائے۔ اور کرہ ارضی کی کوئی دوسری قومیت اسے اپنے میں ضم نہ کر سکے اور واقع بھی ہی ہے۔

اسلامی عقائد اور ارکان، کلمہ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ

Marfat.com

سادگی اور طہارت، قرآن و حدیث کے الہامات، اکل و شرب کی پاکیزگی ستر لباس، رسوم و عبادات کی یگانگت و وحدت، اسلامی تہوار، اسلامی حقوق العباد، صدقہ و خیرات، رسوم نکاح و طلاق اور آخروی تصور حیات، ایسی چیزیں ہیں کہ جن میں مشترک روئے زمین کے مسلم پھر کسی دوسری ملت یا مذہب کے ماننے والوں میں ضم نہیں ہو سکتے۔ یہیں سے ملت واحدہ اسلام کو قیاس کیا جا سکتا ہے اور یہیں سے قومیت کا اسلام کا جداگانہ تصور پیدا ہوتا ہے۔

برصغیر ہندوستان میں یہی تصور محمد بن قاسمؒ کی آمد کے وقت دو قومی نظریہ کا باعث بنا یہی تصور قائداعظمؒ نے آگے بڑھایا اور یہ تقسیم ملک کا باعث بنا۔

ہماری ثقافت (اسلامیہ) کے کون سے خدوخال ہندو قوم کی ثقافت سے مماثل تھے جن کی وجہ سے ہم ہندو قوم کے ساتھ مل کر آزادی کے لیے کام کرتے اور یک جان رہتے؟ اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو یہ انفرادی کیا ملی خودکشی کا مترادف بن جاتا۔

؎ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی!

یہاں تو وطنیت کوئی شے نہیں البتہ ایک خطہ جس میں اسلام کا تجربہ کیا جا رہا ہو۔ آپ نے دیکھا خلافت اور سلطانی باہم ایک رہے ہیں مختلف سلاطین اسلام ایک خلیفہ کے ماتحت ایک مرکز پر رہے ہیں۔ ہمارا مرکز منبع اور سرچشمہ حیات دراصل مکہ و مدینہ ہیں۔ قرآن و سنت ہمارا آئین و دستور ہے۔ انتہا ہماری خدائے مطلق کی ذات ہے، وہی ہماری جہتوں کا مرکز، سرچشمۂ قوت و اتحاد ہے، اس کی حاکمیت حاکمیت اعلیٰ ہے

Marfat.com

جسے جاری وساری رہنا ہے۔

ہمارے فکری منابع ایک ہیں، ہماری تنظیم لافانی ہے۔ یہ ہے روئے ارض پر ہمارا تشخص۔ یہ ہے ہماری پہچان۔

وجود حدود و ثغور سے نہیں اسکا

محمد عربی سے ہے عالم عربی

یہی احساس برصغیر میں دو قومی نظریے کی اساس بنا۔ یہی اس قوم کی شناخت اور شخصیت ہے۔ "قومی شخصیت عبارت ہوتی ہے ان تمام ثمراتِ ذہنی سے جو قوم نے ایک مشترکہ نصب العین کے ماتحت کوشش کرکے حاصل کیے ہوں"

حکیم اجمل خان (خطبہ صدارت جامعہ ملیہ ۱۹۲۱ء)

دو قومی نظریہ پاکستان کے حوالے سے نظریہ پاکستان کہلایا

اس نظریہ کی ضرورت، اہمیت اس پر روشنی ڈالنے کے بعد محرکات پاکستان میں بنیادی نظریہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

چھٹا باب، تحریک پاکستان میں، ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد سے حصول پاکستان مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ ہم کس طرح خون آشام سمندر سے گذر کر منزل مراد تک پہنچے ہیں۔ اس باب میں مصوّر پاکستان ڈاکٹر محمد اقبالؒ خالق لفظِ پاکستان چودھری رحمت علی اور قائد اعظمؒ محمد علی جناح کے کارناموں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاص طور ان حالات و واقعات کی نقاب کشائی کی گئی ہے جن کے پیش نظر مسلمانانِ برصغیر کیلئے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا اور وہ راستہ تھا قیام پاکستان کا راستہ۔

ساتواں باب، قیام پاکستان۔ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی مالی اور

Marfat.com

انتظامی مشکلات کا سامنا تھا، قائدِ اعظمؒ کا بے وقت جدا ہو جانا ایک سانحہ سے کم نہیں تھا۔ قائدِ اعظمؒ کی روشن خیال قیادت سے محروم ہو جانے کے بعد پاکستان جاگیر داری جنگل میں پھنس کر رہ گیا۔ دولت چند ہاتھوں میں سمٹتی چلی گئی اور پاکستان کے عام شہریوں کی حالت چنداں بہتر نہ ہوئی۔ پاکستان سے جو اُمیدیں وہ لگائے بیٹھے تھے ان کے پورا ہونے کی دُور دُور تک بھی کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ہر آنے والی حکومت سے عوام نیک توقعات رکھتے ہیں۔ اسی بیم ورجا میں دن ماہ اور ماہ سال میں بدلتے جا رہے ہیں۔ آج ہمیں آزاد ہوئے نصف صدی ہونے کو ہے۔ اسمیں ہم نے کیا کھویا کیا پایا! ہمیں اپنا محاسبہ خود کرنا ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کا جواب ہمیں خود ہی دینا ہے۔

آٹھواں باب: ارضِ پاکستان کا تعارف ہے.. میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ ناظرین ہی کر سکتے ہیں۔ التماس ہے کہ وہ اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ آخر میں اپنے مشفق و محترم استاد جناب پروفیسر بشیر احمد مغل کا بے حد ممنون ہوں، کہ انہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر مواد کی اصلاح فرمائی۔ میں ان تمام مصنفین کا ممنون ہوں، جن کی تحریروں کو بطور اقتباسات کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ جناب کا نام تعارف کا محتاج نہیں موصوف ملک کے مایہ ناز ماہر تعلیم ہیں۔ آپ نے پیش لفظ لکھ کر نہ صرف کتاب کی قدر میں اضافہ فرمایا بلکہ احقر کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے پیشِ لفظ نظریہ پاکستان کی مکمل تفسیر ہے۔ اور یہ کتاب کا قیمتی حصہ ہے

Marfat.com

دو ثقافتوں پر تحقیق و تنقیدی کام کالج ...
میں کیا گیا ہے۔ تحقیق سے لگاؤ اور مہارت پیدا کرنے میں جناب ... پرنسپل جامعہ ملیہ کراچی، مواد کی ترتیب و تنظیم اور کتاب کی تیاری میں جناب پروفیسر ظفر حسین خان نے رہنمائی اور اس موضوع پر تحقیق کی اجازت سے کالج آف ایجوکیشن کراچی کی پرنسپل پروفیسر مسز برجیس خان نے مرحمت فرمائی میں اپنے معزز اساتذہ کا سراپا تشکر ہوں ۔۔

شاید یہ کتاب آپ تک پہنچتی، اگر جناب پروفیسر محمد اکرم طاہر، پرنسپل یونیورسٹی کالج کوٹلی، کتاب پر طائرانہ نظر ڈال کر احقر کی حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔ عزیزم پروفیسر محمد امین مرزا اور عزیزم پروفیسر ذاکر سلیمی نے مثالی تعاون فرمایا۔ میں ان کا بھی شکر گذار ہوں۔ اور آخر میں جناب پروفیسر رشید احمد قاسمی کا بھی ممنون ہوں، جن کا ہر مرحلہ پر مثالی تعاون میسر رہا۔ ۔ اس کتاب کو آپ تک پہنچانے میں جناب رشید نظامی صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔ میں ان کی اس خصوصی عنایت کا ممنون ہوں۔

ایم۔ نذیر احمد تشنہ
گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن افضل پور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

ثقافت سے مراد ہر وہ چیز جو انسان کے جذبات و احساسات سے وجود میں آتی ہے وہ ثقافت کے زمرہ میں شامل ہے۔ احساسات و جذبات کا تعلق انسانی قلب و دماغ سے ہے۔ قلب میں ہی جذبات جیسی لطیف تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور ذہن سے تہذیب و تمدن کے مطابق اسے معاشرت کا جزو بننے کی اجازت ملتی ہے۔ خیالات سے افعال ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور افعال کی یکسانیت سے عادات جنم لیتی ہیں۔ یوں عادت کے راسخ ہو جانے سے اقدار سامنے آتی ہیں۔

اقدار میں کسی قوم کا علم، عقیدہ، فن، اخلاق، مذہب، زبان، قانون، رسم و رواج، عادات، طور طریقے؛ جنہیں معاشرے کا رکن ہونے کی حیثیت انسان اختیار کرتا ہے۔ ان سبھی سے ثقافت کا تانا بانا بنتا ہے۔ ہر فرد اسی خول میں بند ہوتا ہے اور ہر ایک میں اس کا رنگ دیکھا جا سکتا ہے۔ طعام و قیام ہو، سفر و حضر ہو، شادی و مرگ ہو۔ نشست و برخاست ہو ہر جگہ یک رنگی و یکسانی دکھائی دیتی ہے۔ لباس میں، اخلاق میں، عادات میں، اور فن میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک زندگی کے نقش پر ثقافت کی چھاپ لگی ہوتی ہے۔ متحد سوچ و فکر عمل و کردار کی یکسانیت ثقافت کی علامت بن جاتے ہیں۔

ثقافت ان ہی معانی میں استعمال ہوتی ہے جن معانی میں کلچر مستعمل ہے۔ "کلچر جرمن زبان کے لفظ "کلٹور" سے ماخوذ ہے۔ جس میں جوتنے، بونے اور اگانے کا استعارہ پایا جاتا ہے۔ مگر جو کچھ بویا جاتا ہے وہ زمین نہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ذہن ہے۔ جو کچھ بویا جاتا ہے، بیج نہیں؛ تصورات ہیں۔ اور جو کچھ اگایا جاتا ہے وہ اناج کی فصل نہیں بلکہ یکسانی کردار کا وہ نمونہ ہے جس کی..

Marfat.com

بدولت کسی گروہ میں وحدت کا شعور راسخ ہوتا ہے۔[11] "ڈاکٹر برہان احمد فاروقی"

افراد میں وحدت و یک رنگی ان کے کردار کی یکسانی کی وجہ سے ممکن ہوتی ہے۔ کردار کی تشکیل میں تصورات و عقائد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ تصورات کی آماجگاہ انسانی ذہن ہے۔ اگر فرد اور اجتماعی ذہن میں یکسانی موجود ہے تو ہر سُو وحدت اور یک رنگی کا دور دورہ ہوگا۔ ملت یا قوم کے ان مشترکہ خصائص جن سے دوسری اقوام و ملل میں خط امتیاز کھینچا جا سکے، اس کی ثقافت ہے۔

ثقافتی ادارے کے لیے علم اور فن دو بڑے سہارے ہیں۔ جو فرد و قوم کے ہر دم متغیر اغراض و مقاصد، نظاموں، اداروں، تصورات، آلات استعمالات، مہماتوں اور ضرورتوں کی تاریخی ترقی کیلئے سہارے ہوتے ہیں۔

ثقافت کی ساری عمارت تصورات پر کھڑی ہوتی ہے ... اگر تصورات مُردہ ہو جائیں تو دوسرے تمام عناصر بے اصل ثابت ہوتے ہیں۔ تصورات کے سوتے سے عقائد جنم لیتے ہیں۔ عقائد کی بالا دستی کے لیے قانون حرکت میں آتا ہے۔ لوگ چونکہ تصورات و عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ قانون کے سامنے سرِ خم کر دیتے ہیں۔ اگر عقائد کی حفاظت سے قانون عاری ہو یا قانون اور عقائد میں تضاد اور اختلاف ہو یا قانون اور عقائد کے منابع مختلف ہوں تو لوگوں کے دلوں سے قانون کا احترام اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے عقائد کی حفاظت کیلئے قانون سے بھڑ جاتے ہیں اور اس قانون کے محافظ انہیں باغی قرار دیتے ہیں۔

ثقافت کی ترجمان ایک زبان ہوتی ہے جس کا مزاج ثقافت کے مزاج سے بنتا ہے۔ اس کی لوچ، وسعت، اندازِ بیان، محاورات، ضرب الامثال، صنائع بدائع، تشبیہات، استعارات اور اشارے کنائے سب ثقافت

۱۱۔ قدیم تہذیب اور جدید انسان۔۔ صفحہ نمبر ۳۵۳

Marfat.com

سے پروان چڑھتے ھیں۔ ثقافت کا تحریری ریکارڈ اس قوم کا لٹریچر ہوتا ہے جس سے ثقافت کی افتادِ طبع اور افراد کے مزاج اور کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔

زبان لطیف سے لطیف ثقافتی انداز کو پیش کرتی ہے۔ افراد کی عادت کے بننے بگڑنے، افعال کو سنوارنے، خیالات کو درست سمت دکھانے اور اقدار کی کانٹ چھانٹ کا ذمہ زبان کا ہوتا ہے۔ زبان افراد کو کسی ثقافت کے رکن ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ جب کوئی فرد ثقافت سے انحراف کرتا ہے تو نقد وانتقاد سے اُسے ثقافت کی پاسداری کا سبق یاد دلاتی ہے۔

ثقافت تاریخ کے سہارے پروان چڑھتی ہے اگر کسی قوم کی تاریخ نہ ہو تو وہ قوم تاریخ تدوین کرتی ہے۔ اور پھر سے ثقافت کی تاریخ کے پورے ادوار کو جکڑ لیتی ہیں۔ اس طرح اک نئی ثقافت جنم لیتی ہے۔ تاریخ اور ثقافت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

تاریخ سے محبت ثقافت سے انس ہے اور ثقافت سے انسیت تاریخ سے محبت ہے۔

"تاریخ کی شاہراہ پہ چلتے ہوئے ساری دنیا کی مادی اور غیر مادی ثقافت کے تمام عوامل وسائل کی پوری قوت اور شدت سے مسلسل ترقی، کبھی نہ ختم ہونے والی سلسلہ میں ہر قوم کے ثقافتی کارناموں کو ایک مستقل کڑی سمجھا جاتا ہے۔[1]" ۔۔۔ سیموئل جوزف

ثقافت کے بنانے میں مذہب کا بڑا ھاتھ ہے۔ مذہب ہی ثقافت کو تصورات کی دولت بخشتا ہے۔ یہ ثقافت کا وہ حصہ ہے جو!

"محسوس، ناقابل فہم اور مادے سے ماورا ہے۔ اس میں عقائد، رسوم، ادبیات اور علوم و فنون، گویا غیر مرئی چیزیں شامل ہیں۔"[2] ولیم اوگبرن۔

ثقافت کا یہی حصہ پیچیدہ ہوتا ہے اور ناقابل فہم بھی۔ ثقافت

---

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان۔ ص، ۳۰۔ [2] ایضاً ص، ۳۵۴

Marfat.com

کا مطالعہ بغیر اس کے کہ جس سے ثقافت کا غیر مرئی حصہ مرتب ہوا ہے، مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ثقافت کی تشکیل کے عناصر میں مذہب کو اساسی حیثیت حاصل ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔

ثقافت کے پھلنے پھولنے کیلئے قانون کا تازیانہ ضروری ہے

اگر قانون کی چابک اٹھ جائے تو چند منچلے اپنی ثقافت سے نہ صرف منہ موڑ لیتے ہیں بلکہ اس کے انتشار کا موجب بھی بنتے ہیں۔ قانون عقائد و افعال کی نگہداشت کرتا اور عناصر ثقافت کی حد بندیوں کو دبیز بناتا ہے۔ ثقافت کے مرئی اور غیر مرئی ہر دو حصوں سے قانونی تشکیل ہوتی ہے۔ اگر قانون ثقافت کا جزو نہ ہو تو وہ ثقافت کی شیرازہ بندی میں سم قاتل ہوتا ہے۔ قانون کا خمیر ثقافت سے اٹھا ہو تو سب افراد اس کا احترام کرتے ہیں۔ رسومات کسی معاشرے کی ثقافت کی ترجمان ہوتی ہیں۔ اگر رسوم کو ثقافت کی نبض کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ کوئی ثقافت کا مطالعہ کرنا چاہے تو رسوم کو دیکھ لے، رسوم کی پرکھ سے صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔

"بے شمار راہیں ایسی ہیں کہ جن پر چلتے چلتے رسم جنم لیتی ہے۔۔ اور ثقافت کی تشکیل ہوتی۔۔۔۔ ہے۔" [1]

رسوم ثقافت کا سب کچھ تو نہیں ہیں تاہم بہت کچھ ضرور ہیں

رسوم کی پرکھ، ثقافت کی پرکھ ہے۔ جتنی بودی اور کمزور رسوم ہوں گی اتنی ہی ثقافت بودی ہوگی۔ رسوم کا اظہار ہو یا جذبات کی نکاسی، وہ ثقافت کے چند بندھے ٹکے ضابطوں کے تحت ممکن ہوگی۔ "بیشتر لوگ اپنے جذبات کی نکاسی کا وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں، جو ان کی اپنی ثقافت میں پہلے سے ہی پختہ ہوکر رائج ہو چکا ہو۔۔" [2]

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان صفحہ نمبر ۳۸

[2] ایضاً۔۔ صفحہ نمبر ۱۲۵-۱۲۶

Marfat.com

ثقافت جغرافیائی قیود و ماحول میں محفوظ رہتی ہے اور بہت سی جغرافیائی خصوصیات بھی جزوِ ثقافت بن جاتی ہیں۔ اگر ثقافت کے دیگر عناصر قوی ہوں تو یہ پہلو دب جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ ذائقہ ثقافت میں موجود رہتا ہے۔ بعض اوقات ایک خطہ کے اندر دو ثقافتیں باہم پروان چڑھتی ہیں۔ گنگا جمنا ہندو تہذیب کا ایک جزو ہے لیکن مسلم ثقافت کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ گرم خطوں کے لوگ گرمی سے محفوظ رہنے کے لیے ایسے کپڑے نہیں گے جو سرد علاقوں کے لوگ استعمال نہیں کرتے۔ برفانی علاقوں کے لوگوں کی کھال پر ریچھ کی طرح بال نہیں اگ آتے بلکہ وہ ایسا لباس زیب تن کرتے ہیں۔ جو انہیں سردی سے محفوظ رکھے۔ ایسی جھونپڑیاں بناتے ہیں جن سے برف گر جائے۔ یہی لباس اور طرز بود و باش ان کی شناخت کا علامتی نشان بن جاتا ہے۔ جو ان کی تہذیب کہلاتا ہے۔

"تمدن خارجی امور کا مظہر ہوتا ہے اور ثقافت باطنی کیفیت کا مظہر۔ تمدن کے پودے کی صحیح نشو و نما کے لیے خارجی مظاہر اور درستگی کی جاتی ہے۔ یہی اصلاح و درستگی تہذیب ہے۔" پروفیسر غلام رسول:

مختلف خطوں میں مختلف ثقافتیں موجود ہوتی ہیں۔ جن کا رنگ اور ذائقہ دوسری ثقافت سے بالکل مختلف ہوتا ہے:

"زندگی کے وہ پہلو جو ہمارے نزدیک نہایت اہم ہیں۔ ان اقوام کے لیے کوئی قیمت نہیں رکھتے، جن کی ثقافت ہماری ثقافت سے مختلف ہو۔ حالانکہ انہوں نے کسی اور نہج پر کمال و عروج حاصل کر رکھا ہے۔"[1] ..... دو مختلف و متضاد ثقافتیں متحد ہو کر ایک ہم آہنگ ثقافت بن جاتی ہے۔ برتر ثقافت کمزور ثقافت کو دبوچ لیتی ہے۔ اور اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ لیکن جب ثقافتیں ایک دوسرے سے پہلو تہی کرتی رہیں تو وہ ایک دوسرے

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان، صفحہ ۱۲۵ - ۱۲۶۔

Marfat.com

ہیں ضم ہونے سے بچ جاتی ہیں

مختلف خطوں میں جب یکساں مزاج کے لوگ آباد ہوں تو ان کا طرز زندگی میں بھی یکسانیت کا پایا جانا ایک فطری عمل ہے۔ اور اُن کا مذہب بھی ایک ہو تو ان کی سوچ بھی ایک جیسی ہوں گی۔ اسطرح ان مختلف خطوں میں ایک جیسی ثقافت ظہور میں آئے گی مختلف خطوں میں جو یکساں ثقافت نظر آتی ہے وہ زندہ مذہب کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

ثقافت میں مادی اشیاء کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ جو ثقافت مادیت کو نظر انداز کر دیتی ہے اس سے ثقافت میں رُوکھا پن اور غیر جاذبیت عود کر آتی ہے۔ افراد کسی نہ کسی طرح یہ رنگ ثقافت میں کھینچ لاتے ہیں۔ چاہے مادیت سے افراد متنفر ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلیئے ضروری ہے کہ مادیت کی حدود و قیود کا تعین ہو جائے تاکہ ثقافت افراط و تفریط سے بچ جائے۔

" وہ ثقافت جو مادی اشیاء، مثلاً پل۔ چاہ۔ تالاب۔ مکانات۔ سڑکیں۔ فرنیچر۔ ہتھیار اوزار وغیرہ گویا مرئی اشیاء پر مشتمل ہوتی ہے یہی مادی اشیا غیر مادی ثقافت کو قدر کا جامہ پہناتی ہے"۔ ۱؎ ولیم۔ اوگبرن

ثقافت۔ کے اس پہلو سے افراد کی خوشحالی اور بدحالی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ثقافت کا یہ پہلو غیر مادی پہلو سے مل کر نئے نئے اعتقادات، روایات و رسوم کو جنم دیتا ہے۔ مذہبی پیشوا دولت کے حصول کے لیئے تصورات میں بھی اس پہلو کو کھینچ لاتے ہیں۔ پروہت جہاں مذہب کے وارث ہوتے ہیں۔ وہاں دولت کے بھی جائز حقدار قرار پاتے ہیں۔

ثقافت کو زندہ رہنے اور زمانہ حال کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف سائنس کی گتھیوں کو سلجھائے بلکہ نئی نئی ایجادات

۱؎ قدیم تہذیب اور جدید انسان صفحہ نمبر ۳۵۴۔

Marfat.com

سے اپنے کو مالا مال کرے۔ ایسی ثقافت جونئی ایجادات سے استفادہ کرنے کی بجائے سائنس کی مدمقابل بننے کی کوشش کرے اس کا دافرحصہ پارینہ ہوکر ناکارہ ہوجائے گا۔ جس طرح مذہب، ثقافت کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح سائنس ثقافت کی کانٹ چھانٹ اور تراش خراش کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

سائنس ثقافت کو نئی راہیں دکھاتی ہے۔ اور بہت سے اعتقادات وتصورات میں مناسب تبدیلی کرتی ہے۔ پرانی راہیں مسدود ہوکر ختم ہوجاتی ہیں۔ اور نئی راہیں نئے انداز سے سامنے آتی ہیں۔ اور پھر وہ نئی راہیں ثقافت کا حصہ بن جاتی ہیں۔

سائنس کے عمل ودخل سے قبل ثقافت کے ڈانڈے غیر سائنسی ہوتے ہیں۔ اعتقادات میں اتنی لچک ہوتی ہے کہ بعض رسمیں موم کی ناک ہوتی ہیں۔ تصورات میں غیر یقینی کیفیت ہوتی ہے۔ سوچ کا انداز سائنٹیفک نہیں ہوتا۔ گویا غیر مادی حصہ ثقافت کا اہم حصہ ہوتا ہے۔

ثقافت کو باقی رکھنے والا ایک عنصر فن بھی ہے۔ فن آرٹ کا نادر نمونہ ہو یا آثار الصنادید کاشاہکار، مقبرہ تاج محل، شاہی قلعہ لاہور، شاہی مسجد لاہور، یا مسجد قرطبہ ہو۔ لال قلعہ دہلی ہو یا مظفر آباد کا قلعہ۔ فنِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ یہ تاریخی شواہد اس دور کی ثقافت کی مُنہ بولتی تصویریں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آثار قدیمہ ثقافت کے باقی عناصر جیسے قوی نہیں ہوتے۔

"بدقسمتی سے آثارِ قدیمہ ماضی میں زیادہ دُور تک نہیں جا سکتے"[1]

فن یا آرٹ سے اس قوم کی ذہنی اختراع اور ذہنی اپچ کا اندازہ ہوتا ہے۔ کشمیری فن (آرٹ) کے دلدادہ ہیں۔ ان کا آرٹ ان کی نفاستِ طبع اور حسنِ لطف

1۔ قدیم تہذیب اور جدید انسان؛ صفحہ نمبر ۶۔

Marfat.com

آرٹ کی منہ بولتی تصویر ہے ۔ اُن کے آرٹ سے ان کی ذہانت اور فطانت مترشح ہوتی ہے ۔ کسی قوم کا آرٹ اس کی ذہنی رُوح کا آئینہ دار ہوتا ہے ۔

فنِ موسیقی ہو یا ادبیات ، فنِ مصوری ہو یا لوک گیت ، سب قوم کے لطیف جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ اس سے قوم کی فراغت ، نفاست اور تفریح کا اندازہ ہوتا ہے ۔ جس طرح فن قوم کے لطیف جذبات کی ترجمانی کرتا ہے جیسے ثقافت کا وہ حصہ جو فنون سے بنتا ہے انتہائی لطیف ہوتا ہے ۔ جس ثقافت میں فنون کو نظرانداز کر دیا گیا ہو اس پوری ثقافت پر پژمردگی چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہے ۔

ثقافت سے قومی مزاج جنم لیتا ہے ۔

" ثقافت کسی قوم کی اجتماعی زندگی کی اس روح کو کہتے ہیں جو اس کے تمام اعمال پر قوانین کی مدد کے بغیر حکمران ہوتی ہے ۔ یوں اس میں مذہب ، معاشرت ، ادب ، زبان ، فنونِ لطیفہ ، تقریبات ، تفریحات ، رسم و رواج سبھی کچھ شامل ہوتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی انہیں ثقافت کے اجزائے ترکیبی نہیں کہا جاتا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان سب میں کسی قوم کا مزاج کارفرما ہوتا ہے "..1 ۔ حکیم محمد سعید!

ثقافت میں علم کا بڑا مقام ہے ۔ علم جب بابِ تفعیل میں آتا ہے ۔ تو تعلیم بن جاتا ہے ۔ اس کے معانی جاننا اور دوسروں کو جاننے کے قابل بنانا ۔

" تعلیم کے لفظی معانی یہ ہوئے کہ یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے دوسروں کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ جان جائیں یا علم حاصل کر لیں ... 2 .. ثقافت کو معروف کرنا اور فرد کا ثقافت تک رسائی حاصل کرنا ، تعلیم کا کام ہے ۔ تعلیم نہ صرف ثقافت سے آگاہی بخشتی ہے بلکہ ثقافت کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرانے کا فریضہ بھی

---

1 ۔ خبرنامہ ہمدرد ۔ صفحہ 13 ..... 2 ۔ تعلیم اور فلسفہ تعلیم ۔ صفحہ 34

Marfat.com

ادا کرتی ہے۔ ثقافت کے ناکارہ، فرسودہ اور پارینہ حصہ نقد سے خارج کرنا اور اجتہاد سے نئی نئی راہیں داخل کرنا تعلیم کے حصہ میں آتا ہے۔

"تعلیم اگر ثقافت کا تحفظ کر سکتی ہے تو یہی اسکو تباہ و برباد بھی کر دیتی ہے" [1] .... تعلیم کبھی کبھی ثقافت کے لئے نقصان دہ بھی ہوتی ہے۔ وہ ثقافت کو تہہ بالا کئے دیتی ہے۔ وہ تمام پرانے اعتقادات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ لیکن جس طرح لاوا کے پھوٹ نکلنے سے نقصانات کے ساتھ ساتھ فوائد بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم پرانی ثقافت کو ختم ہی نہیں کرتی بلکہ ایک نئی ثقافت کو بھی منظر عام پر لاتی ہے۔ یہ وقت قوموں کے جذب و قبول کا اور پس و پیش کا دور ہوتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ نئے نئے خیالات اپنانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کی ثقافت میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا بلکہ جدھر کی ہوا ہو قوم اُدھر رُخ کر لیتی ہے۔ طرزِ کہن پہ اڑنا اور نئے نئے تصورات کو ثقافت کا جزو بناتے چلے جانا ہر دو ثقافت کی بقا کے لئے سم قاتل ہے۔

تعلیم کے عمل سے ثقافت کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ ثقافت کے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقلی کا واسطہ تعلیم ہی ہے۔ تعلیم ثقافت میں ہونے والی ترمیم و تبدیلی کا تجزیہ کر کے اسے استحکام بخشتی ہے۔ تعلیم، ثقافت کے سائنسی، مذہبی و غیر مذہبی اور اخلاق و قانون پر گہری نظر رکھتی ہے۔ اور ان سب عناصر کے شتر بے مہار ہونے پر قدغن لگاتی ہے۔ ثقافت کے سب عناصر کو ترتیب و تنظیم دے کر اسے ثقافت کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ اور پھر تعلیم ہی افراد کو ثقافتی شعور عطا کرتی ہے۔ جس سے وہ قیمتی جانوں کا نذرانہ دینے اور متاع عزیز تک قربان کرنے کے لئے سرگرم نظر آتے ہیں۔

[1] "فلسفہ اور تعلیم" صفحہ نمبر ۵۱

Marfat.com

افراد کا فارغ اوقات کے گذارنے کا مسئلہ بھی ایک قابلِ توجہ چیز ہوتا ہے۔ اوقاتِ فرصت کو قیمتی اور خوشگوار بنانے کے لیے ہر ثقافت میں ہنسی خوشی اور تفریحات کے چند اصول بنائے جاتے ہیں۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ثقافت میں فارغ اوقات کو دلچسپ بنانے کے لیے مشاغل شامل کیے جائیں۔ وگرنہ ثقافت روکھی پھیکی اور بے کیف ہو کر رہ جائے گی۔ اور پھر دلچسپی کے چند پروگرام چار و ناچار جزو ثقافت بنانا ہی پڑیں گے۔

ثقافت نے فرصت کے لمحات کو استحسانی بنانے کے لیے شائستہ، حسین اور لطیف اصناف مثلاً مصوری۔ ادب۔ موسیقی۔ عوامی رقص، لوک گیت کا اہتمام کرتی ہے۔ ان میں دل چسپی لینے اور دوسروں کے لیے دل چسپیاں مہیا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

ثقافت کی تشکیل تمام بنیادی عناصر کے مجموعہ (کُل) سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ " اب کلچر کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ کلچر اس کُل کا نام ہے جس میں مذہب و عقائد، علوم اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت، فنون و ہنر، رسم و رواج افعالِ ارادی اور قانون، صرفِ اوقات اور وہ ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے۔ "[1] .... جو چیز ایک عنصر پر اثر انداز ہوگی وہ یقیناً کُل کو بھی متاثر کرے گی۔ ایک ادارے کی خامی تمام اداروں رسوم و روایات، معاشی و سیاسی حالات، ذرائع نقل و حمل وغیرہ پر یکساں اثر ڈالے گی۔ ثقافت کی تشکیل جتنی زیادہ آپس میں ہم آہنگ، مربوط اور پختہ ہوگی معاشرہ اتنا ہی فعال اور مستحکم ہوگا۔ اس کے افراد اتنے ہی باوقار، مستعد اور با اصول ہوں گے۔

[1] = پاکستانی کلچر ..... صفحہ ۴۹

Marfat.com

ثقافت کے تمام عناصر میں اتحاد اور ہم آہنگی کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن ثقافت سے کو کبھی اندرونی توازن نصیب ہوتا ہے نہ کبھی مرحلہ تکمیل قسمت میں آتا ہے۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید - کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون — اقبالؒ

"ثقافت کی تکمیل کا تصور اس کی عدم تکمیل ہی میں پوشیدہ ہے۔" [1]

ڈاکٹر روتھ بینی ڈکٹ

جس ثقافت میں جذب و قبول کی صلاحیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے وہ زمانہ حال کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لائق نہیں رہتی اور وہ جلد اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ یا خفتہ ہو کر اپنی جاذبیت کھو دیتی ہے۔ ہر ثقافت میں تجدید نو کا عمل اس کی بقا کے لیے ناگزیر ہے۔

ثقافت میں رسوم و روایات

ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسے رسوم و روایات کی جکڑ بندیوں میں کس کر مخصوص ثقافت کے رنگ میں رنگ دیا جاتا ہے۔ "کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ و ینصرانہ و یمجسانہ" پیدائش سے ہی اس پر رسوم کا وار ہونے لگتا ہے۔ جسے بچہ لاشعوری طور پر قبول کرتا ہے۔ اور چند ہی سالوں وہ اس معاشرے کا رکن دکھائی دینے لگتا ہے۔

"لمحہ ولادت ہی سے وہ رسوم جن میں وہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے تجربے اور طرز عمل کی تشکیل کرنے لگتی ہیں۔ جب وہ بولنا شروع کرتا ہے۔ تو اس وقت ثقافت کی پروردہ ایک ننھی سی مخلوق بن چکا ہوتا ہے۔"

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان۔ صفحہ نمبر ۳۵۶۔
[2] " " " " ۱۲

Marfat.com

افراد کی کردار سازی میں رسوم کا سب سے زیادہ عمل دخل ہے۔ "انسان رسوم کے زیرِ اثر ہے، جبلت کے نہیں"۔۔۔۔[1] بچہ رسم و رواج کی فضا میں پل کر جوان ہوتا ہے۔ اگر اسے بھیڑوں کے گلہ میں رہنے دیجیے تو وہ فلسفہ گوسفندی شعار کر لے گا۔ اور اگر درندوں میں پل کر جوان ہوا تو چیر پھاڑ اس کا شعار ہو گا۔ تیغوں کے سایہ میں پلنے والا بہادری اور جواں مردی کا پیکر ہو گا۔ اور رہبانیت کے زیرِ سایہ جراثیم کی زندگی کی بھی عافیت، چاہے گا۔ ایک بچے کو جنگل میں انسانی رسوم کی قیود سے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ جنگلی جانوروں کی طرح آزاد منش ہو جائے گا۔ "کوئی شخص دنیا کو قدرتی آنکھوں سے نہیں دیکھتا۔ اسے دنیا کو خاص رسوم، اداروں، طرز ہائے فکر کی عینک سے دیکھنا پڑتا ہے حتیٰ کہ اپنے مجرد فلسفیانہ تصورات میں بھی وہ ان بندھے ٹکے ضوابط و تعصبات سے دامن نہیں چھڑا سکتا۔۔۔[2] رسوم کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہماری طرزِ زندگی کا ایک عام سا نمونہ ہے۔ رسوم کو ظاہری لباس کی طرح بدلنے والی چیز سمجھ کر اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ رسوم ظاہری لباس نہیں بلکہ جسم کے گوشت پوست کا ایک حصہ ہیں۔ ذہن اور تخیل کی پرواز بھی رسوم سے باہر نہیں جا سکتی۔

"رسم کے بارے میں یہ سوچنے کے عادی ہو گئے ہیں کہ یہ نوعِ انسان کا رویہ یا افتادہ طرزِ عمل ہے۔ حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے"۔۔[3] رسم کی جھلک قول و فعل دونوں میں جھلکتی ہے۔ اس طرح "رسم ساری دنیا میں تجربات و تفاصیل کے ساتھ طرزِ عمل کا ایک مجموعہ"۔[4] بن جاتی ہے جس کا اظہار معاشرت میں قدم قدم پر ہوتا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی بسنے والا

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان، صفحہ ۱۲۔ [2] ایضاً، صفحہ ۵۷۔ [3] ایضاً، صفحہ ۱۱۔ [4] ایضاً، صفحہ ۱۲

Marfat.com

انسان رسوم کے حیطہ سے باہر قدم نہیں دے سکتا۔ رسوم کا اظہار لحد سے مہد تک برابر ہوتا رہتا ہے۔

رسوم انفرادی کردار سازی کے ساتھ ساتھ قومی مزاج کی بھی تشکیل کرتی ہیں۔ فرد اپنی سر ملت کے ساز میں گم کر دیتا ہے۔ رسوم انفرادی طرزِ عمل کی تشکیل ہی نہیں کرتیں بلکہ قومی کردار سازی کا فریضہ بھی سر انجام دیتی ہیں۔ اگر ہم کسی قوم کے مزاج اور کردار کا مطالعہ کرنا چاہیں، تو ہمیں اس کی رسوم اور روایات کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔ کیونکہ ثقافت کی تشکیل میں بھی ان رسوم و روایات ہی کا ہاتھ ہے۔ "جب تک رسم کے قوانین و اقسام کو نہ سمجھیں اس وقت تک انسانی زندگی کے پیچیدہ حقائق و رموز ہماری سمجھ سے بالاتر رہیں گے۔" [1]

ثقافت کے تضاد نے ہی انسان کو ذہنی اعتبار سے مختلف النوع بنا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جغرافیائی حدیں بھی بنی نوعِ انسان کو خطوں میں بانٹتی ہیں۔ لیکن یہ حد بندیاں عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہیں۔ اگر دو خطوں کی ثقافت یکساں ہو تو بُعد المشرقین بھی انہیں جدا نہیں کر سکتا۔ جب کہ ایک ملک کے اندر ثقافت کا تضاد اس ملک کو کئی قوموں میں تقسیم کیے دیتا ہے۔ "جو چیز انسانوں کو حقیقی طور پر ایک دوسرے سے مربوط و متعلق رکھتی ہے۔ وہ ان کی ثقافت تھی۔" [2]

ثقافت کا رکن ہونے سے ہی افراد کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ اور وہ واضح شکلیں اختیار کر کے قومی سطح پر ایک مزاج کی تشکیل کرتی ہیں۔ ۔ ۔ "قوم کی تشکیل اور قومی جذبے کی ترقی میں ثقافت نہایت اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ ۔ ۔" [3] ۔۔

(۱۔ ۲ = قدیم تہذیب اور جدید انسان صفحہ ۱۱ - ۲۸) ۳ فلسفہ تعلیم صفحہ ۴۸

Marfat.com

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے۔ اور قدرتی طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ رسوم و روایات اسے ایک دوسرے کے قریب تر کر دیتی ہیں۔ معاشرتی علوم سے وہ اپنی معاشرت کی اصلاح کرتا چلا جاتا ہے۔ خاص کر ایسی اقوام جن کی اپنی کوئی تاریخ نہیں، ان کے لیے معاشرتی علوم کا سہارا ایک موثر سہارا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جن قوموں کی اپنی ایک تاریخ ہے، اس سے متعلق اساطیر اور روایات ہیں تو ثقافت میں اُن کی اپنی تاریخ کی جھلک آنی چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان خواہ دنیا کے کسی خطہ میں متوطن ہو تو اپنے پیچھے ایک طویل تاریخ رکھتا ہے۔ لیکن اب جس ثقافت کا وہ رکن ہے ہو سکتا ہے کہ وہاں اس کی تاریخ نہ ہونے کے برابر ہو۔ مثلاً دیرانے جزیرہ میں انسانی زندگیوں کا اجتماع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں مختلف النوع انسانوں کے اجتماع سے ایک نئی معاشرت جنم لیتی ہے۔ اور ایک نئی ثقافت پروان چڑھتی ہے۔

معاشرت میں رسوم کی کارفرمائی ہر پہلو سے جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ رسوم جتنی جاندار اور پاکیزہ ہوں گی اتنی ہی معاشرت صاف ستھری ہو گی۔ جس معاشرت کی رسوم پر پیچ اور ضعیف ہوں گی وہاں کی معاشرت بودی اور اخلاقی لحاظ سے گئی گذری ہو گی۔ رسوم ہی سے معاشرت کی پرکھ ہوتی ہے۔ رسوم کے بل بوتے پر معاشرت نے اپنی اساس قائم کرتی ہے۔ اور جن کا رواج قوم میں یکسانی سے ہونے لگتا ہے۔ اور معاشرت کے ہر موڑ پر دیکھا جا سکتا ہے اور معاشرت کا ہر فرد اسے اپنائے ہوئے ہوتا ہے۔ اس سے ثقافت کی اساس بنیاد ہوتی ہے۔

رسوم کی اساس پر معاشرے کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور معاشرت کی بنیاد پر ثقافت کی اٹھان ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ سارے مراحل غیر محسوس

Marfat.com

طریقے سے سرانجام پاتے ہیں۔ اور لاشعوری طور پر رسوم کی کوکھ سے معاشرت جنم لیتی ہے۔ اور معاشرت سے ثقافت اپنا حصہ سمیٹتی چلی جاتی ہے۔

اشتہا: ذی جان مخلوق کے لیئے بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر کوئی جاندار اپنی بقا کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ معاشرت میں لوگ کسطرح پکاتے، کھاتے اور کن ظروف کا استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ طریقے قوم کے سب افراد کی عادت بن جاتے ہیں اور ہر طرف یکسانی و یک رنگی نظر آنے لگتی ہے۔ تو معاشرت کا یہ فعل ثقافت کا جزو بن جاتا ہے اور یہیں سے ثقافت کی ابتداء ہو جاتی ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم — مسلم ثقافت

عقاید و تصوّرات، رسوم و روایات، عادات و خیالات، افعال و اقدار، اخلاق و مذہب، زبان و قانون، سائنس اور فن سے لوگوں کی اجتماعی زندگی اور شخصی زندگی تعبیر پاتی ہے۔ افراد کا اکتسابی طرز عمل ان ہی سے اپنی عادات، افعال خیالات اور اقدار کو تشکیل دیتا ہے۔ اور وہ ایک منظم معاشرے یا گروہ یا خاندان کے رکن کی حیثیت سے اُسے عزیز رکھتے ہیں۔ اُن پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ یا ان پر عمل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔۔

" مسلمانو یہ کہ تہذیب جس چیز کا نام ہے اس کی تکوین پانچ عناصر سے ہوتی ہے۔ (۱) دنیاوی زندگی کا تصور (ب) زندگی کا نصب العین (ج) اساسی عقائد و افکار، (د) تربیت افراد (ر) نظام اجتماعی۔ دنیا کی تہذیب ان ہی پانچ عناصر سے بنی ہے اور اسی طرح اسلامی تہذیب کی تکوین بھی ان ہی سے ہوتی ہے"۔ [1]

مسلم ثقافت کو ان ہی پانچ عناصر کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار میں رب، دنیا اور آخرت کے الفاظ آئے ہیں۔ دُنیا اور دنیاوی زندگی کا تصور، زندگی کا نصب العین تربیت افراد اور نظام اجتماعی قائم کرکے " فی الدّنیا حسنۃ اور فی الاخرۃ حسنۃ" بنانے کے لیے عقائد اور افکار ترتیب پاتے ہیں۔ اور یہیں سے سعی و عمل کا دور شروع ہوتا ہے۔ مسلم ثقافت کو اللہ، دنیا اور آخرت کے باب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اللہ کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ رب السموات والارض ہے۔ وہ ذاتِ واحد آسمانی مخلوق اور ارضی مخلوق کو پالنے والی ہے۔ اللہ کے

Marfat.com

ذات واحد ہے اس نے الہٰ ہونے کی حیثیت سے سب کو تھام رکھا ہے ۔ قل ھو اللہ احد ہ اللہ الصمد ہ لم یلد ولم یولد ہ ولم یکن لہ کفوا احد ہ

اللہ نے اپنی عبادت کے لیے فرشتے پیدا کیے ۔ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں ۔ ان میں چار بڑے فرشتے ہیں ۔ جبرائیل ، عزرائیل ، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام ۔ ان سب کے ذمہ ہمیشہ سے مخصوص کام رہے ہیں لیکن مشیت ایزدی کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دیتے ۔ جبرائیلؑ اللہ کے احکامات دنیا پہ لانے ، عزرائیلؑ دنیاوی مخلوق کی جانیں قبض کرنے ، میکائیلؑ بارش برسانے اور اللہ کی مخلوق کو روزی پہنچانے اور اسرافیلؑ ایک اہم اعلان کرنے کے لیے مستعد ہیں ۔ کوئی مسلمان ان کی پوجا نہیں کرتا ۔ اور نہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ان مقرب فرشتوں کی خوشنودی حاصل کر کے ان کو مہربان کر لے گا ۔

فرشتوں کی پیدائش کے بعد رب العزت نے جنوں کو پیدا فرمایا ۔ جنوں میں عزازیل کو فرشتوں کی صحبت میسر تھی ۔ وہ اپنے علم و کمالات سے فرشتوں کا استاد بن گیا ۔ جنوں کی تخلیق نار سے ہوئی ۔

اس کے بعد انس کو پیدا فرمایا ۔ اور اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر اپنی ساری مخلوق پر فوقیت دے دی ۔ حضرت آدم علیہ السلام بطور پہلا انسان پیدا فرما کر ملائک اور جنوں کو سجدہ کا حکم دیا ۔ سب فرشتوں اور جنوں نے سجدہ کیا ، لیکن عزازیل نے یہ عذر پیش کیا کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے ۔ اس لیے مٹی سے پیدا شدہ مخلوق کو سجدہ کرنے سے معذور ہے ۔ یوں عزازیل مردود ہو گیا ۔ اور ہمیشہ کے لیے انس کا دشمن ہو گیا اور یہیں سے خیر و شر کا وجود بھی سامنے آ گیا ۔ رحمانی اور شیطانی دو راستے الگ الگ ہو گئے ۔

دنیا میں اشرف المخلوقات مخلوق بس گئی ۔ اس اشرف المخلوقات کی ہدایت

مسلمان عزازیل کو اللہ کا مدِمقابل نہیں سمجھتے ۔ ملکہ اللہ جل شانہ نے ایک مدت کیلئے اسے اپنے فعل میں آزاد فرمایا ہے ۔

Marfat.com

کے لیے ان میں سے خیر الانسان کا انتخاب فرما کر وحی کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے اپنے احکامات بتائے۔ یوں انبیاء کا ایک سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ یہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مرسلین تھے، جنہیں خدائی احکامات چار کتابوں، توریت زبور، انجیل اور قرآن مجید کے علاوہ بہت سے صحیفوں کے ذریعے عطا ہوئے۔

مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری اور ارفع و اعلیٰ نبی اور قرآن پاک کو ہمیشہ کے لیے منبع ہدایت سمجھتے ہیں۔ وہ آسمانی کتب اور مرسلین میں سے کسی کی تفریق یا تکذیب نہیں کرتے۔

مسلمان اپنی ہدایت کے لیے قرآن پاک اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور لازوال ہے۔ آنحضرتؐ کے ہر قول کی طرح آپؐ کا ہر فعل بھی قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ اور سُنّتِ نبویؐ سے ہی واجبات، مستحبات، مکروہات مباحات وغیرہ قائم ہوتے ہیں۔ "مسلمان کی زندگی اسی وقت اسلامی کہلاتی ہے جب وہ قرآن کے احکام کے مطابق ہو۔ خود قرآن نے سُنّتِ نبویؐ کی قانونی حیثیت کو بارہا تسلیم کیا اور اسے واجب التعمیل قرار دیا ہے۔ مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ہ (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص: ۹) یہی رحمانی راستہ ہے۔ جو اس پر چلتا ہے وہی راہ ہدایت پر ہے۔

اس جہانِ آب و گل میں ہادی و رسول ہی خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ اور اُس کے بتائے ہوئے رستہ پر پورے تیقن کے ساتھ گامزن ہونے والے ہی فائزون (کامیاب) ہیں۔ جو خوش قسمت ہادیؐ کی راہ نمائی میں، اُس کے بتائے ہوئے احکامات بجالائے وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کہلائی۔ آپؐ اس لیے بھی سب مرسلین میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں کہ آپؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کی جماعت کی قیادت فرمائی۔

آپؐ کے بعد صحابہ نے خلیفۃ الرسولؐ کی قیادت میں پیغام خداوندی چار دانگِ عالم میں پہنچایا۔ تاریخ اس قیادت کو خلفائے راشدین کا دور کہتی ہے۔ اور یہی امیر المومنین

Marfat.com

سیدنا، آسمانِ خلافت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ جن کی روشنی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز ناصرالدین محمود اور اورنگ زیب عالم گیر رحمہم اللہ اجمعین جیسے انسان مسلم امامت و سیاست کی پیشانی کا جھومر ہیں۔ جو اس رستہ پر استقامت دکھاتا ہے اور سرِمو انحراف نہیں کرتا وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

اَلدُّنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ مسلمانوں کے ہاں دو دنیاؤں کا تصور ملتا ہے۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور یہ ایک مقررہ وقت تک قائم ہے۔ اس کا مقدر ختم ہونا ہے۔ دنیا میں ہر شخص اپنے افعال کا ذمہ دار ہے۔ اور یوم الحساب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجاآوری کا حساب ہو گا۔ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر چل کر زندگی گزارنے والے کامیاب قرار دیئے جائیں گے۔ اور نافرمانی و حکم عدولی کرنے والے ناکام ہو جائیں گے۔۔۔ یوں کامیاب ہونے والے جنت میں اور ناکام رہنے والے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ "بنی الاسلام علیٰ خمسۃ ....الخ کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ کلمہ (ایمان) لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں تمام دیوتاؤں "Gods" کی نفی کرتے ہوئے صرف اللہ واحد کو الٰہ قرار دینا اور محمد رسول اللہ کو خدا کا آخری نبی قرار دیتے ہوئے آپؐ کے اسوہ حسنہ میں دنیا و آخرت کی کامیابی سمجھنا۔ نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اپنی عبودیت کا اقرار، آپؐ پر درود و صلوٰۃ اور مسلمانانِ سلف سے کے لیے دعائے مغفرت۔ ذکوٰۃ اپنے مال کو پاک کرنے اور اپنے بھائیوں کی اعانت اور حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لیے اندوختہ کا اڑھائی فیصد بیت المال میں جمع کرانا۔ طہارتِ نفس اور روح کی پاکیزگی کے لیے ایک ماہ کے روزے رکھنا اور اتحاد بین المسلمین کے لیے اور زیارتِ روضہ اقدسؐ و فریضہ حج سرانجام دینا۔ تاکہ مسلمانوں کا مال، جان اور وقت سب پاک و صاف ہو کر اور مکمل زندگی اطاعتِ رسولؐ کا نمونہ بن جائے۔

اٰمنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ

Marfat.com

وَشَرِّہٖ مِنَ اللہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ " روحانی ترقی اور تزکیہ نفس کے لیے توحید سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں۔ نیز ہر شخص کے ایمان میں پختگی اس کے اعمال سے ہویدا رہتی ہے نماز، روزہ، حج، زکواۃ اور جہاد فی سبیل اللہ ایسے احکام ہیں جن سے انسان فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ چونکہ انسان میں بیک وقت خیر و شر کی قدرت ہے۔ اگر یہ اپنی قوتِ ارادی و اختیار سے کام لے کر صرف خیر پر عمل کرے تو یقیناً اشرف المخلوقات کہلانے کا اسی کو حق ہو سکتا ہے۔"

(رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص: ۱۵)

فرض نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے۔ جس میں حیَّ علی الصلوٰۃ کی صدا، خداوند تعالیٰ کی بڑائی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہے۔

مسلمان سال میں دو عیدیں، جنہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا نام دیتے ہیں۔ عید الفطر، فطرانے کی مناسبت سے ہے۔ یہ ماہِ صیام پورا کرنے کے بعد خداوندِ تعالیٰ کی حمد و ثنا، چھ تکبیرات دو رکعت کے ساتھ اور بعد میں خطبہ مسنونہ پڑھا جاتا ہے۔۔ مسلمان گھرانے تمام افراد کی طرف سے فطرانہ مساکین کو دیتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ دوسری عید الاضحیٰ ہے اس میں مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اور کسی جانور کی قربانی دیتے ہیں۔ پھر سب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہو کر نماز عید ادا کرتے ہیں۔۔

لیلتہ القدر اور شب معراج دو راتیں بھی مسلمانوں کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ لیلتہ القدر ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں کوئی رات ہے۔ شبِ معراج وہ یادگار رات ہے جس میں آپؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ مسلمان اپنے پیغمبرؐ کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے پر اظہار تشکر کرتے ہیں۔

اس رات کے علاوہ شب برات بھی اپنے جلو میں رحمتِ خداوندی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن رکھتی ہے۔ مسلمان رحمتِ ایزدی کو متوجہ کرنے کے لیے نظرانہ عقیدت اور شکرانہ عبودیت بجا لانے کے لیے اپنی پیشانیاں سجدہ میں

Marfat.com

نکھ دیئے ہیں ۔ شب قدر کو کچھ الہسٹر نوجوان گولہ بارود بھی چلاتے ہیں اگرچہ اسلام میں ان خرافات کی سخت ممانعت ہے ۔ پھر بھی مستی کے چھلکتے جام آفر چھلک ہی پڑتے ہیں ۔ اسلام میں خوشی کا اظہار اور خوشی کے تہوار الحمدللہ عبادت اور شکرانہ خداوندی کے ساتھ منائے جاتے ہیں ۔

مسلمان جب کسی ملک کے حکمران ہوتے ہیں تو مسلم رعایا ۲ ½ فیصد اپنے مال سے زکواۃ کی ادائیگی کرتی ہے ۔ نیز بمطابق شریعت عشر بھی ادا کرتی ہے ۔ غیر مسلم رعایا جو ذمی کہلاتی ہے اس کے ذمہ جذیہ کی ادائیگی ہے ۔

اسلام کے قانونِ وراثت کی رُو سے وراثت میں ماں باپ، بہن بھائی میاں بیوی اور عزیز اقارب سب شامل ہوتے ہیں ۔ ہندوستان میں مسلمان بیٹی کو جہیز کبصورت مال و متاع دیتے ہیں ۔ اسلام کے قانون وراثت میں لڑکی کو لڑکے کے حصہ سے نصف ملتا ہے ۔

مسلمان ہمیشہ صلح و آشتی کی زندگی بسر کرتا ہے ۔ لیکن جب اس کے دین کی آزادی اور ثقافت پر آنچ آتی ہے تو وہ برسرپیکار نظر آتا ہے ۔ مسلمان مسکینی، بزدلی اور ضعیفی کی زندگی کو پسند نہیں کرتا ۔ بلکہ باعزت، باوقار اور بہادری کی زندگی کو پسند کرتا ہے ۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○

جہاد فی سبیل اللہ کے حکم کے ساتھ تجاوز کرنے سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے ۔ جب اسلام کے نام پر حرف آنے لگے تو مسلمان اسلام کے ناموس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیتا ہے ۔

" حق و باطل دو متضاد قوتیں ہیں ۔ انسان کی پیدائش آدم ؑ کے وقت سے تصادم جاری ہے ۔ باطل کی قوتیں حق پرستوں کو ستانے اور مٹانے کے درپے رہتی ہیں ۔ اس لیے ہر وقت ہوشیار اور مستعد رہنا چاہیئے ۔ " [1]

مسلمانوں کے ذرائع آمدنی زراعت، تجارت، مزدوری اور ملازمت ہیں ۔ جائز ذرائع آمدنی مسلمانوں کے لیے حلال اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت حرام ہے ۔ اسلام میں جوا اور شراب کی آمدنی حرام ہے

[1] توضیح القرآن ۔ ص ۶۳

Marfat.com

"اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ" [1]

اِس طرح رشوت اور ملاوٹ کو لعنت قرار دیا گیا ہے۔ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاهُمَا فِی النَّارِ۔ اور مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا۔۔ مسلمان نہ تو مرتشی نہ شرابی، جواری اور ملاوٹ کرکے دھوکا دینے والا۔ مسلمانوں کو لین دین میں حسن معاملت کا حکم دیا گیا ہے۔

مسلمان اپنی تاریخ کے سنہری ادوار پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے

"دنیا میں بہت سے پیغمبر آئے، ہادی اور معلم پیدا ہوئے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی کو اپنی زندگی میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جتنی نبی عربیؐ کو ہوئی"۔۔۔۔۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی میں ۱۳ اور اپنی مسلمانوں کی تاریخ کی ابتدا ہی پیغمبر آخر الزماںؐ کی بعثت سے ہوتی ہے، آپؐ کی آمد سے ظلمت کی دھند چھٹ گئی اور حق کے لیے مطلع صاف ہو گیا۔ انسانیت قعر مذلت سے نکل کر پھر سے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہوئی۔۔ پوری انسانیت آپؐ پر بجا فخر و ناز کر سکتی ہے۔

مسلمان رنگ و نسل کے اعتبار سے اپنی تاریخ کا انتخاب نہیں کرتے، بلکہ ان کی تاریخ میں وہی شامل ہوگا جو مسلمان ہوگا۔ "برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ محمد بن قاسم سے شروع ہوتی ہے۔ یہ نوجوان ۱۱ء میں برصغیر میں وارد ہوا"۔ محمد بن قاسم چھ ہزار سوار لے کر خشکی کے راستے ۱۱ء کے موسم خزاں میں وہیں پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا"۔۔۔۔ [2]

اِس کے بعد برصغیر میں محمود غزنوی، خاندان غلاماں، خاندانِ خلجی، خاندانِ تغلق سادات، لودھی اور خاندانِ مغلیہ حکمران رہے۔ اس طرح برصغیر کے مسلمانوں کے روابط ایران ترکستان، افغانستان اور عرب سے قائم رہے۔ اور مسلمانِ برصغیر کی تاریخ پھیل کر مسلمانانِ عالم کی تاریخ میں ضم ہوتی چلی گئی۔ آج برصغیر کے مسلمان، مسلمانانِ عالم کی تاریخ کا جزو۔۔ لاینفک ہیں۔

مسلمانوں کے منابع اسلام، قرآن و حدیث ہیں۔ دونوں کی زبان

۱۔ القرآن، سورہ مائدہ ۲۔ آب کوثر، ص ۲۳

Marfat.com

عربی ہے ، قرآن کلام الٰہی ہے ، اس کی حفاظت سے کا ذمہ دار بھی خود رب العزت ہے ، احادیث زبانِ عربی میں آقائے نامدار ، فخر انسانیت ، جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں ہیں ۔ جو قرآن کی تشریح اور پند و نصائح کی باتیں ہیں ۔ جن کے محفوظ کرنے میں محدثین اور محققین نے سند اور حسنِ انتخاب کا ثبوت دیا ہے ۔ اس انتخاب کی صحت و نقد پر تاریخ بھی انگشت بدنداں ہے ۔ اتنی صحت اور کاوش سے دنیا میں آج تک کسی کی احادیث جمع ہوئی ہوں ۔ دنیا ئے عالم کی تاریخ مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

" دنیا کی کسی قوم نے اپنے کسی محترم سے محترم رہنما کے اقوال و افعال اور احوال و سیر کو محفوظ کرنے ، اپنی زندگی میں انہیں جاری و ساری کرنے اور آئندہ نسلوں تک کما حقہ پہنچانے میں وہ مستعدی ، وہ جوش و خروش ، وہ ہوشیاری و بیداری اور وہ ذوق و شوق ہرگز نہیں دکھایا جو صحابہؓ رسولؐ نے آپؐ کے سلسلے میں دکھایا ہے ۔" .... [1]

قرآن و حدیث کی زبان عربی ہے ۔ اس لیے مسلمانوں کی آسمانی ، تمدنی ، ثقافتی اور رابطہ اسلامی کی زبان عربی ہے اور عربی ہی اہل جنت کی زبان ہوگی ۔ جسطرح مادری زبان سیکھنے میں مشکل درپیش نہیں آتی اس طرح اہل جنت فطری انداز میں عربی مادری زبان کی طرح بولنے لگ جائیں گے ۔ دنیا کے نقشہ میں دیکھیں تو مسلمانانِ عالم دنیا کے مختلف خطوں میں آباد ہیں ۔ اور مختلف ہی ان کی زبانیں ہیں تاہم عبادات ہر جگہ عربی میں ادا ہوتی ہیں اور وعظ و نصیحت و امورِ ریاست اپنی قومی زبان ہی میں سرانجام پاتے ہیں ۔۔

عہدِ مغلیہ میں برصغیر کی زبانیں فارسی ، بنگالی ، سندھی ، پنجابی ، ہندی اور سنسکرت زیادہ بولی جاتی تھیں ۔ سرکاری زبان فارسی تھی ۔ حکومت کے سارے معاملات اسی زبان میں طے پاتے تھے ۔ باقی زبانیں مخصوص خطوں اور طبقوں سے تعلق رکھتی تھیں ۔ عہدِ مغلیہ میں اسی باہمی اختلاط سے ایک نئی زبان نے جنم لیا ۔ یہ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی مقبول ہوگئی کہ باقی زبانیں اس کے سامنے ماند پڑ گئیں ۔ اس زبان میں کشش و انجذاب کی بڑی خاصیت ہے ۔ یہ ہر زبان کے الفاظ کو اپنا کر اپنا سرمایہ بنالیتی ۔ جلد ہی اس کا دامن ذخیرہ الفاظ اور وسعتِ معلومات سے

[1] ۔ تاریخ و اصول حدیث ، ص ، ۹

Marfat.com

مالا مال ہوگیا۔ یہ زبان ابتداء میں ریختہ اور بعد میں اردو کے معروف نام سے مشہور ہوئی۔ اگرچہ برصغیر کی یہ مشترکہ زبان تھی۔ لیکن عربی، فارسی، ترکی، پنجابی اور سندھی کے الفاظ کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کی زبان قرار پائی۔ ۱۸۶۱ء میں تنازعۂ زبان میں ہندی، اردو کی مدمقابل بن کر ہندوؤں کی زبان کی حیثیت سے ابھرنے کی کوشش کرنے لگی۔ ہندوؤں نے اردو کو بیخ و بن سے اکھاڑنے اور ملک بدر کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ نتیجتاً اردو مسلمانوں کی اور ہندی ہندوؤں کی زبان قرار پائی۔ اردو سے ہندی الفاظ خود بخود متروک ہونے لگے۔ اور ان کی جگہ عربی، فارسی کے الفاظ جگہ لینے لگے۔ اس وقت اردو دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں تیسرے نمبر پر ہے۔

اردو میں ہر مضمون کو بیان کرنے کی قدرت تامہ موجود ہے، سائنسی مضمون ہوں یا فنی، تاریخی ہوں یا ادبی، مذہبی ہوں یا معاشرتی سب کے، لطیف سے لطیف انداز کو بھی پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب یہ ایک علمی اور ادبی زبان ہے۔ جو دنیا کی امیر ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔

قوم کی ثقافت کا ریکارڈ اس کا لٹریچر ہوتا ہے۔ لٹریچر میں شاعری، ادب تاریخ اور وہ سب کچھ شامل ہے جو قوم ایک دور میں اپنے پیچھے تحریری ریکارڈ چھوڑتی ہے۔ برصغیر کی مشترکہ زبان اردو ہے۔ شاعری اور ادب سے کمال پر ہے۔ شاعری میں ہر صنف سخن موجود ہے اور ادب میں بھی ہر اسٹائل دیکھا جا سکتا ہے۔۔ اگرچہ اسلام میں مذموم شاعری کی مذمت آئی ہے۔ تاہم تعمیری اور اخلاقی شاعری کی اجازت ہے۔ اردو شاعری کا ایک حصہ حمد، نعت اور مرثیہ پر مشتمل ہے۔ جب کہ غزل فارسی شاعری کی تقلید ہر دور میں نہ صرف موجود رہی ہے بلکہ شاعری کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ غزل میں فکر و فلسفہ کے مضامین بھی ہر دور میں رہے ہیں۔ تاہم آجکل ان کی بھرمار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سودا اور مرزا مظہر نے غزل کو صوفی بنانے کی کوشش کی ہے۔ ان صوفی شعراء کے ہاں المجاز قنطرۃ الحقیقت نے کی شاعری بلی ہے، انہوں نے فلسفہ اور تصوف کے مضامین کو بڑی خوش اسلوبی سے تغزل کا رنگ دیا ہے۔ پھر بھی اکثر شعراء عشق مجازی سے بڑھنے نہیں پائے۔ اردو شاعری کا دامن مجاز، حقیقت، عقل و معرفت اور واردات قلبی سے مالا مال ہے۔

Marfat.com

موسیقی جذبات کو ابھارتی ہے۔ شاعری اور موسیقی دونوں جڑواں بہنیں ہیں۔ شاعری لطیف جذبات کو پیش کرنے کا ذریعہ ہے تو موسیقی جذبات میں ڈوب جانے کا وسیلہ ہے۔ انسان تو دل جیسی جذبات کی آماجگاہ رکھتا ہے، موسیقی سے تو جانور بھی متاثر ہوتے ہیں۔ موسیقی جنسیت کو ابھارتی ہے۔ اسی لیے اسلام اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ برصغیر میں یہ فن مسلمانوں کا مرہون منت ہے۔ صوفیا، موسیقی سے جی بہلاتے رہے ہیں۔ تان سین موسیقی کا باوا آدم مسلمان ہی تھا۔

مساجد اور خانقاہیں مسلمانوں کے دو علمی و تعلیمی ادارے ہیں۔ مساجد نماز کی ادائیگی کا مرکز ہوتی ہیں، اس کا محراب قبلہ کی طرف اور مسلم فنِ تعمیر کا نادر نمونہ ہوتی ہیں۔ چھتے پر بلند مینار مسلمانوں کی عظمت اور اسلام کی شان و شوکت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ مینار کی ساخت اور رخ ربِ واحد کی شہادت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس طرح نمازی شہادت کی انگلی اٹھا کر ربِ واحد کی وحدت کا اقرار کرتا ہے۔ اسی طرح مسجد ہمیشہ اپنے مینار بلند کرکے توحید کی تصویر بن جاتی ہے۔ مساجد جہاں روحانیت و عبادات کی جگہ ہیں وہاں مسلمانوں کے فنِ تعمیر سے لگاؤ کا مظہر بھی ہیں۔ مساجد کشادہ، ہوادار اور صاف ستھری ہوتی ہیں ان کی کشادگی مسلمانوں کی کشادہ دلی اور اسلام میں ہر فرد کے داخل ہونے کے امکانات کو ظاہر کرتی ہیں۔

خانقاہیں مسلمانوں کی تعلیمی اور علمی ادارے رہ چکی ہیں۔ آجکل کے مدرسہ کو اسوقت یہ خانقاہ کا نام دیا جاتا تھا۔ امام غزالیؒ نے ایک خانقاہ (درویش طلبہ کے رہنے کی جگہ) قائم کرکے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں خانقاہ کے اساتذہ کی قبریں بھی بطور اعتراف خدمات صحن مدرسہ میں بنائی جانے لگیں۔ تاکہ اس جگہ کو وقف کر دیا جائے۔ مسلمان حکمران خانقاہوں کے لیے جاگیریں وقف کیا کرتے تھے۔ تاکہ اساتذہ اور طلبہ کی باعزت گذران ہو سکے۔

خانقاہوں سے طلبہ غائب ہو گئے اور اساتذہ مزاروں کے متولی بن گئے۔ ایسے ایسے من گھڑت قصے منسوب کیے کہ لوگ ان میں خدائی صفات سے ماننے لگے۔ پہلے امراء کے تحائف اور وقف کی آمدنی نادار طلبہ پر صرف ہوتی تھی۔ اب وہ نظر و نیاز میں تبدیل ہو کر ان کی اپنی ذات

Marfat.com

پرخروج ہونے لگی۔ نوبت ایں جا رسید کہ جو کام ہندو اپنے بتوں سے منسوب کرتے تھے، مسلمان اپنی خانقاہوں سے کرنے لگے۔ خانقاہ کا تصور بدل گیا۔ اور جب یہ تصور بدلا تو علم و عرفان کے متلاشی بھی غائب ہو گئے۔ اب وہاں تصوف سے (سمجھ میں نہ آنے والی باتیں) اور کیف و مستی کے جام چلنے لگے۔ اور لوگوں سے تعویز اور پھونک کے عوض نذرانے وصول ہونے لگے۔

نذرانہ نہیں، سُود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن۔ اقبال[7]

عمل کی جگہ بے عملی کا درس دیا جانے لگا۔ خدا سے ناامیدی اور ناخدا سے امید کے چراغ جلنے لگے۔ لوگ مزاروں پر چراغ روشن کرکے اپنا دل سیاہ کرنے لگے۔ جو نظریں اٹھ کر خانہ کعبہ اور روضۂ رسولؐ پر رکتی تھیں اب ان کا حدِ نظر مزار اور اس کے متولی ہو کر رہ گئے اور بزرگ بھی جلال میں آ کر "انا الحق" کی بانگ بلند کرنے لگے۔

اسلام میں رنگ و نسل، امیر و غریب اور عربی و عجمی کی کوئی تفریق نہیں جو بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے وہ ملتِ محمدیہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسلام میں رنگ و نسل وجہ امتیاز نہیں، بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری شرفِ انسانیت ہے۔ مسلمانوں میں ذات پات جیسی کڑی بندشیں نہیں ہیں تاہم تعارف و شناخت کے لیئے قبیلوں کا وجود ہے۔ لیکن یہ قبائل ملتِ اسلامیہ میں مدغم ہو کر اپنا وجود کھو دیتے ہیں۔

"اگرچہ مسلمانوں میں بالاتفاق قریشیوں کو سب پر فضیلت ہے مگر پھر بھی ہندوستان میں چار قومیں سید۔ شیخ۔ مغل اور پٹھان مشہور ہیں"۔ ... [1]

• جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہیں وہ سید کے نام سے معروف ہوئے۔ مغل لوگ یافث ابن نوحؑ کی چھٹی پشت سے ہیں ان میں ایک مغل نامی شخص تھا۔ افغان، سلیمان ابنِ داودؑ کے وقت میں ایک شخص تھا، اس کی اولاد افغان نامزد ہوئی۔ حضرت محمدؐ کے زمانہ میں قیسؓ نامی ایک شخص ستر آدمیوں سمیت افغانستان سے حاضرِ خدمت ہوا۔ لوگوں میں بتان یعنی جہاز کے نیچے کا تختہ جس سے جہاز کی پائداری ہوتی ہے، اسلام کی پائداری قیس بٹھے سے ہوئی اسی لیئے وہ بتان کہلانے لگے بعد میں یہ لفظ بگڑتے بگڑتے پٹھان بن گیا"۔ ... [2]

[1]، [2] ... رسوم ہند۔ ص، ۲۵۹ - ۲۶۰

Marfat.com

شیخ کے معانی بزرگ کے ہیں۔ اِسلام میں ہر نو مسلم کو بھی عزت کے لیے شیخ کہتے ہیں۔ ہندوؤں سے مسلمان ہونے والی قومیں شیخ کہلائیں۔ اس طرح ہندوستان کے مسلمانوں میں شیخ، سید، مغل اور پٹھان اپنا الگ الگ تشخص و تعارفی امتیاز قائم رکھ سکے۔ علامہ اقبالؒ نے ان قوموں کو مخاطب کر کے کیا خوب فرمایا ہے۔

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو۔ کو

تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلماں بھی ہو۔

اَب مسلمان اپنی شخصیت کو چھوڑ کر دوبارہ اِسلام لانے سے قبل والی قوموں پر فخر کرنے لگے ہیں۔ وہی جاہلیت کی قومیت کا غرور اور نخوت پھر عود کر آئی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حسب و نسب کے بُت کو پاش پاش کر دیا تھا۔ آج پھر اسے جوڑنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ تمکنت کے پندار کو قومیت کا جھوٹا سہارا دے کر "پدرم سلطان بود" کا نعرہ الاپ رہے ہیں۔ " ہم مسلمانوں میں ایک نیا مرض پیدا ہو گیا ہے، جس کو اسلاف پرستی کہتے ہیں ،، (نواب عماد الملک)۔ (موجِ کوثر۔ صفحہ نمبر ۲۸۲)

سلف کا تذکرہ جو ہمت دغیرت کا ہے افسوں ۔ ہمارے حق میں وہ سرمایہ خواب پریشاں ہے
(علامہ شبلی نعمانی) (موجِ کوثر، ص = ۲۸۲)

اسلاف پرستی سے مراد یہ ہے کہ ہم اسلاف کے مشن کو آگے بڑھانے کی بجائے تمام تر توجہ ذات پر مرکوز کر دیں۔ اور اس سے ہمارے اندر ضعف اور کمزوری کے ساتھ ساتھ بے عملی پیدا ہو جائے۔ قد آور شخصیات کا ادب و احترام اور اس کے پروگرام سے والہانہ لگاؤ ہی منزل تک پہنچنے کا سبب بنتا ہے۔ ... " گذشتہ اور موجودہ عظیم شخصیتوں کا ادب و احترام ضروری ہے۔ اس طرح ہم گذشتہ شخصیتوں کے اعلیٰ افکار اور بلند کارناموں سے رہنمائی اور دلولہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح موجودہ شخصیتوں کے بڑے کارناموں میں ان کے ساتھی بن سکتے ہیں ...
(نورِ بصیرت، میاں عبدالرشید۔ نوائے وقت یکم نومبر ۹۴ء)

بڑی شخصیت عدد" ایک" کی مانند ہے۔ جب عوام کسی بڑی شخصیت کے دائیں جانب لگ جاتے ہیں تو وہ ایک سے سَو، ہزار، لاکھ، کروڑ اور ارب بن جاتے ہیں .... نورِ بصیرت

Marfat.com

مسلم ثقافت اور ہندی مسلم کی زندگی :۔

مہد سے لے کر لحد تک ایک مسلمان کی زندگی کا مختصر جائزہ یوں لیا جاسکتا ہے ۔ کہ مسلمان کے گھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے ۔ تو اس کے دائیں کان میں اذان " اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ ، اشہد ان محمد رسول اللہ ، حی علی الصلوٰۃ ، حی علی الفلاح ، اللہ اکبر ، لا الہ الا اللہ دی جاتی ہے ۔ اور بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے " تھوڑے عرصے کے بعد فیض الدین کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اسی وقت قریب کی رشتہ دار عورتیں وہاں آکر جمع ہوئیں ، سب طرف سے مبارک باد کی آواز آنے لگی ، دائی کو بہت سا انعام دیا ۔ کرتہ ، ٹوپی پہلے ہی سے سیا ہوا رکھا تھا ۔ بچے کو نہلا دھلا کر کرتہ اس کے گلے میں ڈال دیا ۔ اور ٹوپی سر پہ پہنا دی ۔ پھر دائیں کان میں اذان دی اور پھر بائیں کان میں اقامت کہی گئی ۔ اور کچھ شیرینی چبا کر اس کے تالو کو لگا دی گئی ۔ پیٹ صاف کرنے کے واسطے کچھ دوائیں مقرر ہوتی ہیں جن کو مرکب کر کے گھٹی کہتے ہیں ۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بچے کو پلاتے رہے ۔ ناتوانی دور اور دودھ بڑھنے کے لیے حریرے اور اچھوانی اور قوت دار اشیا ، زچہ کو کھلاتے رہے "! ۔ ۔ ۔ [1]

۲ سال تک ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے اور سب سے پہلا لفظ " اللہ " ماں بچے کو سکھاتی ہے ۔ اور سب سے پہلا جملہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے ۔ پیدائش کے چند سالوں میں ختنہ اور عقیقہ کرتے ہیں ۔ عقیقہ ، دو جانور ذبح کر کے غربا ، مساکین ، خویش و اقارب کو کھلاتے ہیں ۔ اور خود بھی کھاتے ہیں ۔ سات سال کا بچہ تعلیم حاصل کرنے لگتا ہے ۔ اور دس سال کی عمر میں وہ نماز سیکھ لیتا ہے اور قرآن مجید پڑھ لیتا ہے ۔ اسی طرح ۱۸ ، ۲۰ سال تک تحصیل علوم و فنون کرتا ہے اس کے بعد اس کی شادی ہوتی ہے ۔ گھر والے مل کر رشتہ طے کرتے ہیں ، ایک دن مقرر کرتے ہیں اور اس مقررہ دن پر لڑکے والے برات (بارات) لے کر دلھن کے گھر جاتے ہیں ۔ کچھ زیور اور کپڑے لے جاتے ہیں اور دلہن کو پہنا دیئے جاتے ہیں ۔

لڑکی کا وارث ولی کہلاتا ہے ، دو گواہ دلہا ، دلہن کے رکھ کر دونوں کا نکاح پڑھا دیا جاتا ہے ۔ " رسم نکاح مسجد میں ادا کرنی چاہیئے " برات کی خاطر تواضع لڑکی والوں کے ذمہ نہیں ہوتی ، اب تو برات میں بینڈ باجے اور دیگر غیر اسلامی رسوم کا رواج بہت زیادہ ہوگیا ہے بلکہ پوری شادی ہی غیر اسلامی رسوم کا مرقع ہو کر رہ گئی ہے " ۔ ۔ دولہا دلہن کو حق مہر

---

[1] ، رسوم ہند ۔ ص ۔ ۲۸۸ ۔

Marfat.com

اداکرتا ہے جو اس کی حیثیت کے مطابق ہو۔ نکاح کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے جس میں نکاح کی فضیلت اور رشتۂ زوجیت پر قرآن و سنت کی رُو سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ نکاح پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ دلہن والے مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور اپنی حیثیت کے مطابق دلہن کو جہیز دے کر رخصت کردیتے ہیں۔ واپسی میں دولہا کے گھر دعوتِ ولیمہ ہوتی ہے۔ بعض مسلمان بڑی دھوم دھام سے بارات لے جاتے ہیں اور سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر جوش و مستی کا اظہار کرتے ڈھول، دھماکے اور بھنگڑے سے بارات لے جاتے ہیں۔ دلہن کے ہاں گانے والی عورتیں ان کا استقبال کرتی ہیں اور ان کی خوب درگت بناتی ہیں۔ ایسی شادیوں میں مسلم روایات کے ساتھ ساتھ بہت سی ہندی رسوم بھی شامل کرلی جاتی ہیں۔۔

لڑکے کے جوان ہونے کی علامت، جب مسیں بھیگیں اور لڑکی کو حیض آنے لگے۔ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ط قُلْ هُوَ أَذًى ۵ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ط الخ

اس دوران حائضہ سے قربت منع ہے، لیکن اس دوران حائضہ نہ تو مقدس مقام پر فائز ہوتی ہے اور نہ ہی ملعون اور حقیر مخلوق جان کر اسے بستی سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔

جوان اور کنوارا لڑکا یا ناکتخدا لڑکی زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں سنگسار کرنے کی بجائے انہیں کوڑوں کی سزا دی جائے جب کہ شادی شدہ زنا کے مرتکب مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائے۔ تاکہ دوسرے اس سے عبرت پکڑیں۔۔۔

اسلام حدود قائم کرنے سے پہلے انسانی ضروریات کی تکمیل ضروری سمجھتا ہے۔ جب حد قائم کرنا ریاست کے اختیار میں ہے تو بنیادی ضروریات کی فراہمی بھی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ جب جائز بات میسر ہو تو مستی اور حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت سزا دی جائے۔ معاشرہ کی طہارت کے لیے زنا کی سخت سزا رکھی گئی ہے۔

" لَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۵ اور اگر کوئی تہمت لگائے تو اسے بھی سخت سزا دی جاتی ہے تاکہ معاشرہ میں امن امان اور پاکیزگی کا دور دورہ ہے

Marfat.com

معاشرے کے سکون کو تباہ کرنے والی چیز قتل ہے۔ اسلام میں قتل کی سزا قتل ہے۔ کوئی فرد واحد خود قصاص لینے کا مجاز نہیں۔ بلکہ عدالت میں اس پر فرد جرم عائد کر کے، ثابت کر کے قاتل کو سزا دیتی ہے۔ قتل کا بدلہ قتل عین انصاف ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

اسلام میں انسان کی جان بڑی قیمتی ہے۔ ایک انسان کا قاتل بنی نوع انسان کا قاتل قرار دیا جاتا ہے لیکن جوشِ انتقام میں قانون کو ہاتھ میں لے کر فرد واحد یا ایک کے بدلہ میں زیادہ افراد کو قتل کرنا جرم ہے۔

معاشرے کے سکون کو غارت کرنے والی دوسری چیز، میاں، بیوی کی جدائی ہے یعنی طلاق۔ جو دو خاندانوں میں اور بعض اوقات قبیلوں میں جدائی اور لڑائی کا باعث بنتی ہے۔ طلاق جائز ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک طلاق جائز ہونے ہوئے بھی سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ "اہل قرآن واسلام سے ارشاد ہے کہ نکاح و طلاق کا مسئلہ بہت سنگین ہے اس میں انتہائی احتیاط سے کام لو عورت کی زندگی کو پوری اہمیت دو۔ حدیث نبوی کے ایک ارشاد کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں سنجیدگی تو سنجیدگی ہے، مذاق میں بھی سنجیدگی پائی جاتی ہے یعنی نکاح، طلاق اور رجعت۔ ان معاملات میں ہنسی مذاق کی بات کو بھی قانوناً سنجیدہ مانا جاتا ہے"۔۔۔۔ [1] طلاق کی صورت میں حق مہر واپس نہیں لیا جائے گا۔ ہاں، اگر قربت کی نوبت نہیں آئی تو نصف حق مہر واپس لیا جا سکتا ہے۔ اگر عورت طلاق لینا چاہے تو اس کا عوض مالی یا فدیہ دینا روا ہے۔

۱۰ سال کے لڑکے پر نماز فرض، بالغ ہونے پر روزے، صاحب نصاب ہونے پر زکواۃ اور صاحب قدرت ہو جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ فرائض کی بجا آوری اسے ساری عمر کرنا پڑتی ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ کہ تارکِ دنیا ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد سے پہلو تہی کی جا سکے۔ اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے علاوہ اپنے جسم اور روح کے تقاضے بھی پورے کرنے کا حکم ہے۔

[1]۔۔۔۔ توضیح القرآن، ص: ۱۲۵

Marfat.com

رُوح کی پرورش کے لیے جسم کو اذیت دینا روا نہیں اور جسم کی آسودگی کے لیے روح کو نظر انداز کرنا بھی جائز نہیں۔ رُوح امرِ ربّی ہے جو جسم کے لیے ناگزیر ہے۔ اور جسم روح کے لیے لابدی ہے۔۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ... الخ

ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر اسلامی شعائر کی پابندی فرض و واجب ہے۔ جوانی اور بڑھاپے کی تخصیص کے بغیر موت تک ایک مسلمان کسی لمحہ بھی فرائض کی بجا آوری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ موت سے دنیاوی زندگی کا خاتمہ کر کے ایک دوسری ابدی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ **مسلمان کی موت اور تجہیز و تکفین**... "جب ناصر الدین کی موت کا وقت قریب آیا اور نزع کی حالت میں اس کا منہ خشک ہونے لگا تو اس کے منہ میں پانی ٹپکایا گیا۔ تھوڑا سا شربت پلایا گیا اس کے بیٹے جمیل الدین نے جو حافظِ قرآن بھی تھا باپ کے سرہانے بیٹھ کر آہستہ آہستہ سورۂ یٰسین پڑھنے لگا۔ باقی جو لوگ وہاں موجود تھے، کلمہ پڑھنے لگے وہ بھی خود کلمہ پڑھنے لگا اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ سب نے قرآن کی ایک آیت اِنّا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔

جب مُردے کو نہلا چکے تو اس کے بدن کو کپڑے سے پونچھ کر صندل اور کافور کو ملا کر اس کی پیشانی ہاتھوں، گھٹنوں اور دونوں پاؤں (وہ تمام اعضا جو سجدے میں زمین پر ٹکتے ہیں) پر لگا دیا۔ اور بھی خوشبو کفن کے کپڑوں پر بھی چھڑک دی۔ چارپائی پر جو کفن رکھا تھا اس میں مُردے کو لا کر لٹا دیا۔ کفنی کے چاک میں سے اس کا سر نکال کر باقی کفن کو اس کے اوپر پھیلا دیا۔ اس کے بعد ازار اور پھر لفافے کو لپیٹ دیا۔ سر، کمر اور پاؤں کے پاس نئے کپڑے کی دھجیوں کے تین بند باندھ دیئے۔ تاکہ ہوا سے نہ اڑے۔ کفن جو مُردے کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، تین ۳ کپڑوں کا ہوتا ہے۔" ؎

..." جنگل میں ایک اچھا سا میدان دیکھ کر جنازے کی نماز کے لیے ٹھہرے۔ وہاں ایک کنوئیں پر لوگوں نے وضو کیا۔ پھر جنازے کا سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف کر کے سب لوگ صفیں باندھ کر نمازِ جنازہ کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ ناصر الدین کے بیٹے جمیل الدین کو جو ولی (میراث میں زیادہ قریبی) تھا، امام بنایا گیا۔ اس نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جو چار تکبیریں کہہ کر ختم کی گئی۔ پہلی تکبیر کے بعد خدا کی حمد و ثنا۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد مُردے کی مغفرت اور ایمان کی

؎ رسومِ ہند۔۔ ص ۲۷۰

Marfat.com

کی دعا پڑھی اور چوتھی تکبیر پر دائیں پھر بائیں سلام کہہ کر نماز تمام کی"۔۔۔۔ [1]

"۔۔۔ قبر پہلے سے ہی تیار تھی جو بشکل مستطیل چوکھونٹ کھدی ہوئی تھی ۔ اس کا طول شمالی اور جنوبی اور عرض شرقی و غربی سمت میں تھا۔ اور مغرب کی طرف مردے کے رکھنے کے واسطے ایک لحد بنی ہوئی تھی ۔ وہاں لے جا کر جنازے کو قبر کے پاس رکھ دیا۔ پھر اس کے اوپر کی چادر اٹھائی اور مردے کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتار کر لحد میں داخل کیا۔ اور اس کا چہرہ قبلے کی طرف مائل کیا، اس کے گورکنوں نے قبر کو پٹوا دیا"۔۔۔۔ [2] اس کے بعد رشتہ دار عزیز و اقارب ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرتے رہے۔ تین ۳ دن تک مسلمان ماتم پرسی کیلئے آتے رہے اور دعائے مغفرت کرتے رہے۔ تین دن تک ایسا رہا پھر مرد اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ البتہ بیوہ نے ۴ ماہ ۱۰ دن عدت وفات میں گذارے ، وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ جب یقین ہو جائے کہ مرحوم کا نطفہ قرار نہیں پایا تو بیوہ کو عقد ثانی کی اجازت ہے۔

اسلام میں صدقہ جاریہ کا تصور ہے کہ مرحوم کے اعمال اس کی وجہ منقطع نہیں ہونے کہ وہ رفاع عامہ کا کام خلوص نیت سے کر گیا۔ جب تک اس کے فعل کا اثر باقی ہے اس کے اعمال نامہ میں ثواب درج ہوتا رہے گا اور اس طرح اس کے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔

۔۔۔ [1]: رسوم ہند، ص ۲۷۰

۔۔۔ [2]: ایضاً ، ص ۲۷۲

Marfat.com

۴۔ برِصغیر میں مسلمان حکمران اور ان کے عہد کی ثقافت۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمانوں نے بلوچستان اور سندھ کے ساحل پر قدم رکھا۔ لیکن محمد بن قاسم نے سندھ فتح کر کے پہلی بار باقاعدہ مسلمان حکومت کی داغ بیل ہندوستان میں ڈالی۔ "لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ محمد بن قاسم پہلا مسلمان تھا، جس نے سرزمین پاک و ہند پر قدم رکھا۔۔۔! عربوں نے یہاں کے باشندوں کی طرزِ زندگی میں کوئی دخل نہیں دیا۔ انتظام کا کام عام طور پر ہندوؤں کے سپرد ہی رہا۔ مذہبی معاملات میں بھی مطلق دخل نہیں دیا۔ علاقے ان قاضیوں کے سپرد تھے۔ لیکن ہندوؤں کے جھگڑے طے کرنے کے لیے پنچائتیں تھیں۔ انہوں نے مدرسے بھی کھولے، ملک کی تجارت بڑھی، ہندوؤں اور برہمنوں کی حفاظت ہوتی تھی، ہندوؤں پر فوجی خدمات کے بدلے جزیہ لیا جاتا تھا۔۔۔"[2]

محمد بن قاسم کو برصغیر میں اسلامی حکومت کے فروغ کا زیادہ موقع نہیں ملا، اس لیے وہ یہاں کی ثقافت میں کچھ زیادہ دخیل نہیں ہوا۔ اس نے اسلامی رواداری اور حسنِ سلوک سے کام لیا۔ ہندوؤں کے تمام معاملات حسبِ سابق و حسبِ دستور چلتے رہے ہندوؤں نے حکمران کی تبدیلی کے سوا اور کوئی جدت محسوس نہیں کی۔

"محمد بن قاسم نے صحرائے سندھ میں سے چشمۂ فیض بہایا تھا وہ خشک رہا لیکن اس کے جانشین اسے وسعت اور گہرائی نہ دے سکے۔ اور جو نہریں اس چشمہ فیض سے نکلی تھیں وہ ملتان تک آتے آتے خشک ہو گئیں۔ پنجاب اور شمالی ہند کے باقی علاقوں میں آبیاری ان لوگوں نے کی جو عرب سے نہیں بلکہ افغانستان سے آئے تھے۔ اور انہیں بھی یہاں پہنچتے ایک زمانہ لگا۔۔۔"[3]

محمود غزنوی، ۹۹۷ء تا ۱۰۳۰ء غزنی کا حکمران رہا۔ اس نے برصغیر پر سترہ حملے کیے۔ ۱۰۲۵ء میں سومنات کا مندر فتح کیا۔ اور ہندوؤں کی مرکزی قوت

۲۔ ریاض الفارتغ۔ صفحہ ۵۸۷، ۵۸۸

۳۔ آبِ کوثر، ، ۵۵

Marfat.com

کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اگرچہ اس نے یہاں اسلامی حکومت قائم نہیں کی۔ تاہم جو مسلمان ساتھ آئے تھے ان میں سے جنہوں نے برصغیر میں رہنا پسند کیا انہیں اس نے اجازت دے دی۔ یہاں بسنے کے لئے انہیں زمین اور مالی امداد دی۔ اس طرح وہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے اور اسلام کی اشاعت ہوئی۔

محمود غزنوی برصغیر میں ہندوؤں کی کمر توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۱۷۵ء میں شہاب الدین محمد غوری نے ہندوستان پر حملہ کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی شہاب الدین محمد غوری کا تعلق افغانستان سے تھا۔ اس نے قطب الدین ایبک کو برصغیر میں اپنا نائب مقرر کیا۔ محمد غوری ۱۲۰۶ء میں قتل ہوا۔ اس وقت تک سارے شمالی ہند پر اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ حضرت علی ہجویری ۱۰۰۵ء میں لاہور میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے پنجاب میں چشمہ ہدایت جاری فرمایا۔ اور لاکھوں ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ علامہ ابوریحان البیرونی بعہد محمود غزنوی، خوارزم سے ہندوستان آئے تھے۔ اور مشہور زمانہ کتاب "کتاب الہند" لکھی۔

> "محمود غزنوی، محمد بن قاسم سے تقریباً ۳۰۰ سال بعد ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اور فتح ونصرت کے گھوڑے دور دور تک دوڑائے لیکن محمود کی نگاہ کو بت کدوں کے زر وجواہر نے خیرہ کر رکھا تھا۔ اس نے اپنے شاندار کارناموں اور فتوحات سے سوائے جمع اموال کے کوئی ٹھوس فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور گجرات، کچھ قنوج، کالنجر اور کانگڑہ کے راجاؤں کو پامال کرنے کے باوجود شمالی ہندوستان میں وسیع اسلامی حکومت کی داغ بیل نہ ڈالی ...۔[1]

محمد غوری کے بعد ہندوستان میں تاریخ کا نیا دور شروع ہوا۔ اور یہاں سلاطین دہلی ۱۲۰۶ تا ۱۵۲۶ جس میں پانچ خاندان، غلامان، خلجی، تغلق، سید اور لودھی یکے بعد دیگرے تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوتے۔ ان میں التمش، بلبن (خاندانِ غلامان ۱۲۰۶ تا ۱۲۹۰ء) علاؤالدین خلجی (خاندانِ خلجی ۱۲۹۰ تا ۱۳۲۰ء) محمد تغلق، فیروز شاہ تغلق، (تغلق خاندان ۱۳۲۰ تا ۱۴۱۴ء) خضر خان، مبارک شاہ

[1] آب کوثر، صفحہ ۸۶

Marfat.com

(خاندانِ سادات ۱۴۱۴ تا ۱۴۵۱ء) بہلول لودھی ۔ سکندر لودھی ۔ ابراہیم لودھی (خاندانِ لودھی ۱۴۵۱ تا ۱۵۲۶ء) مشہور حکمران ہوئے ۔ جو اپنی فہم و فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے سلاطین دھلی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ۔

اگرچہ بادشاہ خود شرعی قوانین کی بخوبی پابندی کرتے تھے لیکن ان کی حکومت میں اسلامی حکومت نہیں کہی جا سکتی ۔

"صرف ناصر الدین نے ملکی خزانے پر عوام کے حق کو تسلیم کیا ۔ اور اس میں سے اپنی ذات کے لیئے کوئی پیسہ نہ لیا ۔ ورنہ تمام سلاطین اسے اپنی ذات کے لیئے ہی تصور کرتے تھے ... [1]

سلاطین دھلی کے عہد میں نئی طرز کی بے شمار عمارات تعمیر ہوئیں ۔ ان کی عمارتیں ، کشادہ ، ہوادار اور دیدہ زیب ہوتی تھیں ۔ ان میں گنبد ، محراب اور مینار کو بھی درج دیا ۔ مساجد کے محراب ، گنبد اور مینار مسلم ثقافت کی منہ بولتی تصویر تھے ۔

"اس سے قبل ہند و محراب والی عمارتوں سے ناواقف تھے ".... [2]

مینار تو خالص مسلم عمارات کی علامت ہیں ۔ مینار تو مسلم ثقافت کا جزو ہیں ۔ قطب الدین ایبک نے اجمیر کی مسجد "مسجد قوت اسلام" اور قطب مینار جیسی عمارتیں تعمیر کرائیں ۔ التمش نے مسجد قوت الاسلام کو وسیع کیا ۔ اور قطب مینار کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا ۔ اس نے اپنے بیٹے ناصر الدین غازی کا مقبرہ بنوایا ۔

تغلق خاندان کے عہد میں غیاث الدین بلبن ، دہلی شہر کی فصیل اور مسجد بیگم پوری مشہور ہیں ۔ سادات اور لودھی خاندان نے پانچ کونوں والے مقبرے تعمیر کیئے اور ہر ایک کونے پر ایک برجی کھڑی کروائی ۔ اور مقبرے کے گرد برآمدے ہیں ۔ مبارک شاہ محمد شاہ اور سکندر لودھی کے مقبرے اپنی پائداری اور خوبصورتی میں لاثانی تھے ۔

سلاطین دہلی کے عہد میں امیر خسرو نے کئی راگ اور ساز ایجاد کیئے اس دور میں ہندی ، فارسی اور عربی کے امتزاج سے ایک نئی موسیقی نے جنم لیا ۔

[1]: ریاض التاریخ ، ص ۶۱۱ ..... [2]: ایضاً ص ۶۱۶ ،

Marfat.com

عوام میں مذہبی رواداری بہت زیادہ تھی اور وہ ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے۔ مسلمان مستورات میں پردہ کا رواج تھا ہندو عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں، تاہم مسلمان عورتوں کی دیکھا دیکھی ہندو امراء کی عورتوں میں بھی پردے کا رواج ہونے لگا۔

سلاطین دہلی مذہبی علوم کی اشاعت میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ مساجد تعمیر کرانے اور ان میں امام مقرر کرکے بھاری تنخواہیں دیتے تھے۔ شب برات کے موقعہ پر خوب آتش بازی ہوتی، فیروز شاہ تغلق خود وسیع پیمانے پر آتش بازی کا اہتمام کرتا۔ ہندو اسے مقدس آگ سمجھ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

مذہبی امور میں علماء کو کافی اہمیت رہی۔ سلاطین دہلی کے عہد حنفی مسلمان کی اکثریت تھی۔ لیکن شافعی اور مالکی علماء بھی موجود تھے۔ ان میں مذہبی چپقلش کی کبھی نوبت نہیں آئی۔ علماء کو سیاست سے الگ رکھا جاتا تھا۔

"ابن بطوطہ جسے کو محمد تغلق نے دہلی کا قاضی بنایا تھا، مذہباً مالکی تھا۔ اس زمانے کے مسلمان عوام اس اختلاف کو برداشت کر لیتے تھے۔" ... [1]

ہندوؤں کی طبیعت رہبانیت کی طرف مائل ہے اس لیے وہ صوفیائے اکرام کی طرف بڑھ جاتے تھے ... " بعض لوگ مسلمان پیروں اور شہیدوں کی قبروں کی پوجا کرنے لگے"... [2]

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حمید الدین ناگوریؒ شیخ بدر الدین غزنویؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، نظام الدین اولیاءؒ، شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، شیخ جمال الدین تبریزیؒ، حضرت نور قطب عالمؒ اور خواجہ گیسو درازؒ جیسے صاحب کرامت بزرگوں نے سلاطین دہلی کے دور میں غیر مسلموں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور لوگوں کو جوق در جوق مسلمان کیا۔ اگرچہ عوام پر صوفیائے اکرام

[1] : ریاض التاریخ صفحہ ۶۲ ، [2] : رسوم ہند صفحہ ۱۹

Marfat.com

کا اچھا اثر تھا لیکن کبھی انہوں نے سیاست میں حصّہ نہیں لیا۔

مغل گاہے گاہے برصغیر میں یورش کرتے رہتے تھے۔ ۱۲۹۸ء دہلی میں تقریباً دو لاکھ مغل اپنے سردار قتلغ خواجہ کی سرکردگی میں آ پہنچے۔ لیکن علاؤالدین خلجی نے انہیں عبرتناک شکست دی۔۔ مغل پورہ کے تمام مغلوں کو قتل کروا دیا۔ کیونکہ وہ مغل حملہ آوروں کی امداد کرتے تھے۔ محمد تغلق کے عہد میں مغلوں نے بھرپور حملہ کیا اور دہلی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ محمود تغلق نے ہتھیار ڈال دیئے اور انہیں بہت سا روپیہ دے کر لوٹا دیا۔ محمود تغلق کے دور میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا۔ اور محمود تغلق کو شکست دے کر دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ چند روز قیام کے بعد بہت سا مال و دولت لے کر اپنے ملک سمرقند واپس چلا گیا۔ ۱۵۲۶ء ظہیرالدین بابر نے پانی پت کا میدان مارا۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ بابر بھی مغل حملہ آوروں کی طرح واپس لوٹ جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔

راجپوتوں نے جب مغلوں کو پاؤں پسارتے دیکھا تو رانا سانگا ۸۰ ہزار فوج لے کر کنواہہ کے میدان میں اتر پڑا۔ بابر کو دس ہزار فوج نے لشکر جرار کو شکست فاش دی۔ اور وہ شمالی ہندوستان کا مالک بن گیا۔ بابر کے بعد ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہجہاں، اور اورنگ زیب ۱۵۲۶ء تا ۱۷۰۷ یکے بعد دیگرے دہلی کے تخت پر متمکن ہوئے۔ ۱۷۰۷ تا ۱۸۵۷ء تک جنگِ تخت نشینی، عیش و عشرت اور کسمپرسی کے عالم کے بعد آخر ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا

مغلیہ دور میں عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ شہنشاہ دیوانِ عام میں لوگوں کی عرضیاں دیکھتا اور فریاد سنتا۔ دیوانِ خاص میں امراء، وزراء شریک ہوتے۔

"اورنگ زیب ۹۰ سال کی عمر میں بھی دربار لگایا کرتا تھا۔۔" [1]

ہندوؤں کے مقدمات ان کے اپنے رسم و رواج کے مطابق طے کیے جاتے تھے۔

مغل اہل فن و علم کے قدردان تھے۔ خود بھی اہل علم و ادب تھے

[1] ریاض التاریخ، صفحہ نمبر ۲۲۸

Marfat.com

ایران و توران سے ہر فن کے کاملین ان کے دربار میں کھنچے چلے آتے تھے ۔ مغل امراء بھی اہل علم کے قدر دان تھے ۔ خانِ خاناں اور حکیم ابو الفتح گیلانی کے نام قابل ذکر ہیں ۔

" عہد مغلیہ میں علم و فضل کی فراوانی اور قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ مغل شہزادیاں بھی زیورِ علم سے آراستہ اور اہل قلم تھیں ۔ ۔ ہمایوں کی بہن گل بدن بیگم نے ہمایوں نامہ لکھا ، اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء فارسی کی بے نظیر شاعرہ تھی ۔ " [1]

مغلوں کے دور میں فنِ تاریخ نویسی نے ترقی کی ۔ اکبر نامہ ، آئین اکبری ابوالفضل نے سوانح اکبری ، امیر حیدر حسینی ۔ تاریخ الفی ، ملا احمد ۔ منتخب التواریخ ، عبد القادر بدایونی ۔ طبقات اکبری ، نظام الدین احمد ۔ اکبر نامہ ، فیض احمد سرہندی ۔ ماثر رحیمی ، عبدالباقی ۔ یہ عہد اکبری کی فارسی یادگاریں ہیں ۔

مہا بھارت اور رامائن کا فارسی میں ترجمہ ہوا ۔ جہانگیر کے عہد میں ، تزک جہانگیری ، اقبال نامہ جہانگیری ، محمد شریف خان ۔ ماثر جہانگیری مرزا کامگار حسینی نے لکھی ۔ شاہجہان کے زمانے میں ملا عبدالحمید نے بادشاہ نامہ اور مرزا محمد طاہر آشنا نے شاہجہان نامہ لکھا ۔ داراشکوہ نے تصوف پر بہت سی کتابیں لکھیں ۔ بھگوت گیتا کا ترجمہ بھی کیا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر میں مغل خاندان کے موسس اعلیٰ ظہیرالدین بابر نے ادب اپنی گھٹی میں رکھا تھا ۔ تو بے جا نہ ہوگا ۔ تزک بابری لکھ کر بابر نے ادب کی طرح ڈال دی ۔

اورنگ زیب نے فتاویٰ عالمگیری ۔ فقہ کی مستند کتاب مرتب کرائی

اس کے عہد میں محمد ساقی مستعد خان نے ماثر عالمگیری ، میر محمد ہاشم خوافی خان نے منتخب اللباب ، میر غلام حسین نے سیرالمتاخرین تحریر کی ۔ ہندی کا مشہور شاعر تلسی داس بھی مغلیہ دور کا شاعر ہے ۔ بہادر شاہ ظفر خود قادر الکلام شاعر تھا ۔ اردو میں شعر کہتا تھا ۔

اودھے پور کی رانی میراں بائی مشہور شاعرہ تھی ۔ اور ساتھ ہی

[1] ریاض التاریخ ۔ ص ۔ ۶۸۶

Marfat.com

باکمال مغنیّہ بھی تھی ۔ اکبر خود بھی موسیقی کا شیفتہ تھا ۔ دَربار میں گانے والیوں کا ہجوم رہتا تھا۔ میاں تان سین گوالیاری ۔ اکبر کے دَور کا سب سے بڑا گویّا تھا۔ تان سین تب پہلے ہندو تھا بَعد میں مسلمان ہوگیا ۔ جہانگیر بھی موسیقی کا بہت دِلدادہ تھا ۔ اس کے دربار میں پرویز داد ، لکھو حمزہ اور جہانگیر دار چھڑی کے فن کار تھے ۔ محمد شاہ رنگیلے کے عہد کا سدا رنگ دربار ی فن کار تھا ۔ ۔

مغلوں کے فن تعمیر کا جواب نہیں تھا ۔ دہلی کا لال قلعہ ، موتی مسجد آگرے کا تاج محل ، لاہور کا قلعہ اور شاہی مسجد ، شالامار باغ لاہور مغلوں کی تعمیر کا شاہکار ہیں ۔ " اسلامی ہندوستان کا فن تعمیر مغلوں کے عہد میں کمال کو پہنچا ۔" ۱ (عبدالمجید سالک)

دَورِ مغلیہ میں لوگ آسودہ حال تھے ۔ اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ ہندو ذات پات کے پابند تھے ۔ ان میں ستی اور کم عمری میں شادی کا رواج تھا مسلمانوں کی اخوت ، رواداری اور حسن سلوک سے ہندو کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے ۔ ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ ، شیخ یعقوب کشمیری ؒ ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ ، ملا عبدالقادر بدایونی ، شیخ نورالحق ؒ ، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ؒ ، شیخ محب اللہ الٰہ آبادی ؒ ، حضرت شاہ ولی اللہ ؒ اور مرزا مظہر جانجاناں ؒ جیسے نابغہ روزگار پیدا ہوئے ۔ ان کی وجہ سے نہ صرف اکبر کی دست بُرد سے اسلام محفوظ رہا ، بلکہ لاتعداد ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔

مسلمان عورتوں میں پردے کا رواج تھا ۔ ہندو عورتوں نے بھی مسلمان عورتوں کی طرح پردہ کرنا شروع کر دیا ۔ اکبر نے اپنے دور میں ہندو مسلم اتحاد اور رَواداری کے لیے دینِ الٰہی ایجاد کیا ۔ اس سے ہندو مسلم اتحاد کی بجائے اثر معکوس ہوا ۔

۱۔ ریاض الادب صفحہ ۹۱ " ہندوستان میں اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل و توسیع کا انتظام کیا ۔ لیکن افسوس کہ اس نے اپنے دائرہ عمل کو چھوڑ کر مذہبی معاملات میں دخل دیا ۔ اور خوشامدی درباریوں کی واہ واہ میں بعض ایسی بوالفضولیوں کا مرتکب ہوا ۔ کہ آج اس کے سیاسی احسانات بھی فراموش ہو گئے ہیں ۔ ۔ " ۲

Marfat.com

جنوبی ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر زیادہ عرصہ مصروف جہاد رہا۔ اس کے انتقال کے بعد مغلوں میں کوئی لائق حکمران نہیں گذرا۔ جو سلطنتِ مغلیہ کو زوال پذیر ہونے سے روک سکتا... انگریزوں کا تاجر بن کر آنا اور تجارت کے ساتھ ساتھ برصغیر کی سیاست میں عمل دخل مغلیہ سلطنت کو تیزی سے زوال کی طرف لے گیا انگریزوں نے ہندوؤں کی پشت پناہی کی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا۔۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بابِ سوم ——— ہندو ثقافت

آرین برصغیر میں فاتح کی حیثیت سے وارد ہوئے اور انہوں نے دفاع اور تجارت پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں آرین مذہبی لبادہ اوڑھ کر ہر حیلے بہانے سے حکومت کرنے لگے۔ چونکہ آرین اپنی عورتوں کو ساتھ نہیں لائے تھے، اس لیے انہوں نے مقامی عورتوں سے بیاہ کر لیا۔۔ اس طرح مقامی آبادی کا کچھ حصہ ان کی رشتہ داریوں میں منسلک ہو کر ان کے کام میں شریک ہو گیا۔ اور ویش طبقہ وجود میں آگیا باقی آبادی مردود ہو کر شودر کہلانے لگے۔

برہمن بڑی دیدہ ور قوم ہے، اس نے اک نیا فلسفہ تشکیل دیا اور برصغیر کو طبقات میں تقسیم کرنے کا اک نیا تصور دیا۔

"ہندو کی سب سے پرانی کتاب رگ وید میں لکھا ہے۔ کہ برہمن لوگ برہماجی کا منہ، چھتری ان کے بازو اور ویش ان کی رانیں ہیں اور شودر ان کے پاؤں سے نکلے ہیں۔ منہ سے مراد بولنے والا" یعنی اچھا برا بتانے والا۔ بازو سے مراد لڑنے والا اور پاؤں سے خدمت مراد ہے یعنی شودر (خدمت کرنے والا)"[1] اس سے پتہ چلا کہ برہماجی کی شکل و صورت انسان کی سی ہے۔ بلکہ وہ انسان ہی ہیں۔ اور وہ برہمن کے جدِ امجد ہی کہے جا سکتے ہیں۔

"کوئی شخص دیوتا کا روپ دھار لیتا ہے۔ اور وہ اپنی ثقافت میں نیا پر لگا لیتا ہے۔"[2] ... مہاتما گاندھی ہمارے زمانہ کی ایسی ہی شخصیت تھے۔

برہمن نے برصغیر کو تسخیر کر لیا تھا۔ یہاں ان

[1] = رسوم ہند، ص ۱ ——— [2] قدیم تہذیب اور جدید انسان: ص ۷۹

Marfat.com

نسل چل نکلی۔ برّصغیر ایک زرخیز خطہ ان کے زیرِ تسلط تھا۔ اور وہ یہیں کے باشندے ہو گئے تھے۔ اور پھر ان کی فوجی قوت بھی روز افزوں زوال کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس میں کچھ دخل آب و ہوا اور یہاں کی عورتیں، جن سے بیاہ رچا کر نسل پیدا کی تھی۔

"ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اصل میں ہندوستان کے باشندے نہیں ہیں۔ بلکہ کسی زمانے میں پچھم کی طرف سے آئے تھے۔ اور انہوں نے آہستہ آہستہ سارے ملک کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر ان لوگوں کے جو پہلے سے اس ملک میں رہتے تھے، اپنا فرمانبردار بنا کر ان کا نام شودر یعنی خدمت گار رکھا ..[1]

چاروں ذاتیں اقتدار میں ایک دوسرے سے خائف رہتی تھیں۔ انہوں نے کاموں کی تقسیم کر لی۔ مذہب جو عقائد، جذبات و احساسات سے متعلق ہے برہمن کے فرائض میں فوجی خدمات کھشتری، تجارت اور کھیتی باڑی ویش اور خدمت گذاری شودر کے حصہ میں آئی۔ دھرم شاستر جو نوسو برس قبل مسیح کی تصنیف کہی جاتی ہے، میں ہے کہ "... برہمنوں کو اور ذات کے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا منع نہیں ہے.. لیکن ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسا اب دستور ہے ویسا ہی منوجی کے زمانہ میں بھی چاروں ذاتیں کھانے میں شریک نہ تھیں ..".[2]

ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے جنسی تعلقات قائم کر لیتے ہیں اور پھر اپنی نسل کی طہارت اور خالص ہونے پر مصر رہتے ہیں۔ " آج کل اگرچہ آزاد جنسی تعلقات مختلف قوموں اور نسلوں کے افراد کے مابین کھلم کھلا قائم کر لیتے ہیں۔ پھر بھی ہم بے باکی و ڈھٹائی سے "خالص نسل" نسلی طہارت کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہیں ..".[3]

[1] رسوم ہند صٓ [2] ایضاً صٓ [3] قدیم تہذیب اور جدید انسان ص ۲۳۔

Marfat.com

دورِ جدید کے ہندوؤں نے ذات پات کے بندھن کچھ ڈھیلے کیے ہیں، ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں نہرو نے اچھوتوں کو ووٹوں کے لیے بھائی قرار دیا۔ انہوں نے بھی اپنی اقتصادی حالت مضبوط کر کے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے تھے۔ اور ڈاکٹر امبیدکر جیسے لیڈر بھی میسر تھے۔ بعض شودر فقیروں کا روپ دھار کر دوسرے علاقوں میں چلے جانے اور ٹونے ٹوٹکے سے برہمن کے وقار کو کم کرنے لگے۔

"ان ذاتوں کے علاوہ ایک اور نئی ذات ایسی نکلی ہے کہ جس نے برہمنوں کی بزرگی میں خلل ڈالا ہے۔ اس ذات میں فقیروں اور گسائیوں کے طرح طرح کے فرقے شامل ہیں۔"[1]

"پرانوں کے موافق سب ہندو جانتے ہیں کہ خدا ایک ہے جیسے نارائن یا بھگوان کہتے ہیں، لیکن اس کی پوجا کوئی نہیں کرتا۔۔ اور بھگوانوں کے تینوں سرداروں برہما جی (پیدا کرنے والا) وشن جی (پالنے والا) اور شو جی (مارنے والا) کو مانتے ہیں مگر ان میں وشن جی اور شو جی کو پوجتے ہیں۔۔۔"[2]

بدھ مت کے سایہ میں ایسی حکومت قائم ہوئی جس میں اوتاروں کی بھرمار اور مورت پرستی کا دور دورہ دکھلائی دینے لگا۔ سنگھوں کی فضا بدل رہی ہے۔ اس میں بدعتیں اور رسومات یکے بعد دیگرے نظر آ رہی تھیں۔ (ہندوستانی تمدن ۔ الفنسٹن ۔ انڈیا)

ہندو ضعیف الاعتقاد ہے۔ وہ ہر طاقت کے سامنے سر جھکا دیتا ہے، اس میں بیچارے کی اس زندگی کا دخل ہے جو شاید روزِ آفرینش سے محکومی کا شکار رہی ہے۔ آریوں کی آمد سے لے کر تقسیمِ ہند تک ہندو ہمیشہ غلامی اور محکومی کی زندگی بسر کرتا رہا ہے۔ اس لیے وہ ہر قوت کے سامنے گردن جھکا دینا سیکھ گیا ہے۔ اس نے طاقت کو پوجا اور عبادت میں شامل کر لیا ہے۔ ہندو کی ظاہر کتے

[1] رسومِ ہند ص ۵
[2] " " ص ۱۵

Marfat.com

زندگی پر طاقتیں اتنی مسلط رہی ہیں کہ ان کا پرتو باطنی زندگی میں بھی رچ بس گیا ہے۔

"طلوع اسلام کے وقت بھی ستاروں، سیاروں، پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، حیوانوں، سانپوں، پتھروں اور شرمگاہوں کی پرستش ملک ہندوستان میں رائج تھی۔"

سندھ کے راجاؤں میں ایسی مثالیں موجود تھیں کہ حقیقی بہنوں سے انہوں نے شادیاں کیں۔ جب راجاؤں اور حکمرانوں کی حالت یہ تھی تو عوام کی بدتمیزیاں اس سے بھی آگے ہوں گی۔"

(تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ص۔)

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کی تعداد چار ہے۔ جن کو وید کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ "ہوا۔ آگ۔ پانی۔ زمین۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ اور بعض نیکیاں مثلاً انصاف حکمت سب کے سب دیوتا ہیں۔ ان کی پوجا کرنے سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں"[1]

حکمران طبقے نے ہندو کو اس قدر دبایا کہ وہ انسانیت کے وقار سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسے فلسفہ گوسفندی کا درس دیا گیا۔ مسکینی اور کمزوری اس کی طبیعت کا جزو بن گئی۔ اب وہ حکمرانوں کی پوجا پر بھی تیار ہو گیا۔ ان کی زندگی میں ڈرتے تو تھے ہی، مرنے پر بھی ڈر دور نہ ہوا۔ مغل حکمرانوں نے بھی ہندو کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ اور جھروکے میں بیٹھ کر درشن دیتے رہے۔ اور ہندو بے چارہ دور دور سے نہا کر درشن لیتا رہا۔ "اکثر گاؤں والے ان مردوں کو جو زندگی کی حالت میں ان کے گاؤں میں زبردست تھے۔ اپنے گاؤں کے نگہبان جان کر پوجتے تھے"[2]۔ ہندو نے غلامی اور زیردستی کی زندگی بسر کی ہے۔ اس لیے وہ سب سے زیادہ خائف حضرت انسان سے ہے۔ اسی کو جبار و قہار اور علیٰ کل شیئ قدیر خیال کرنے لگا ہے۔ خدا کو بھی انسانی شکل کے مشابہ فرض کر لیا ہے۔ کیونکہ بعض عورتیں مردوں سے بھی قوت میں بڑھی ہوتی ہیں اور وہ مردوں پر بھی حکومت کر چکی ہیں، حسن ایک قوت ہے اس کے

[1] رسوم ہند ص۔ ، [2] رسوم ہند ص ۱۹

Marfat.com

کرشمہ سازی نے گل کھلائے ہیں، لیکن بہت سی عورتیں ملکہ حسن ہونے کے ساتھ ساتھ قوتِ بازو کا لوہا بھی منوا چکی ہیں۔ ہندوؤں نے رضیہ سلطانہ، نورجہاں، چاند بی بی اور رانی جھانسی کا حسن اور قوت دونوں دیکھے تھے۔ ہندو اس صنف کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے اس کی پوجا کی اور عقیدت سے اپنا سر اس کے پاؤں میں رکھ دیا۔

"اکثر ہندو بعض دیوتاؤں کی استریوں کی پوجا بھی کرتے ہیں، مثلاً لکھمی جی، سرسوتی جی اور پاروتی جی۔ جوکہ وشن جی، برہما جی اور شیوجی کی استریاں ہیں۔ پاروتی جی اکثر دیوی بھوانی اور درگا بھی کہلاتی ہے۔" [1]

ہندو دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے پوجا پاٹ اور پن بھی کرتا ہے۔ اپنے عقائد و رسوم کے تحفظ کے لیے مندر اور دھرم شالے بھی تعمیر کرتا ہے۔ مندر اکثر تنگ و تاریک تعمیر کیے جاتے ہیں۔ شاید اس سے مراد ہندو ازم کو فروغ دینا نہیں بلکہ اس کا دفاع اور تحفظ ہے۔

ہندو کا یہ عقیدہ کہ یہ دنیا کبھی ختم نہیں ہوگی بلکہ یہ ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور انسان بھی جون تبدیل کرتا رہتا ہے۔ جو اس جنم میں پن کرتا ہے، وہ اگلے جنم میں اچھی جون پائے گا، اس طرح جونیں بدلنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ "وہ اس جنم کی سزا اور جزا و کچھ عرصہ پاکر دوسری جون اپنا کر اس جہانِ آب و گِل میں آموجود ہوتا ہے۔" "منوجی کے دھرم شاستر کے موافق پرانوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ آدمی مرنے کے بعد سورگ یا نرگ میں جاتا ہے۔ وہاں آرام یا تکلیف اٹھا کر جونیں بدلتا ہے۔ اور دھرم شاستر و پرانوں کے موافق تمام ہندو اس بات کو مانتے ہیں کہ دنیا بار بار پیدا ہو کر فنا ہوتی ہے۔" [2]

حیات بعد الممات سے خیر و شر کا تصور جنم لیتا ہے۔ ہندو برہما جی کو چھوڑ کر وشن جی اور شیوجی کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کی اقدار جس طرح پیچیدہ ہیں، اسی طرح نظریہ خیر و شر میں بھی گنجلک ہے۔ کبھی پیغمبر کے سبنے

[1] رسوم ہند ص ۱۹ [2] رسوم ہند ص ۱۹، ص ۱۴

Marfat.com

ہوئے گاؤں میں دیوتاؤں کے حضور رقص پیش کرکے نروان حاصل کرتے ہیں۔ تو کبھی عورت اور مرد کی شرمگاہ کے سامنے جھکتے ہیں۔

" ہندوستان کے اندر ایک ایسا مذہب پیدا ہوگیا تھا جو صرف خواہشات نفسانی پر مبنی تھا۔ جس میں شراب کی پوجا کی جاتی۔ اور ایک برہنہ مرد کے ہاتھ میں تلوار دے کر اس کو مہا دیو کہہ کر، اور ایک ننگی عورت کو دیوی قرار دے کر ان مرد اور عورت کی پوجا کی جاتی۔"

(ستیارتھ پرکاش سمولاس ص ۳۴۸) (مسلم ثقافت ہندوستان میں ص ۱۶، عبدالمجید سالک)

کبھی لکھشمی جی، سرسوتی جی اور پاربتی جی کے چرنوں میں دودھ چڑھاتے ہیں اور انہیں دودھ سے غسل دیتے ہیں۔ کبھی ایک لنگوٹ سے گیان اور نروان حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح وہ خدا، زندگی، طاقت اور سرچشمۂ طاقت کا صحیح تعین نہیں کر سکے بعینہٖ وہ خیر و شر میں بھی آواگون ہیں۔ "خیر و شر کے بارے میں اس کے ذاتی تصورات اسکی ثقافت کی مخصوص رسم روایات سے تعلق ضرور رکھیں گے"[1] ہندو کی زندگی مسکینی اور دغل و فریب کی زندگی ہے۔ وہ ہمیشہ داؤ پر رہتا ہے اور چھپ کر وار کرتا ہے۔ محاورہ "بغل میں چھری منہ میں رام رام" تو ضرب المثل بن کر رہ گیا ہے۔ ہندو مذہب میں جہاد کا تصور نہیں بلکہ بعض ہندو تو کیڑوں کی زندگی کے تقدس کے بھی قائل ہیں۔ غلامی کی زندگی کا ہندو خوگر ہو چکا ہے کیونکہ وہ عزت کی زندگی سے ناواقف ہے۔ اس لیے باوقار زندگی اور آزادی کے لیے زندگی کا نذرانہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (تقسیم سے قبل فوج میں مسلمانوں کا تناسب ۵۶٪ تھا جبکہ آبادی کا تناسب ۲۶٪ تھا۔)

ہندو بنیا مسلمانوں کے پورے گاؤں کا ساہوکار ہوتا تھا۔ اپنی چرب زبانی اور مکر و فریب سے مسلمانوں کو سود در سود کے گرداب میں پھنسائے رکھتا تھا۔ سودی کاروبار جائز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں سے سود وصول کرنا عین پُن سمجھتا تھا۔ ہندو تجارت کے گُر سے واقف ہے۔ وہ ہر حیلہ بہانہ روا رکھتا ہے

[1]: قدیم تہذیب اور جدید انسان ص ۱۳

Marfat.com

اس طرح ناجائز کمائی سے دھرم شالے اور مندر بنا کر اپنی آتما کی تسکین کرتا ہے۔

"بدھ مت اور برہمنیت دونوں مذاہب نے آخر کار مادیت اور لادینیت کے سامنے سپر ڈال دی۔ اور زندگی سے کنارہ کش ہو کر عبادت گاہوں اور تیرتھ گاہوں میں پناہ لی۔ اور رسوم و عادات اور ظاہری اشکال میں محصور ہو کر رہ گئے۔"

(تاریخ دعوت و عزیمت: مولانا سید ابوالحسن ندوی ص ۳۵)

ہندو پروہتوں کی ہیلہ سازیوں کا ماتم کرتے تھے۔ چھوٹے مندر اپنی کسمپرسی کا رونا روتے تھے۔ تو بڑے مندر عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے۔ ناکتخدا دوشیزائیں مندروں کی نظر ہونے لگیں۔ وہ صرف اس لیے پنڈتوں کو سونپ دی جاتی تھیں کہ ان کے والدین دوسری جون میں بہتر مخلوق میں پیدا ہو سکیں۔ مندروں میں شراب کا دور چلتا، حسن و شباب کے جام چھلتے تو شراب کی مخموری اور شباب کی مستی سے بوڑھا پروہت بھی جھوم جاتا۔ باکرہ اس انتظار میں رہتی کہ آج رحمت سے رنگی جائے آخر ایک ایک کر کے داسیاں مقدس ہاتھوں کی بھینٹ چڑھ جاتیں اور سورگ میں جانے کا، اور والدین کو بھی ساتھ لے جانے کا پرمٹ حاصل کر لیتیں۔

پروہتوں کے ہاتھ نہ صرف چھلکتی جوانیوں تک پہنچتے بلکہ ان کے قدم سیم و زر پر پڑتے۔ وہ غریب حسن کی دیویوں کو مال و دولت سے نہال کر دیتے۔ ہاں! البتہ عصمت کا نگینہ ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو جاتا۔ لیکن جب اسے پُن خیال کیا جائے تو کسی کو انگشت نمائی کی جسارت نہیں ہوتی۔ غریب کی بیٹی تو کبھی کبھی شرف قبولیت پاتی کیونکہ ان میں حسن و رعنائی اور نمازت تو ہوتی، مگر وہ شوخیاں، وہ چونچال اور سرمستیاں جو حسن کا خاصہ ہیں، وہ کہاں۔ یہ بے چاریاں حسن و صورت کی بے حس مورتیاں ہاتھ جوڑے پروہت جی کے چرنوں میں بیٹھی اپنی جوانی سرد کر لیتی تھیں۔

"ایک چینی سیاح لکھتا ہے کہ ہندوستان کا ایک بھی گھر قسم کھانے کو بتوں سے خالی نہ تھا۔ بام راگیوں کے پلید

مہ

Marfat.com

اور حیا سوز مسلک نے ملک کے ہر حصہ میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ زناکاری کے لیے مصریوں کی طرح اصول و قواعد مقرر ہو کر داخل مذہب کر لیے گئے تھے۔
(تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ)

مندر کے خاص کروں میں حسیناؤں کے جھرمٹ میں پروہت اپنی ظاہریت اور پرہیز گاری کا لبادہ اتار کے عصمت کی پریاں تار تار کر دیتا۔ ان لڑکیوں کے لیے کوئی راہِ فرار نہیں تھی۔ بڑے بڑے راجے اور مہاراجے نہ صرف دولت کے انبار پروہت کے سپرد کرتے بلکہ اپنی بیٹیوں کو بھی دیوی کے چرنوں کی بھینٹ چڑھا دیتے۔ دھرم کی آڑ میں پنڈت عشق و مستی کی ہولی کھیل رہے تھے اور ہندو آنکھیں موندے سب کچھ مذہب کے نام پر قربان کر رہا تھا۔

یہاں سیم و زر کی مورتیاں بن رہی تھیں اور حسن کے پیکر ان بے روح مورتیوں پر قربان ہو رہی تھیں۔ خدا کا گیان دینے والے اور معرفت و روحانیت کی منازل طے کرانے والے سیم تنوں کی قیمت لگا رہے تھے۔ شراب میں مدہوش لڑکیاں پروہت جی کے گرد رقص کرتے ہوئے معرفت اور رمزیہ گفتگو کرتیں۔ حاضرین اسے پنڈت جی کی دیا کی تعریف کرتے۔ روح سے فیض "یہ ایک ایسی وجدانی کیفیت (سکتہ یا حال) ہے جو کمزور مردوں پر بالعموم اور حسین عورتوں پر بالخصوص یک بیک نازل ہوتی ہے۔ مثلاً ..... لچھمی جی، سرسوتی جی، درگا جی کی مورتیوں میں حسین دوشیزائیں بیٹھ کر اپنی مسحور کن آواز سے فریاد رسی کرتیں اور شکستہ دلوں پر رسیلی آواز سے میاں بکھیرتیں۔
سومنات کا مندر نہ صرف اندر کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔

"شو جی کے ماننے والے جابجا ان کے لنگ (عضوِ مخصوص) کی پوجا کر رہے تھے۔ خود سومناتھ کے مندر میں بھی لنگ ہی نصب تھا۔ (اور اب تک نصب ہے) تمام مندروں میں ہزاروں دیو داسیاں رقص و سرور میں مصروف رہتیں۔ یہ سب

ے : قدیم تہذیب اور جدید الشان صفحہ

Marfat.com

مندر فحش کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔" ... [1]

بو صغیر کی دولت سمٹ کر یہاں چلی آئی تھی۔ یہ مندر راجاؤں کو مالی امداد اور حسن کی دیا دیا کرتے تھے۔ ہندوستان میں ایک سومنات نہیں، جگہ جگہ ہی درود وظیفہ جاری تھا۔ اور ہر جگہ پروہت کی دیاوشت حسن و جمال پر اور ہاتھ سیم و زر تک پہنچ رہا تھا۔

"؛ ناچ کے اختتام پر جب پروہت اور پجاری وہاں سے چلے گئے تو روپ متی کے استاد نے اس سے کہا "آج پروہت جی تم سے بہت خوش تھے، مجھے یقین ہے کہ وہ کامنی کے بعد تم کو مندر کی دیوی بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں ..." [2]

"؛ روپ متی : مندر کی دیویاں جیتے جی مہا دیو کے چرنوں سے کیسے پہنچ جاتی ہیں؟ رام ناتھ نے پوچھا! رام ناتھ ایسی باتیں سوچنا پاپ ہے۔" ... [3]

"! اگلی رات کے تیسرے پہر مندر میں ناقوس اور گھنٹیوں کی صدائیں اور پجاریوں کے بھجن اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ مندر کی دیوی مہا دیو کے چرنوں میں پہنچ چکی ہے ..." ... [4]

"! کیسی گستاخی! تم مندر کی دیوی ہو اور میں تمہاری سیوا کے لیے ہوں۔ پروہت نے یہ کہہ کر دروازہ بند کر دیا اور کنڈی چڑھا دی"! [5]

ایسے واقعات ہر مندر میں روزمرہ کا معمول بن چکے تھے۔ مندر کی دیوی بننے کے لیے ان مراحل سے گذرنا ضروری تھا۔ رقص و سرور سے پروہت کے جذبات ابھارنے، کیف و مستی میں اپنے حسین و سڈول جسم کو پیش کرنا، اپنے نازک ہاتھوں سے بلوریں جام ہتھیلی پر رکھ کر مسکرانا۔ سینہ سے لگ کر نازک سے لب پروہت کے موٹے موٹے ہونٹوں پر رکھ کر

[1] : مسلم ثقافت ہندوستان میں ۔ صہ۴۱

[2]، [3]، [4]، [5] آخری معرکہ صہ۳۴۶، صہ۳۴۸، صہ۳۸۱، صہ۳۸۸

Marfat.com

اَپنے آپ کو مہادیو کے چرنوں میں نچھاور کر دینا سعادت سمجھی جاتی تھی۔

"اس میں شک نہیں کہ تمام مندروں میں پیشہ ور عورتیں ناچنے کے لیئے اپنی زندگی کو وقف کئے ہوئے تھیں۔ خاص کر شو جی کے مندروں میں رسم عام تھی۔ اور راجہ ان مندروں سے خاص آمدنی حاصل کرتے تھے۔"... البیرونی ! (مسلم ثقافت ہندوستان میں) " صد ۳۹

گنگا اور **جمنا** اپنی روانی میں برصغیر میں اپنا جواب آپ ہیں۔ ہندو گنگا میں نہا کر اپنے پاپ دھوتے ہیں۔ دریاؤں میں گنگا جی اوّل درجے پر ہیں۔ جمنا دوسرے درجے پر، اور ہندو لوگ ان دونوں کو عورت کی صورت میں خیال کرتے ہیں[1] جس طرح ماں، بیوی، بہن اور بیٹی سراپا رحمت ہوتی ہیں بعینہ گنگا جی گنہگاروں کو اپنی گود میں لے کر نہلا دھلا کر، منگھی کر کے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ بقول شخصے ہندوؤں نے گنگا سے بڑا دریا نہیں دیکھا تھا، اگر نیل وفرات دیکھ لیتے تو گنگا جی کا تقدس بھول جاتے۔ ہندو گنگا جی کی دھرتی چھوڑنا گناہ خیال کرتے تھے۔ لیکن انگریزوں کے عہد میں سات سمندر پار کا سفر کرنے لگے۔ سمندر میں قدم شاید اس لیئے نہیں رکھتے تھے کہ اس میں گنگا اور جمنا جی کا مقدس پانی ملا ہوا تھا۔

"تب پہلے گیان چند سجان سنگھ کو سب سے بڑے مندر میں لے گیا وہاں دروازے کے سامنے کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور ان میں سے سب سے اونچی سیڑھی پر رام چندر جی اور ان کے بھائی لچھمن جی اور استری سیتا جی کی مورتیں جو پتھر کی بنی ہوئی تھیں، اچھے اچھے کپڑے اور گہنا پہنے ہوئے رکھی ہوتی تھیں۔ دوسری سیڑھی پر کرشن جی کے بچپن کی کئی باتوں کی مورتیاں دھری تھیں.. اور تیسری پر کالے پتھر جو کسی دریا سے نکلتے ہیں اور جن کو وشن جی کا اوتار جان کر سالگ رام،

[1] : رسوم ہند۔

Marfat.com

کپڑے میں ، رکھے تھے ۔ دائیں ہاتھ کی طرف ایک کوٹھری میں مہادیو کی پرتما دھری تھی ۔ وہاں کے درشن کر کے گیان چند نے سبحان سنگھ کو سب مندروں کے درشن کرائے ۔ ایک میں بدیوجی اور ان کی استری کی مورت تھی ۔ دوسرے میں گنگاجی کی ، تیسرے میں کرشن جی اور رادھاجی کی ، چوتھے میں لچھمی نارائن جی ۔ جو وشن جی کے اوتار ہیں ۔ پانچویں میں وشن جی کے اوتار بدری ناتھ جی ، چھٹے میں مہادیو جی کے اوتار کدارناتھ جی ساتویں میں ہنومان جی کی مورتیاں تھیں ۔ ان بڑی بڑی مورتیوں کے علاوہ ہر ایک مندر میں بہت سی چھوٹی چھوٹی مورتیں بھی تھیں اور کہیں کہیں تصویریں بھی لگی ہوئی تھیں ۔ اور بعض مندر شیشوں سے جگمگا رہے تھے ۔" [1]

ایک دوشیزہ اپنے دھنی کے ملنے کے لیئے گنگا مائی سے مراد مانگ رہی ہے ۔ کیونکہ اس کا تعلق صنف نازک سے ہے ۔ اس لیئے اسے دوشیزہ کے جذبات کی قدر ہے ۔

" ہے گنگا مائی ! جو میرا دھنی آجاوے تو میں ، سوا من دودھ کی دھار چڑھاؤں ۔" [2]

" جب کسی کے اولاد نہیں ہوتی یا ہو کر مر جائے ہے تو وہ کہتا ہے کہ جو اب کے میرا لڑکا ہو کر جیتا تو گنگا مائی پر چڑھاؤں گا سو یہ لوگ اپنے بیٹوں کو گنگا مائی پر چڑھانے آتے ہیں ۔ گنگاجی ایسی ہے جہاں سب آویں ہیں ۔ دیکھ جب کسی عورت کا

---

[1] رسوم ہند ، ص ۔ ۴۵ [2] ایضاً ، ص ۔ ۵۱

Marfat.com

مالک مر جاتے ہے تو جب تک وہ اپنے رنڈاپے کے کپڑے گنگا جی میں نہیں ڈالتی تب تک پوتر نہیں ہوتی ۔ جس کے ماں باپ مر جائیں ، وہ بھی گنگا جی اشنان کرنے آموئے ہے ۔ ۔ اور یہاں آن کر بھدّر ہووے ہے ۔ اور پنڈ دان کرے ہے اور بیٹے کا بیاہ کرکے بھی لوگ گنگا جی کے اشنان کرتے ہیں ۔ سُعد ۔ ۱

ہندوؤں کے تہواروں کی فہرست خاصی ہے ۔ ایک مختصر فہرست اور چند ایک کی تفصیل یوں ہے ۔

۱ :۔ لوہڑی ۔ موسم کی تبدیلی پر پورے بھارت میں منائی جاتی ہے ۔

۲ :۔ گنیش جنم چوتھ ۔ اس دن گنیش جی کا جنم آدھی رات گذرنے پر چوتھ میں ہوا تھا ۔

۳ :۔ بسنت پنچمی ۔ اس دن سرسوتی اور وشنو بھگوان کی پوجا ہوتی ہے ۔

۴ :۔ سیتا جنم اشٹمی ۔ اسدن سیتا جی کا جنم جنک پوری میں ہوا تھا ۔ استریوں کو پتی برت دھرم ملتا ہے ۔

۵ :۔ ہولی :۔ موسم کی تبدیلی ۔

۶ :۔ بساکھی ۔ اسدن گنگا اشنان کا بڑا اہتمام ہے

۷ :۔ پرشرام جینتی ۔ اسدن پرشرام کا جنم ہوا تھا اور اس کا پوجن ہوتا ہے

۸ :۔ شنکر اچاریہ جینتی ۔ اسدن شنکر اچاریہ جی نے اوتار دھارن کیا تھا ۔

۹ :۔ گنگا جنم ستی ۔ یہ دن گنگا جی کے جنم دھارن کی خوشی میں منایا جاتا ہے ۔

۱۰ :۔ کورم جینتی ۔ اس دن وشنو بھگوان نے کچھوے کا اوتار دھارن کیا تھا ۔

۱۱ :۔ گوتم جینتی ۔ اس دن گوتم جی کا جنم ہوا تھا ۔ اور اسی دن ان کا پرلوک گمن ہوا تھا ۔

۱۲ :۔ گنگا جنم دسمی ۔ بدھ وار نچھتر میں گنگا جی سورگ لوک سے پرتھوی پر آئے تھے ۔

۱۳ :۔ بیاس پوجا ۔ اسدن بیاس دیوی کا جنم ہوا تھا ۔ گورو اور برہمن کا پوجن ہوتا ہے ۔

سُعد ۱ ، رسوم ہند صفحہ ۵۱

Marfat.com

۱۴:۔ ناگ پنچمی ۔ اس دن ناگ (سرپ) کی پوجا ہوتی ہے ۔

۱۵:۔ رادھا اشٹمی ۔ یہ دن رادھا جی کے جنم دن پر منایا جاتا ہے ۔

۱۶:۔ شری ہنومان جنم ۔ منگلوار سواتی نچھتر میکھ لگن میں انجنی کے گربھ سے پون پتر ہنومان کا جنم ہوا تھا ۔

۱۷:۔ گوپ اشٹمی ۔ اس دن شام کے وقت پھول کا ہار گئو ماتا کے گلے میں ڈال کر اسے مٹھائی کھلاتے ہیں ۔

۲۰ ہولی ماتا کیا ہوتے ہے ایک راچھش تھا ، ہرناکس اس کا پوت ہرلاد سدا سدا رام رام جپا کرتے تھے ۔ پر باپ ، یہ چاہے تھا کہ وہ رام کا نام نہ لیا کرے ۔ اور اس نے اپنی ساری نگری میں یہ ڈھنڈورا پھیر دیا تھا ۔ کہ جو کوئی رام کا نام لے گا اس پر بہت سا ڈنڈ ڈالا جائے گا ۔ تو جانے ہی ہے ۔ ٹھاڑے کا راج سر پر ، سب مان گئے ۔ پر اس کے پوت نے جو رام کا بھگت تھا ، نہ مانا ۔ پھر تو راچھس کو کرودھ آیا ۔ اور من میں بچارا ۔ جو یہ کسی طرح مر جائے تو اچھا ہے ۔ پہلے تو اسے ، ایک پہاڑ سے نیچے ڈال دیا ۔ پر وہ نہ مرا ۔ پھر اُپایے کیے ، پر کچھ نہ ہوا ۔ تو ان اس کی بہن بولی ، لاؤ میں اس کو آگ میں لے کر بیٹھ جاؤں ۔ میں تو بچ رہوں ، یہ جل جاتے گا ۔ میں نہیں جلنے کی ۔ پر بھی رام کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ تو جل گئی اور رام نے ہرلاد کو بچا لیا ۔ تب سے لوگ ہولی کو پوجتے ہیں ۔ جب ہولی پھک چکی اور آگ میں سے شعلے اٹھنے بند ہو گئے تو ایک شخص جلتا ہوا اُپلا اپنے ہاتھ میں لے کر کسی کنوئیں کی طرف دوڑا گیا اور ایک سانس میں وہاں ڈال کر الٹا چلا آیا ۔ اور آتے جاتے کہیں دم نہ لیا ۔ اس عمل سے اس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح یہ جلتا ہوا اُپلا ٹھنڈا ہوا ہے اسی طرح ہم بھی ٹھنڈے رہیں ۔ بعض آدمیوں نے ان ہاروں کی راکھ جو لڑکوں نے ہولی پر چڑھائے تھے ، تبرک سمجھ کر اس غرض سے اپنے پاس رکھ چھوڑی کہ جب کسی کے سر میں درد ہو تو وہ اس کے ماتھے پر لگا دیں ، اور جو بالیں جاٹوں نے ہولی کی آگ پر بھونی تھیں ، ان کے دانے ہر ایک شخص نے اناج کی کوٹھی میں

Marfat.com

ڈال دیتے کہ کسی طرح اس کی کمی نہ ہو۔" "عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر ہو بیٹھیں اور جو شخص ان کے مکان کے نیچے ہو کر گذرا، اس پر رنگ ڈال دیا۔ بلکہ کیچڑ اور گوبر بھی خوب پھینکا۔۔" [1]

ناگ پنچمی کا دن منانے کیلئے عورتیں اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتی ہیں۔ اور گھر میں طرح طرح کے پکوان بناکر جشن مناتی ہیں۔ ناگ پنچمی کو دن بھر برت رکھ کر شام کو بھوجن کیا جاتا ہے۔ اسدن گھر کی دہلیز کے دونوں طرف گوبر کا سانپ بناکر گھی، دہی، دودھ شہد، دھوپ، سپاری، دوردا سے ناگ پوجا کرنے سے سانپ وغیرہ کا خوف نہیں رہتا ہے۔

بدھ وار پنچمی کو آن کوٹ کے روز صبح تیل مل کر اشنان کریں، گیو کا پوجن اور اپنی حیثیت کے مطابق پکوان بناکر شری کرشن جی کی پوجا کرنی چاہیئے۔ شام کو بلی پوجا کرکے دیپ دان کرنے کا دھان ہے۔ دوج کو بھائی، بہن جمنا یا ندی پر جاکر اشنان کرکے یسم پوجا کریں۔ پھر بھائی بہن سے ٹیکا لگوا کر بہن کے یہاں چاول کھائے۔ بھوجن کے بعد بھائی بہن کو کپڑے گہنے دے کر خوش کرے۔

" بھردیں چکر" کے موقع پر مرد، عورت ایک جگہ جمع ہوتے۔ مرد ایک ایک عورت کو مادر زاد برہنہ کرکے پوجا کرتے اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتیں۔ اس موقعہ پر شراب پی جاتی۔ اور بدمست ہو کر کوئی کسی کی عورت کو، کوئی کسی دوسرے کی لڑکی کو، اور کوئی کسی کی یا اپنی ماں، بہن، بہو وغیرہ کو پکڑ لیتا اور جس کے ساتھ چاہتا بدفعلی کرتا۔"

"ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند۔ گیارہواں سمولاس"

ہندو جس چیز میں کوئی خوبی دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ گائے دودھ دیتی ہے، اس سے بچے پلتے ہیں۔ لہٰذا گائے ماتا ہے۔ دھرتی جس پر ہمارا بسیرا ہے۔ یہ بھی ماتا ہے۔ پیپل کا درخت اور اس کی چھاؤں انسانی صحت کے لیے مفید

[1] رسوم ہند ص۱۱۶، ص۱۱۱

Marfat.com

ہے۔ لہٰذا وہ بھی مقدس ہے۔ ہندو کی فطرت طبیعت کی ضد ہے۔

" ہم نے کسی ہندو لڑکے کو جو اسلامی ملکوں میں نیا آیا ہو، اور اس ملک والوں کے طریقے کا مشتاق نہ ہو، ایسا نہیں پایا جو اپنے آقا کے سامنے ہمیشہ کھڑاؤں کو اس کی اصل وضع کے خلاف یعنی داہنے پاؤں والی کو بائیں کے لیے نہ رکھتا ہو۔ کپڑا الٹا نہ تہہ کرتا ہو فرش الٹا نہ بچھاتا ہو۔ اور اسی قسم کی باتیں، جس کا سبب یہی ہے کہ اس کی فطرت میں طبیعت کی مخالفت ہے۔"

البیرونی، کتاب الہند [1]

ہندو کی مذہبی اور ادبی زبان سنسکرت اور ہندی ہے۔ اسی میں ان کے بھجن، ادب اور شاعری ہے۔ ہندوؤں کی اپنی تاریخ ہے جس میں انسانیت کا شجرہ ہنومان سے ملتا ہے۔ ہنومان بندر کی شکل کا ہے۔ موجودہ انسانیت ہنومان کی نسل سے ہے۔

یہ سرو قد لالہ رخ اس کی نسل سے حسیں، ہو
کوئی ذی عقل بتائے ہم اس کی اصل سے ہیں؟ نشتر

ہندوؤں کی اپنی تاریخ اتنی ہی پیچیدہ ہے، جتنا کہ ان کا دھرم، ان کی تاریخ کا ہیرو وہ ہے جو اپنی مسکینی اور رہبانیت چھوڑ کر طاقت سے ٹکر لے لے۔ ہر غیر ہندو فاتح اور حکمران ان کا دشمن ہے۔ جو ان سے بھڑ جائے، وہ ان کی تاریخ کا اہم کردار ہے۔ ان کی تاریخی شخصیات رانا سانگا، سیوا جی اور میدنی راؤ وغیرہ ہیں۔ ہندو کے ماہ و سال کا شمار مسلمانوں سے الگ ہے۔ ان کا سن بکرمی ہے جب کہ مسلمانوں کا سن ہجری ہے۔ "بہار کے مہینے چاند کے وسط سے شروع ہوتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: چیت، بیساکھ، اساڑھ، ساون، بھادوں، کوار، کاتک، اگن، پوس، ماگ، پھاگن۔" [2]

[1]: آب کوثر ص ۳۳ [2]: تزک بابری ص ۲۰۲

Marfat.com

ہندو جب آپس میں ملتے ہیں تو نمستے اور رام رام کہتے ہیں، جبکہ مسلمان السلام علیکم کہتے ہیں۔

ہندوؤں کا ایک پروٹسٹنٹ فرقہ سکھوں کا ہے، جنہوں نے دیوتاؤں کے خلاف نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے مسلم ثقافت اور ہندو ثقافت کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ "گویا گورو نانک کا دلی ارادہ یہ تھا، کہ تمام جہان میں ایک مذہب جاری ہو جائے اور فرقوں کا مذہبی اختلاف بالکل نہ رہے۔" سلہ لیکن گرو گوبند سنگھ کے عہد میں سکھ صرف کنگھی، کرپان، کڑہ، کیس، کچھا کے اسیر ہو کر رہ گئے۔ ان کے خون میں پنجاب کی بہادری رچی بسی ہے "گرو چیلہ کھیڈن وادا دا" کے مصداق ان کے مذہبی رنگ میں حرص وہوا نے گھر کر لیا ہے۔

"بدھ مت کے اکثر آدمی ہندوؤں کے دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ لیکن ان کا درجہ بدھ سے کم جانتے ہیں۔" جین! اس مذہب کے لوگوں کا بھی بدھ کے مطابق یہ قول ہے کہ خدا کچھ چیز نہیں اور اگر ہے تو اسے دنیا کے کاموں کچھ دخل نہیں ہے۔" سلہ۔

خدا کی واحدانیت کا تصور ویدوں میں موجود ہے۔ لیکن یہ ہندوؤں کی زندگی کا جزو لاینفک نہ بن سکا۔ وہ ہر طاقت کے سامنے سر جھکاتا رہا۔ اور کس دناکس کو اپنا ملجا و ماویٰ بناتا رہا۔

شرک سے کوئی ہندو محفوظ نہیں۔ سولہویں صدی میں مسلم آئیڈیالوجی رنگ لائی۔ اور گورو نانک نے صوفیاء کی زندگی کا روپ دھار لیا۔ اور توحید کا پرچار کیا۔ اس طرح ہندوؤں کی کچھ تعداد خدائے واحد کو ماننے لگی۔ لیکن رسالت کے مقدس مقام سے بے خبر رہ کر یہ بھی ہندو تاریخ کا ایک ورق ٹھہرے۔ ان کی بغاوت ہندوؤں کے پرپیچ تصورات اور پنڈتوں کے پرفریب اعتقادات کے خلاف تھی۔ لیکن ان کی زندگی میں بھی شخصیت پرستی ہندوؤں سے کسی طرح کم نہیں۔۔ ان کی زندگی عبادت اور آخرت

سلہ: رسوم ہند صہ ۲۴ سلہ ایضاً صہ ۱۲ و صہ ۲۱

Marfat.com

کا کوئی جوڑ نہیں ۔ ان کا خمیر ہندو مت سے اٹھا ہے ۔ انہوں نے ہندو تصورات سے سرکشی تو کرلی مگر دیوتاؤں سے کبھی بھی چھٹکارا نہ پا سکے ۔ آج تک کسی سکھ نے پتھر کی مورتی کا کان پکڑ کر یہ نہیں کہا کہ تو صرف ایک پتھر ہے ، جسے پنڈت کی حیلہ گری نے اس بلند مقام پر پہنچا کر انسان کو تیرے قدموں میں جھکا کر انسانیت کی توہین کی ہے ۔

I

ہندو رسوم پیدائش سے موت تک

ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے ۔ اُسے مجوسی ، آتش پرست اور ہندو وغیرہ بنانے میں والدین کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ ثقافت اس پر اپنا رنگ چڑھاتی ہے ۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے رسوم کی بیڑیوں میں گرفتار ہو کر ایک مخصوص ثقافت کا رکن بن جاتا ہے ۔ انسان رسوم کے زیر اثر ہوتا ہے ۔ اور یہ انسانی طرز معاشرت اور اظہار عمل کا نمونہ بن جاتا ہے ۔ ... " رسم ساری دنیا میں اپنی پوری جزئیات و تفاصیل کے ساتھ طرز عمل کا ایک مجموعہ ہے ۔ اس کا خاص اور اہم کردار ، عقائد و اعمال میں ادا کرتی ہے ۔ اور وہ لاتعداد شکلیں اور صورتیں ہیں ۔ جن میں یہ اپنا آپ ظاہر کرتی ہے ۔"

پیدائش سے ہی انسان رسوم کے جال میں جکڑا جاتا ہے ۔ اور ان کا نفوذ و اثر انسانی زندگی میں غیر ارادی طور پر ہوتا چلا جاتا ہے ۔ آخر یہ زندگی کا جزو لاینفک بن جاتا ہے ۔ ... " لمحہ ولادت ہی سے رسوم ، جن میں وہ پیدا ہوتا ہے ۔

لہ : قدیم تہذیب اور جدید انسان صلہ ۱۲

Marfat.com

اُس کے تجربے اور طرزِ عمل کی تشکیل کرنے لگتی ہے ۔ جب وہ بولنا شروع کرتا ہے تو اسوقت ثقافت کی پروردہ ایک ننھی سی مخلوق بن چکا ہوتا ہے ۔"۔۔ [1]

ہر فرد ایک مخصوص ثقافت کا پروردہ ہوتا ہے ، جس میں رہ کر ترقی کی منازل طے کرتا ہے ۔ اپنی ثقافت سے فرار ہونے والا فرد ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے ۔ "اپنی نوع کے افراد سے میل جول رکھنے سے ہی انسان کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں ۔ اور کوئی واضح شکل اختیار کرتی ہیں ۔ ۔۔۔" [2]

انسان من حیث القوم اپنی ثقافت سے پہچانا جاتا ہے ۔" جو چیز انسانوں کو حقیقی طور پر ایک دوسرے سے مربوط و منسلق رکھتی ہے ، وہ ان کی ثقافت ہے ۔" [3]

رسوم: ثقافت میں رگ و ریشہ کا کام کرتی ہے ۔ ثقافت کی تنظیم و ارتباط رسوم سے ہی ممکن ہوتی ہے ۔ رسوم کا عمل دخل انسانی زندگی میں پیدائش سے لے کر موت تک جاری و ساری رہتا ہے ۔

ہندو لڑکے کی پیدائش پر اس لیۓ خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔ کہ اس نے پہلے جنم میں ستم سہے ، فاقہ کشی کی ، رہبانیت کی زندگی بسر کی ۔ اور گیان دھیان میں وقت گذارا ۔ اس لیۓ برہما جی نے خوش ہو کر اسے اِس جون میں پیدا کیا ۔ لڑکی کی پیدائش پر اس لیۓ نفرت کرتے ہیں کہ اس نے پہلے جنم میں ستم ڈھاۓ ۔ رہبانیت کی زندگی بسر نہیں کی ، اب اسے ستم سہنے ، بچے جننے ، مرد کی سخت سست برداشت کرنے ، دنیا کی کلفتوں ، کوفتوں کو برداشت کرنے کے واسطے صنفِ نازک کے روپ میں پیدا کیا۔

"آخر بہت دیر کے بعد لڑکا ہوا ۔ اسی وقت ایک عورت زچہ خانے کے پاس جا کر تھالی بجائی ۔ تاکہ آئندہ لڑکا کسی بھاری آواز سے نہ ڈرا کرے ۔"۔۔ اتنے میں ایک عورت نے گوبر کی بھائی بنا کر زچہ خانہ میں رکھ دی ۔۔" [4]

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان ص۱۳ ۔ [2] ایضاً ص۳۵
[3] ایضاً ص۲۸ ۔ [4] رسوم ہند ص۱۰۳ ، ص۱۰۴

Marfat.com

اس کی شکل زچہ خانے میں اس طور سے بناتے ہیں کہ گوبر کے دو متقاطع خط بنا کر ان کے اوپر کے سروں پر آنکھوں کی شبیہہ کے لیے دو کوڑیاں لگا دیتے ہیں۔ صورت کے بنانے اور اس کے پوجنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ دیبی بچوں کے کانوں میں ہمیشہ خوشی کی باتیں کہے۔ یہ دیبی بچوں کے کان میں کچھ باتیں کہہ کر کبھی رُلا دیتی ہے اور کبھی ہنسا دیتی ہے۔

عورت زچگی سے تمام گھر والوں کو ناپاک کر دیتی ہے اور ان کی پوجا پاٹ موقوف ہو جاتی ہے۔ چالیس دن تک زچہ کسی برتن کو ہاتھ نہیں لگاتی اور دس روز تک مرد بھی سالگرام جی اور سری کرشن جی سے منہ چھپائے پھرتا ہے۔

"سالگرام جی اور سری کرشن جی (سے منہ چھپائے) کی مورتیوں کی پوجا جو پہلے دس تک کسی اور کو بلا کر کرایا کرتا تھا۔ اب آپ کرنے لگا۔" دس دن کے بعد تین نہان اور ہوئے، اور چلے کے نہان کے موتگا کو گنگا جل، گئو موتر اور کئی چیزیں ملا کر پلائیں۔ کیونکہ ہندوؤں کے اعتقاد میں یہ چیزیں زچہ کو بالکل پاک کر دیتی ہیں۔ پھر تو موتگا گھر کے برتنوں کو ہاتھ لگانے لگی۔ اور روٹی پکانے کے لائق بھی ہو گئی۔" [1]

بچوں کا ختنہ نہیں کراتے اور ان کے سر کے بال بڑھا کر "مونڈن" کراتے ہیں۔ بال گنگا جی کے حوالے کرتے ہیں چیچک اور خسرہ وغیرہ کو ماں مانا جان کر ان کا احترام کرتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ مونڈن سے پہلے مر جائے تو اسے جلاتے نہیں۔ "لڑکا سیتلا سے مرا تھا اور اس کا مونڈن نہیں ہوا تھا۔ اس واسطے اسے پھونکا نہیں، مرگھٹ میں جا کر دفن کرایا۔" [2]

ہندوؤں میں بیاہ کم عمری میں ہوتا ہے۔ بیاہ کے موقعہ پر بڑی شادی دکھاتے ہیں۔ ڈھول باجوں سے بارات لڑکی والوں کے گھر جاتی ہے

[1] رسوم ہند ص ۱۱۱ و ۱۱۲ ۔ [2] ایضاً ص ۳۹

Marfat.com

عورتیں ڈھولک پر گیت گاتی ہیں جو لڑکی کے حسن و جمال اور اس کے میکے والوں کی جود و سخا اور لڑکے والوں کی تضحیک اور لڑکے کی بدصورتی پر منحصر ہوتے ہیں۔ بارات کو خوش آمدید کہنے کے لیے عورتیں پیار و محبت کے پھکڑ سناتی ہیں۔ گوبر، رنگ سے باراتیوں کے کپڑے لت پت کر دیتی ہیں۔ لڑکے، دولہا کی وہ پٹائی کرتے ہیں کہ وہ ہفتوں اس کی ٹیس محسوس کرتا ہے۔۔

"اس نے آتے ہی چوک پیوایا اور اس پر ایک طرف آٹے سے نو خانے بنا کر ان میں چاول رکھ دیے۔ اور ایک مٹی کی ڈلی لے کر اس پر کلاوہ لپیٹا۔ پھر دولہا، دلہن کو دو پیڑھیوں پر بٹھایا۔ اور اس مٹی کی ڈلی کو گنیش اور نو خانوں کو نوگرہ قرار دے کر پوجا کرائی۔ اور رولی، چاول، پھول، پان، بتاشے اور پیسے ان پر چڑھا دیے۔ پھر گیان چند نے لڑکے کے دوپٹے اور لڑکی کی اوڑھنی کا ایک سرا لے کر دونوں کو ملایا اور اس میں چھالیہ کی ڈلی، چاول اور ٹکا رکھ کر گرہ باندھ دی۔ اس کے بعد ٹپا پھیری کی رسم ہوئی۔ پاربتی کہنے لگی" دیکھ رے، یہ پیڑے آپس میں ٹکرا دیں نہیں، جو ایسا ہوا تو من سکھی اور بچا میں سدا کھٹا پٹی رہے گی۔۔۔" [1]

"ایک مکان کی دیوار کو ایک جگہ سے پیوا کر اس پر گھیرو پھیرا۔ اور پھر اس کے خشک ہوتے ہی ایک عورت نے ہلدی میں اپنا ہاتھ رنگ کر اس پر پنجے کا نشان کر دیا۔ اور سب عورتوں نے اس کی پوجا کی۔ اس کو تھاپے کی رسم کہتے ہیں۔۔۔" [2]

"اس کے بعد وید کی کچھ عبارت پڑھ کر کروڑی مل سے گنیش اور نوگرہ

[1]: رسوم ہند ص ۱۴۱ ص ۱۴۲

[2]: ایضاً ص ۱۴۱

Marfat.com

کی پوجا کرائی۔ لڑکی کے ہاتھ پیلے کرائے، لڑکے کو انگوٹھی پہنائی۔ دلہن کی طرف پنڈت نے سنسکرت میں ایک عبارت پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "جہاں میں سب سے بڑی زمین ہے، اور زمین سے بڑا سمندر ہے۔ جو اُسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس سے بڑا اگت منی، جو سمندر کو پی گئے اور اگت منی سے بڑا آسمان ہے جس میں وہ جگنو کی طرح چمکتے ہیں ان سے بڑے وشن جی، جن کے ایک قدم کے برابر آسمان ہے۔ اور وشن جی تمہارے پردے میں ہے، تو سب سے بڑے تم ہی ہو" سلہ

عورت جس کا خاوند، اس کی زندگی میں مر جائے۔ اُسے خصم کھانی خیال کیا جاتا ہے۔ اس لیئے اسے خاوند کی موت پر ستی ہونا پڑتا ہے۔ اگر وہ ستی نہ ہونا چاہے تو مسکینی اور بیوگی میں ساری عمر بسر کرے۔ اسے ہر ایک کی جھڑکیاں۔ طعن و تشنیع اور سخت سست سننا پڑتا ہے جس سے جان وبال بن جاتی ہے۔ اور وہ ایسی زندگی سے ستی ہونے کو ترجیح دیتی ہے۔ مغلیہ دور میں اور عہد انگلشیہ میں ستی کو تی نوتا ممنوع قرار دیا گیا۔ لیکن بیوہ کی زندگی میں خوشی کے گل نہ کھل سکے۔ وہ زندہ درگور ہی رہی۔ ہندوؤں کے رسم و رواج کے بارے میں البیرونی کتاب الہند میں رقمطراز ہیں کہ "ہمیشہ شادیاں کم عمری میں ہوتی ہیں۔ مرد کو کثرتِ ازدواج کا اختیار ہے طلاق کی اجازت نہیں۔ نکاح بیوگان بھی ممنوع ہے۔" سلہ

جب ایک عورت کا خاوند مر جائے تو یا اسے تمام عمر بیوہ رہنا پڑتا ہے یا زندہ جل جانا۔ بالعموم وہ زندہ جل جانے کو ترجیح دیتی ہے۔ کیونکہ بیوگی کی حالت میں اس سے تمام عمر بدسلوکی ہوتی ہے۔

"مَن سکھی مر گئی تو انہوں نے جلدی سے اس کے منہ میں تھوڑا سا سونا اور گنگا جل ڈال دیا۔ کیونکہ ہندوؤں کے اعتقاد میں اس عمل کے کرنے

سلہ:۔ رسوم ہند صفحہ ۱۵۲۔ سلہ آب کوثر صفحہ ۶۹

Marfat.com

سے مُردہ سیدھا سورگ میں چلا جاتا ہے۔" چنیری، کھاروا، تین بانس، ایک پولا، ستلی، روئی، کلاوہ، مہندی، چوڑی، مسی، کاجل کنگھا، ایک کوری ٹھلیا، جَو کا آٹا، تِل، دھوپ، انگوچھا اور ضروری چیزیں لایا۔ اور اپنے ساتھ ایک اچارج کو بھی لیتا آیا۔ وہاں آکر بانسوں کی ارتھی بنائی، اس کے اوپر پولا بچھا کر لال کپڑا ڈال دیا۔ لاش کو نہلا کر نیا جوڑا پہنایا۔ آنکھوں میں سُرمہ۔ دانتوں میں مسی لگائی سَر میں تیل ڈال کر بال گوندھے، ہاتھوں میں چوڑیاں پہنائیں اور ساری رسمیں جو سہاگن عورت کے مرنے پر کی جاتی ہیں، پوری کیں۔۔ اس کے بعد لاش کو ارتھی پہ لٹا دیا۔ پھر اس پر چنیری ڈال کر ستلی اور کلاوے سے باندھ دیا۔ اور پان، روئی اور پھول چنیری کے اوپر رکھے۔ لاش کو اٹھا کر "رام رام ست ہیں" کہتے ہوئے وہاں سے لے چلے۔ لاش کو لکڑیوں پر رکھا۔ اور اس کے اوپر سے چنری اتار کر اچارج نے لے لی۔ اس کے بعد لاش کا منہ کھول کر اُسے روشن کے درشن کرائے۔ اور ارتھی کو آگ لگا دی۔ کھوپڑی پر آبخورہ گھی کا ڈالا۔ جب لاش جل کر راکھ ہوگئی اور ہڈیاں گنگا میں ڈال دیں۔۔" [1]

"دسویں روز اچارج نے آکر دس پنڈ داں کرائے اور پانچ رس یعنی گڑ، گھی، تیل، روئی اور نمک پنڈوں پر چڑھائے۔" [2]

ہندوؤں میں شرادھ کی رسم بڑی مشہور ہے۔

نہ ہندوؤں میں جب کسی کے ماں باپ مر جاتے ہیں۔ تو وہ ہر مہینے ان کے نام پر ایک پنڈ دان کرتا ہے۔ یعنی چاول، گھی، شہد، دودھ

[1] رسوم ہند ص۸۲، ص۸۳

[2] ایضاً ص۸۴

Marfat.com

اور اسی قسم کی چیزوں کا ایک لڈو بنا کر آگے رکھتا ہے۔ اور منتر کے زور سے اپنے مرے ہوئے بڑوں کو بلا کر ان سے اس نذر کے قبول کرنے کی درخواست کرتا ہے۔ پھر برہمنوں کو بھوجن کراتا ہے۔ اور اسی رسم کو سرادھ کہتے ہیں۔" [1]

"بوڑھے کی ارتھی یوں اٹھتی ہے" جب سب تیاری ہو چکی تو ہیرا اور مونگا نے مردے کے پاؤں پر ایک ناریل اور کچھ پیسے رکھ کر پوجا کی۔ تاکہ اس کے قدموں کی برکت انکے گھر سے نہ جائے۔" [2]

جب شام ہوئی تو چارج نے آکر اس مقام پر جہاں نہال چند مرا تھا ایک بڑا چراغ جلایا اور گھر والوں سے کہا اس دیئے کو دیکھتے رہنا یہ بجھنے نہ پاوے۔ اتنے میں ایک عورت نے پوچھا، مشرجی یہ دیا کیوں جلایا کریں ہیں۔ اچارج نے جواب دیا۔ جب پران یہاں سے نکل جاتا ہے تو اس کو اندھیرے سے جنگل میں جانا پڑتا ہے۔ جو اس کے پاس دیا نہ ہو تو رستہ ٹوٹتا ہی مر جائے۔" [3]

دسویں دن کے بعد" جب اس شریر میں سے جب پران نکل جاتا ہے تو اس کا کوئی شریر نہیں رہتا اس لیئے دس دن تک پنڈ دان کر کے اسکا ایک شریر بناتے ہیں۔ پر پورا شریر اس کو دسویں دن ملے ہے۔ جب شریر بنا تو اس کو سب ہی چیزیں چاہیئں۔ اس واسطے گیارہویں دن اس کے نام پر یہ سب اسباب، لحاف، توشک، پلنگ، نئے کپڑے چاندی کا حقہ، پالکی اور بہت سی چیزیں اچارج کو دی جاتی ہیں۔ تاکہ اس کو پہنچ جاوے۔ اور وہ کچھ دکھ نہ پاوے۔" [4]

ہندو اعتقاداً جونیں بدلنے کے قائل ہیں۔ لیکن عملاً مردے کو جلا کر اس کی

[1] رسوم ہند ص۱۳۰ ۔ [2] ایضاً ص۱۳۱ ۔ [3] ایضاً ص۱۳۲ ۔ [4] ایضاً ص۱۳۶

Marfat.com

بقا کو ختم کرتے ہیں ۔ مردے کو جلا کر راکھ کر دیا جائے اور پھر اس کو گنگا جی میں بہا دیا جائے اور وہ سمندر کی تہہ میں پہنچ جائے ۔ حالانکہ "۔۔ منوجی کے دھرم شاستر کے موافق پرانوں میں یہ لکھا ہے کہ آدمی مرنے کے بعد سورگ یا نرگ میں جاتا ہے ۔ اور وہاں آرام یا تکلیف پا کر جونیں بدلتا ہے " [1]

[1] رسوم ہند صہ ۱۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم ۔ ہندو مسلم ثقافت کا تقابلی جائزہ

گذشتہ باب میں ہندو مسلم ثقافت کا الگ الگ جائزہ لیا گیا ہے۔ دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ "ہندو اور مسلم تہذیبوں میں تضاد ہے۔ اور ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔" [1] دونوں ثقافتوں کے دھارے ایک ساتھ بہتے بھی ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوئے۔ جب سے ہندوستان میں اسلامی ثقافت پنپنے لگی اس وقت سے ہندو ثقافت نے اپنی مدافعت کے لیے قلعہ بندی شروع کر دی۔

محمد بن قاسم رح کی آمد سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تا ۱۹۵۷ء برصغیر کو سیاسی وحدت دینے کی بھرپور کوشش ہوئی۔ مگر معاشرتی طور پر کبھی یکجا نہ ہو سکے۔ سلطان محمود غزنوی کا درباری مؤرخ البیرونی اپنی تصنیف "کتاب الہند" میں لکھتا ہے کہ

> ہندوؤں کا مذہبی جنون ان لوگوں کے خلاف ہے جنہیں وہ بیگانہ (مسلمان) سمجھتے ہیں۔ ان کے وجود کو وہ ناپاک تصور کرتے ہیں۔ اور ان سے معاشرتی میل جول عام طور پر مذہبی تقاضوں کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس غیر معمولی طریقہ بود و باش نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ایک بہت بڑی خلیج حائل کر دی ہے۔" [2]

دونوں قوموں کی ثقافت سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے۔ کہ دونوں قوموں کے مذہب، فنون لطیفہ، لباس، خوراک، ظروف، طرز بود و باش، انداز گفتگو، سلام دعا، رسم و رواج، زبان، شاعری، ادب، محاورات و ضرب الامثال، تاریخ، قانون، روایات وغیرہ

[1] آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان ص۵۶ ۔ [2] دو قومی نظریہ ص

Marfat.com

ہیں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ " ہمارا مذہب ۔ ثقافت ۔ تاریخ ۔ روایات ، ادب ، اقتصادی نظام ، قوانین وراثت ، اور شادی کی رسوم وغیرہ ہندؤوں سے بنیادی طور پر مختلف ہیں ۔ یہ نمایاں امتیازات اور تفریقیں محض بڑے اصولوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ زندگی کے جزوی تفصیلات میں بھی ان کا اثر غالب ہے ۔ ہندو مسلمان اکٹھے بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے ۔ اور نہ ان میں باہمی ازدواجی تعلقات ہی قائم ہوتے ہیں ۔ ہماری ملی رسوم ، ہمارے سال و مہینے ، دن حتیٰ کہ ہماری خوراک ، لباس ایک دوسرے سے علیحدہ اور مختلف ہیں ۔ ان ناقابلِ تردید حقائق کی موجودگی میں ہمیں سیاسی یا جغرافیائی حیثیت سے متحد کرنے کی کوششیں ہماری عظیم بربادی کا پیش خیمہ ہے ۔ " [1]

ترکی کی محترمہ خالدہ ادیب خانم نے چودھری رحمت علی کا ایک انٹرویو اپنی ایک کتاب Inside India میں رقم کیا ہے ۔

" ایک سرسری نگاہ بھی دونوں قوموں کے افراد میں تمیز کر سکتی ہے ۔ لباس ۔ خوراک ۔ ظروف ۔ خانہ داری ۔ طرزِ رہائش ، اندازِ گفتگو ۔ سلام دعا کے الفاظ ۔ نشست و برخاست ، اشارے کنائے الغرض ان کی ہر بات ایک دوسرے سے مختلف ہے ۔ " [2]

مسلمان خداوند تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پہلا انسان اور خدا کا پیغمبر مانتے ہیں ۔ خیرالبشر ، سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں ۔ قرآن و حدیث دو منابع اسلام ہیں ۔ جبکہ ہندو ۳۳ کروڑ دیویوں اور دیوتاؤں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں ۔ ہنومان کو جدِ امجد خیال کرتے ہیں ۔ بکرماجی کرشن جی اور منوجی ان کے مذہبی راہ نما اور پیشوا گذرے ہیں ۔ چار وید ان کی مذہبی کتابیں ہیں ۔ جو سنسکرت زبان میں ہیں ۔

" روحِ انسانی کو خدا کا عطا کیا ہوا ایک ناقابلِ ادراک جوہر ہے ۔ جس سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ انسان کا حسب نسب حیوانات سے ملتا ہے ۔ " [3]

[1] تبصرہ ص ۲۶ ۔ [2] ظہورِ پاکستان ص ۹ ۔ ۱۰ ۔ [3] قدیم تہذیب اور جدید انسان ص ۱۳۱

Marfat.com

فن تعمیر کے لحاظ سے دونوں قوموں کی تعمیرات اپنی اپنی ثقافت کا نمونہ ہیں۔ مسلمانوں کی مساجد کشادہ، ہوادار ہوتی ہیں۔ محراب اور گنبد ان کی ثقافت کے علمبردار ہیں۔ ہندو کے مندر تنگ و تاریک ہوتے ہیں۔ برج ان کی ثقافت کے علامت ہیں۔

"گوالیار کے بت خانہ کی بڑی شہرت سنی تھی، اس کی بھی سیر کی۔ بت خانہ دوہرے اور تہرے دالانوں پر مشتمل ہے۔ جس کے اندر مجسم بت کندہ کئے گئے ہیں۔ وسط میں ایک بڑا برج ہے جس کے کمرے بھی مدرسوں ایسے ہیں۔ ہر کمرے کے اوپر سے تراشی ہوئی برجیاں نصب ہیں۔ ان برجیوں کے نیچے پتھروں سے تراشے ہوئے بت رکھے ہیں۔" [1]

مسلمان، لباس اور خوراک کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ مسلمان گوشت کھاتے ہیں۔ بقرعید پر گائے، اونٹ دنبہ وغیرہ کی قربانی دے کر سنت ابراہیمیؑ کو تازہ کرتے ہیں۔ جب کہ بہت سے ہندو گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ بلکہ گائے کی پوجا کرتے ہیں ... " جانوروں میں گائے اس طرح مقدس ہے جس طرح انسانوں میں برہمن .." [2] مسلمان گائے کا گوشت کھائے اور ہندو گائے کی پوجا کرے۔ کوئی ہندو یہ کیونکر برداشت کرے گا کہ مسلمان اس کی ماں ماتا کی گردن پر چھری رکھے۔ اور پھر چٹنی دے لے لے کر اس کا گوشت کھائے۔

"ہم ہندو اور مسلمان ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہم مذہب میں، تہذیب و تمدن میں، تاریخ میں، زبان میں، طرز تعمیر میں موسیقی میں، قانون اور اصول قانون میں، کھانے پینے میں، معاشرت میں، لباس میں غرضیکہ ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں" [3]

قائد اعظمؒ ۱۹۴۵ء

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان ص ۱۴ [2] تزک بابری ص ۲۵۶ .. [3] ظہور پاکستان ص ۱۰

Marfat.com

مسلمان جب ایک دوسرے کو ملتے تو اسلام علیکم کہتے ہیں۔ الحمدللہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر کے جملے شکر، ثناء اور حمد کے طور بولتے ہیں۔ اور ہندو جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو رام، رام، رام کی جے اور رام کی کرپا وغیرہ بولتے ہیں۔

ہندو مسلم رسوم و روایات میں بڑا فرق ہے۔ ہندو اپنے تہوار بکرمی سالوں کے حساب سے مناتے ہیں اور ان کے تہوار بسنت، ہولی، دیوالی وغیرہ ہیں مسلمان اپنے تہوار اسلامی سالوں کے شمار سے مناتے ہیں۔ مسلمانوں کے تہوار شب قدر، عیدالفطر اور بقرعید و شب معراج ہیں۔

بیاہ کی رسوم ہوں یا تجہیز و تکفین کا معاملہ ہو، دونوں قوموں کے طور طریقے جدا جدا ہیں۔ مسلمان بیاہ میں حق مہر کی رقم مخصوص کرتے ہیں۔ خطبہ عربی زبان میں ہوتا ہے مرگ ہونے پر مسلمان مرد اور عورت، ہر دو صنف کو لحد میں دفناتے ہیں۔ ہندو اپنے مردوں کو ارتھی پر جلاتے اور راکھ کو گنگا جی کے سپرد کرتے ہیں۔ بیاہ میں دولہا کے دوپٹے اور دلہن کی اوڑھنی کو گرہ دے کر سنسکرت زبان میں وید پڑھتے ہیں۔

"اگر کوئی اجنبی شخص کسی عورت کے شوہر کی رضامندی سے اس عورت کے ساتھ مجامعت کرتا ہے اور اس سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچہ شوہر کا تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ عورت زمین ہے اور زمین کا مالک اس کا شوہر ہے۔ زمین میں بیج کوئی بھی ڈالے، پیداوار پر حق تو مالک ہی کا ہوگا۔" (البیرونی)

(مسلم ثقافت ہندوستان میں۔ ص ۲۷)

ماتم کی رسوم ہوں یا بیاہ کی، جنسی خواہشات کی تکمیل ہو یا پیدائش کی رسوم، ہندو مسلم دو الگ ثقافتوں سے وجدان پاتے ہیں۔ مسلمان بچہ پیدا ہوتے ہی اذان کی آواز بچے کے کان میں پہنچاتے ہیں۔ ختنہ کراتے اور عقیقہ کے بکروں کا گوشت تقسیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہندو بچہ پیدا ہوتے ہی کٹورا بجاتے ہیں۔ ختنہ نہیں کراتے اور عقیقہ کے نام کی کوئی قربانی ان کے ہاں نہیں ہے۔

عبادات کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ مسلمان عبادت کے لیے اذان کی صدا لگاتے ہیں، جس میں اللہ اکبر اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی کے ساتھ ساتھ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کی آواز لگائی جاتی ہے۔ نماز سے قبل وضو کیا جاتا ہے وضو کا ایک خاص طریقہ ہے۔ نماز میں قیام، رکوع اور سجود کیے جاتے ہیں۔ عبادات سنتِ رسول اور فرمانِ خداوندی (قرآن مجید) عربی زبان میں ہیں۔ یہی مسلمانوں کو جسدِ واحد اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بناتی ہے۔

"وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ بندھن، وہ رشتہ وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب عظیم قرآن کریم ہے۔ [1]

(قائداعظمؒ ۱۹۴۳ء)

ہندو مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، مندر میں بلانے کے لیے ناقوس اور گھنٹیاں بجتی ہیں۔ بھجن گاتے ہیں۔

مسلمان عربی زبان کو مقدس جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ مغل شاہجہانی دور میں اردو نے جنم لیا۔ یہ زبان مغل لشکر میں بولی جاتی تھی۔ لشکر میں ترکی۔ ایرانی۔ افغانی سب مل کر رہتے تھے۔ اور باہمی افہام و تفہیم کے لیے جو مشترکہ زبان بولتے تھے، وہ اردو کہلائی۔ جس نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی اور آج دنیائے عالم میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں تیسرے درجے پر ہے۔

---

[1] حکومت اور سیاست ص ۱

Marfat.com

ہندوؤں کی مقدس زبان سنسکرت ہے۔ ہندی برصغیر میں ہندوؤں کی زبان ہے۔ جس طرح ہندو ذات پات کا نظام سختی سے قائم رکھتے ہیں۔ اور غیر ہندو اچھوت کہلاتا ہے، اسی طرح ہندی زبان میں بھی دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے اور اپنانے کی کم ہی صلاحیت ہے۔

"ہندو سماج کے دائرہ سے باہر پیدا ہونے والا حقیقی معنوں میں ایک اچھوت ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بات کسی صورت باعث حیرت نہیں کہ ہندو مت میں غیروں کو جذب کرنے کی کوئی خاص کوشش روا نہیں رکھی جاتی۔" [1]

ادب ہو یا شاعری، دونوں کی تخلیق پروانہ اپنی ثقافت کی روح اور مزاج سے فیض یاب نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی شاعری حمد، نعت اور مرثیہ امام حسین رضا شہید کربلا پر مشتمل ہے۔ ہندوؤں کو ایسی اصناف سخن سے کوئی علاقہ نہیں۔

"یہ لوگ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔ اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بلکہ اکثر متصادم ہوتے رہتے ہیں۔" [2]

(قائد اعظم ۲۲ مارچ ۱۹۴۰)

برصغیر کے مسلمانوں کی ترجمانی کا حق اردو زبان نے ہی ادا کیا ہے۔ اس میں تمام اصناف سخن مسلمانوں نے سمونے کی کوشش کی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی مشترک زبان اردو ہی ہے۔

"اردو کو تحریک پاکستان میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ

[1] ظہور پاکستان، ص ۱۱

[2] حکومت اور سیاست ص ۵۰

Marfat.com

سچ تو یہ ہے کہ سب سے پہلے اردو کی بدولت ہی اسلامیان ہند کو یہ خطرہ محسوس ہوا تھا کہ متحد ہندوستان میں ان کی ثقافت اور جداگانہ قومیت محفوظ نہیں ہے۔ اردو کے بارے میں ہندوؤں کے معاندانہ رویّے نے سرسید کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ برصغیر میں ایک قوم نہیں بلکہ دو قومیں بستی ہیں۔ اور ان کے راستے الگ ہیں۔ [1]

تقسیم بنگال اور اردو ہندی نزاع نے ہندو کا تعصب طشت ازبام کر دیا۔ "... وقتے ہندو قومیت نے کا ممنون ہے کہ اس نے مسلمان کے گال پر تھپڑ مار کر اسے چونکا دیا۔ ..." [2]

یوں ہندی ہندوؤں اور مسلمان کی زبان قرار پاکر دو مختلف مزاجوں کے تحت پروان چڑھنے لگیں۔ "۱۸۶۰ء کے بعد پہلے بہار میں اور پھر یو۔ پی اور دہلی میں زور پکڑتا رہا کہ سرکاری دفتروں سے اردو کو خارج کیا جائے۔" [3] حالانکہ اردو نے اس سے قبل مسلمان ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ جس طرح ہندوؤں نے مسلم ہند کو پاکستان بنا دیا۔ اس طرح اردو کو بھی مسلم زبان قرار دے دیا۔ اور اسی زبان کش رویّہ نے ہندو مسلم یک جہتی کو ہمیشہ کے لیے ناممکن بنا دیا۔

"مسلمان ہر ایک حق تلفی اور زیادتی کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن دو باتیں ان کی برداشت سے باہر ہو گئیں ایک شدھی سنگھٹن تحریک کے ذریعے تبدیلی مذہب پر مجبور کیا جانا اور دوسرے اردو زبان کا ختم کیا جانا جو اسلامی علوم و فنون اور ثقافت کی امین اور قومی تشخص کا نشان تھی۔ ..." [4]

[1] مقتدرہ قومی زبان - روزنامہ جنگ کراچی۔ [2] تاریخ مسلم لیگ ص ۵۹
[3] مارٹل لا سے مارشل لا تک [4] نوادرا پاکستان کا تعلیمی اور ثقافتی پس منظر (نوائے وقت کراچی)

Marfat.com

فتح و نصرت کی خواہش انسانی زندگی کو ایک عزم اور حوصلہ دیتی ہے۔ تاریخ اقوام کو ان کے آباؤ اجداد کے کارناموں، ثقافت اور تصورات سے آگاہ کرتی ہے۔ اور قوموں میں جینے کا سلیقہ اور کچھ کر گذرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

"ثقافت کے پیچھے طویل و یکساں تاریخ ہے اور اس
تاریخ کے علم کی خاص ضرورت اس لیے ہے کہ
دونوں کی ثقافتی زندگی بالکل مختلف ہے۔ ..." [1]

حیات و ممات کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے خیالات و تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان مختلف تاریخوں سے شغف رکھتے ہیں۔ ان کے تاریخی مآخذ مختلف ہیں۔ دونوں کی رزمیہ نظمیں، اسلاف کے قابلِ فخر تاریخی کارنامے، سب جدا اور الگ ہیں۔ اکثر اوقات ایک قوم کا زعیم اور رہنما دوسری قوم کے بزرگ اور برتر ہستیوں کا دشمن ثابت ہوتا ہے۔ ایک قوم کی فتح دوسری قوم کی شکست ہوتی ہے۔

" قوموں کو تاریخ وجود میں لاتی ہے نہ کہ نسل یا قبیلہ"، قائدِ اعظم رح

قانون وراثت ہو یا تحفظِ روایات ہو، دونوں قومیں مختلف سرچشمہ حیات سے فیض پاتی ہیں۔ مسلمانوں میں لڑکے اور لڑکی کا وراثت میں ۲ : ۱ کا تناسب ہے۔ لیکن ہندوؤں میں لڑکی کا کوئی حصہ نہیں۔ مسلمان بیوہ وراثت اور ترکہ سے اپنا حصہ پاتی ہے۔ لیکن ہندوؤں میں بیوہ کی زندگی اجیرن کر دی جاتی ہے۔

" مسلمانوں نے ہمیشہ اس احتیاط کو ملحوظ رکھا کہ فکر و نظر کا
اساسی نظام نو وارد عناصر سے مسخ نہ ہونے پائے۔ تاکہ
اسلامی نظام فکر کی ہیئت ترکیبی اپنے بنیادی مآخذ اور منابع
سے سرتابی نہ کرتے ہوئے اپنی ہی ملحوظ کو برقرار رکھ سکے۔" [2]

[1] : حکومت اور سیاست صفحہ ۵ ، [2] پاکستان کی نظریاتی بنیادیں صفحہ ۲۲

Marfat.com

دونوں قوموں کے ثقافتی تقابلی جائزہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ دونوں الگ ثقافت کی الگ الگ مالک تھیں۔ اور دونوں میں کوئی وجہ اشتراک نہ تھی۔۔ اس ثقافت نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ ابتدا سے ہی اپنے محلے الگ بنائیں اور وہاں اپنی ثقافت کو محفوظ رکھیں۔ بڑے شہروں کے یہ محلے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے فطری انداز سے اپنی ثقافت کی حفاظت کی اور ہر شہر میں اپنا قومی تشخص قائم رکھا۔ ان محلوں کی تہذیب، ان کا اشتراکِ عمل اور تعاون یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں بھی کئی پاکستان الگ الگ خطوں میں قائم کر رکھے تھے۔ جو ۱۹۴۷ء میں مقدس سرزمین میں منتقل ہو گئے۔۔

ہندو مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے نہ صرف اپنی ثقافت کو فاتحین کی دست برد سے بچائے رکھا۔ بلکہ جنگ آزادی کے بعد مسلم ثقافت کو زک دینے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ہندو کھل کر اس وقت سامنے آیا جب مسلمانوں سے اقتدار چھن چکا تھا۔ اور وہ بے بسی اور مجبوری کی زندگی بسر کر رہے تھے

"شدھی سنگٹھن تحریک کے ذریعہ تبدیلیِ مذہب پر مجبور کیا جانے لگا۔" [1]

مسلم عروج کے زمانہ میں ہندوؤں نے تعصبات میں شدت پیدا کی۔ اور عہد زوال میں مسلم ثقافت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔

"ہندو طبعاً دشمن اسلام ہے۔ اس کی سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف ابتداء سے تند و تیز ہیں۔ جیسے جیسے برصغیر میں مسلمانوں کی حیثیت مستحکم ہوتی گئی ہندوؤں کے مذہبی تعصبات بھی شدت اختیار کرتے گئے۔۔۔" [2]

[1] نوائے وقت (سید الطاف بریلوی)

[2] پاکستان کی نظریاتی بنیادیں۔ صد ۹۹

Marfat.com

ہندو ذہنیت کی بہترین عکاسی کرنے والا مشہور ہندو صحافی نراد چودہری اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"ہم ابھی لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے کہ ہمیں یہ بتلایا جاتا تھا کہ مسلمانوں نے ہم پر حکومت کی تھی اور ہم پر بے حد ظلم ڈھائے تھے۔ انہوں نے اپنے مذہب کو ایک ہاتھ پر قرآن رکھ کر اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر پھیلایا ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے ہماری عورتوں کو اغوا کیا، اور ہمارے مندروں کو منہدم کیا اور ہماری مذہبی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی۔۔۔" "THE AUTOBIOGRAPHY OF AN UNKNOWN INDIAN."

ہندومت ایک مذہب ہے لیکن اسلام ایک ایسا دین ہے!

"جو اپنے ماننے والوں کو ہر شعبہ میں زندگی گذارنے کے لیے ایک مخصوص ضابطہ (CODE) اور لائحہ عمل بخشتا ہے اور اس میں نماز، روزہ، زکواۃ اور حج کے ساتھ ساتھ سیاست و معیشت، عدل و عمرانیات، روزمرہ زندگی کے معاملات و لین دین سب ہی شامل ہیں۔۔۔" [1]

"دونوں قوموں کی اسلوب زندگی میں فرق ہے۔ مسلمان خوش لباس اور طہارت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ مسلمان کی خوراک میں گوشت اہم جز کی حیثیت سے شامل ہے۔ لیکن ہندو جسم کی طہارت اور خوراک کے معاملہ میں مسلمانوں کی ضد ہے، اس کا خیال ہے کہ گوشت کھانے اور موئے زیار دور کرنے سے شہوت بڑھ جاتی ہے۔ بقول کسے! اگر شہوت خوراک اور طہارت سے بڑھ جاتی ہے تو شیر گوشت خور ہے اور سال

[1]: پاکستان کی نظریاتی بنیادیں۔ ص ۹۹

Marfat.com

میں ایک بار اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب کہ چڑا چڑیا ایک ہی صحبت میں کئی بار ملاپ کرتے ہیں۔۔"

" یہ لوگ اپنے جسم کے کسی حصے کے بال نہیں تراشتے۔ ابتدا میں گرمی کی شدت کے باعث بالکل ننگے رہتے تھے۔ اور سر کے بال اس لیئے نہ تراشتے تھے کہ لو لگنے سے محفوظ رہیں۔ وہ اپنی مونچھوں کو ایک ایک لٹ میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ محفوظ اور برقرار رہیں موئے زہار دور نہ کرنے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کو مونڈنے سے شہوت بڑھ جاتی ہے۔ وہ ناخنوں کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتے بلکہ مزے سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ ان ناخنوں سے اپنے سروں کو کھجاتے ہیں اور بالوں سے جوئیں نکالتے ہیں۔

البیرونی

مسلم ثقافت ہندوستان میں

صہ ۳۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؏

باب پنجم

قومیّت اور قوم ہو

برصغیر میں مسلم قوم کا مزاج اپنا ہے تو ہندو قوم کی اجتماعی زندگی کی رُوح اس سے بالکل مختلف ہے۔

"ایک طرف حقیقتِ مطلقہ، سچے مومن، وحی و الہام اور خدا کے وجود کا مسئلہ تھا۔ تو دوسری طرف گناہِ کبیرہ۔ فرضی اساطیر، خبیث ارواح اور شیطان کا۔ ان دو مختلف و متضاد گروہوں کے رویّوں میں کسی طرح مساوات قائم کی ہی نہ جاسکتی تھی۔۔" [1]

جب سے مسلمانوں نے برصغیر میں قدم رکھا ہے، ہندوؤں نے اپنی ثقافت کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے چھوت چھات کی پابندیوں کو سخت کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں سے ان کا تعلق کم سے کم تر ہو جائے۔ مسلمانوں کو اچھوت اور بھرشٹ قرار دے کر ہندو قومیّت کے ڈانڈے متعین کر دیئے

"کھانے پینے کی جس شے کو مسلمانوں کا ہاتھ چھو جاتا وہ بھرشٹ ہو جاتی۔۔"۔" ذات پات کے عادی ہندو کے لیئے غیروں سے امتیازی سلوک ویسا ہی فطری عمل ہے، جیساکہ ہوا میں سانس لینا۔۔" [2]

مسلمان برصغیر میں فاتح کی حیثیت سے آئے تھے۔ ان میں عرب، افغان، ترک۔ فارس، تاتار اور مغل شامل تھے۔

[1] قدیم تہذیب اور جدید انسان ص۹۱ ۔ [2] ظہورِ پاکستان ص۱۳-۱۶

Marfat.com

"THE MUSLEMS COMMUNTY IN THE SUB-CONTINENT COMPRISED FOREIGN CONQUERRORS, IMMIGRANTS OF DIVERSE RACES AND THE NATIVE CONSERTS." ؎۱

کیونکہ یہ سب ایک خدا کو مانتے تھے اور آخری نبی ؐ کے امتی تھے۔ اس لیے ان میں رنگ و نسل کا امتیاز مسلم قومیت سے بننے میں مانع نہیں ہوا۔ مسلمان بے شک حکمران تھے، لیکن برصغیر میں ہمیشہ اقلیت ہی میں رہے۔

"مسلمان برصغیر میں فاتحین کی حیثیت سے آئے تھے، لیکن ہندوؤں کے مقابلہ میں ہمیشہ ایک اقلیت میں رہے۔ اپنے تحفظ کے لئے انہیں ہر وقت بیدار رہنا پڑا۔ اس بیداری نے سماجی سطح پر مسلمانوں کو زندہ سلامت رکھا۔" ؎۲

مفتوح اور فاتح قومیں ایک دوسرے سے پہلو بچاتی رہیں۔ مفتوح قوم نے اپنی ثقافت کا دامن سمیٹ لیا۔ تو فاتح قوم نے اپنی ثقافت کی حفاظت کا حق ادا کیا۔ اس طرح برسوں کی قربت نے بھی دونوں کو ایک تمدن کا رکن نہ بنایا۔

برصغیر میں ہندوؤں کی قومیت کی تاریخ آریہ قوم سے شروع ہوتی ہے۔ جنہوں نے حملہ کر کے مقامی باشندوں کو اچھوت بنایا۔ ان کے نزدیک فاتح قوم خدائی صفات کی مالک تھی۔ پے در پے فاتحین کے حملوں نے انہیں طبقات میں تقسیم کر دیا۔۔

"THE MAIN THING IN THEIR LIFE WAS CASTE SYSTEM UPON WHICH THEIR WHOLE SYSTEM OF PHILOSOPHICAL, THEOLOGICAL AND CULTURAL VALUE AND THOUGHT WAS BASED." ؎۳

؎۱ Preaching of Islam صفحہ ۲۵۶ ۔ ؎۲ پاکستان کی نظریاتی بنیادیں صفحہ ۹۹

؎۳ Two Nation Theory صفحہ ۶۳

Marfat.com

مسلمان مختلف قبیلوں سے تعلق اور نسلوں سے روابط رکھتے ہیں ۔

" ISLAM IS NEITHER NATIONALISM NOR IMPERIALISM BUT A LEAGUE OF NATIONS " [1]

جو بھی کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے ، وہ اس ملت میں شامل ہو جاتا ہے ۔

ہندو مسلم قلوب مختلف جذبات وکیفیات سے دھڑکتے ہیں ۔ اس لیئے ان کا ایک قوم بن کر رہنا محال تھا ۔ قوم بننے کے لیئے سوچ کے دھارے یکساں سمت میں بہنے ضروری ہیں ۔ بے ۔ سے رہوزر؛ قوم کی تعریف یوں کرتے ہیں ۔

A UNION OF HERTS ONCE MADE NEVER UNMADE. [2]

قومیت کی پیدائش ، تعمیر اور بقا کے لیئے مندرجہ ذیل عناصر ضروری سمجھے گئے ہیں ۔

ا : مادی عناصر ؛ نسل ۔ وطن ۔ سلطنت ۔ اقتصادی حالت ۔

ب : غیر مادی عناصر ؛ زبان ۔ مذہب ۔ قومی ادب ۔ روایات ۔ تعلیم ۔ تمدن و تہذیب ۔ قانون ۔ علم ۔ قوم بننے کی خواہش ۔ " [3]

اسلام کی دعوت بنی نوع انسان کے لیئے ہے ۔ اس میں رنگ و نسل قبیلہ ، زبان اور جغرافیائی حدود وقیود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ۔ علامہ اقبال رح ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر یوں ڈالتے ہیں ۔

" مسلمان اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے ۔ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن ، نہ اشتراک اغراض اقتصادی ۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں ہیں ، جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی ہے ۔ " [4]

---

[1] THE RECONSTRACTION OF RELIGIONS ص ۲۳۲ ۔ [2] THE NATION THEORY ص ۱۰۴ ۴۸

[3] آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان ص ۲۶

[4] : پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ص ۴۸

Marfat.com

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر۔ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار۔ قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں ۔ اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی ۔

اقبالؒ

ہندو اپنی قومیت کا خمیر ہندوستان سے اٹھاتا ہے ۔ اس کے نزدیک ایک خطہ میں پیدا ہونے والے سب افراد ایک قوم ہوتے ہیں ۔

" ایک نیک کام میں مسلمانوں کی مدد کرنا ، ہندوستان کی خدمت کرنا ہے ۔ اس لیئے کہ مسلمان اور ہندو ایک ہی خون سے پیدا ہوئے ہیں ۔ وہ ایک ہی ماں (بھارت ماتا) کے پیٹ سے پیدا ہیں ۔ ۔ " (ینگ انڈیا) (گاندھی جی) ۲۸ جولائی ۱۹۲۱ ۔ [1]

گاندھی جی ہندو مسلم اشتراک " بھارت ماتا " بتاتے ہیں ۔ ۔ حالانکہ اچھوتوں کا برصغیر کی دھرتی میں پیدا ہونے میں کوئی کلام نہیں ۔ اگر ہندو کو مسلم مخالفت نہ کرنا ہوتی تو آج تک اچھوت ہندو کا بھائی نہ بنتا ۔ ۔ ۔ ۔ " ہندو سوسائٹی میں مسلمانوں کے تمدنی اثر کی بدولت ذات پات کے بندھن ڈھیلے پڑے ۔ ۔ ۔ " [2]

ذات پات کے پجاری ہندؤں نے کبھی بھی انہیں ہندوؤں میں شامل سمجھا ۔ علامہ اقبال نے فرمایا " مسٹر گاندھی کا اچھوتوں کو یہ پیغام ہے کہ ہندو دھرم کو مت چھوڑو ! ہندو مت میں رہو ۔ لیکن ہندو بننے کی کوشش نہ کرو ۔ ۔ " [3] ہندو کی یہ چال عقل وگرنہ جو اچھوت کو ہندو قوم میں شامل نہ سمجھے وہ مسلمانوں کو کب اپنی قومیت کا رکن ماننے کو تیار تھا ۔ ۔ ۔ " محض ایک ہی ملک یا خطے میں رہنا قوم بننے کے لیئے کافی نہیں ۔ " [4]

ہندو اور مسلم قوم خارجی حالات اور داخلی و روحانی خصوصیات سے

[1] حکومت اور سیاست ص ۱۱ ، [2] تاریخ مسلمانانِ عالم ص ۲۵۹
[3] روزنامہ جنگ راولپنڈی (دو قومی نظریہ) [4] قوم اور قومیت ص ۱۲

Marfat.com

کے اعتبار سے قطعاً مختلف ہیں۔ ان کا داخلی اور روحانی فرق ان کی ثقافت میں جھلکتا نظر آتا ہے اور یہی فرق ان کو دو مختلف قوموں میں جدا کرتا ہے۔ اسلام وحدتِ انسانی کو روح انسانی میں تلاش کرتا ہے۔ جب کہ ہندو گوشت پوست اور مخصوص خطہ ارضی میں تلاش کرتا ہے۔ برصغیر سے باہر پیدا ہونے والی بنی نوع انسان سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اسی نے ہندو کو متعصب اور تنگ نظر کر دیا ہے۔

" کائنات میں انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے"۔ [1]

مسلمان سب کے سب ہندوستان کے قدیم باشندے نہیں ہیں۔

" 15th YERS AFTER THE DEMISE OF PROPHET AN ARAB EXPEDITION WAS SENT INTO SIND. [2]

اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے وہ بھی ہندی ثقافت سے کٹ کر مسلم قومیت کے رکن بن گئے ہیں۔

محمد بن قاسم رح سے لے کر تقسیم ہند تک دونوں قومیں اپنی انفرادیت میں منفرد و یگانہ رہیں۔ دورِ انگلشیہ میں دونوں قوموں کو من حیث القوم سوچنے کا موقعہ ملا اور دونوں کے اختلاف وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ اور سرسید احمد خان یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

" اب مجھے یقین ہو گیا ہے، کہ دونوں قومیں دل سے کسی کام میں شریک نہ ہو سکیں گی، ابھی تو بہت کم ہے، آگے آگے اس سے زیادہ مخالفت اور عناد ان لوگوں کے سبب جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں، بڑھتا نظر آتا ہے۔۔" [3]

مسلم قوم کو قومیت کا شعور برصغیر میں قدم رکھتے ہی شدت سے ہو گیا

---

[1] پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ص۱۶۔ [2] PREACHING OF ISLAM ص۲۵۶

[3] تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء۔ ص۶

Marfat.com

تھا۔ اسے ایک جذبہ اور احساس میں منظم کرنے والے برِّصغیر میں سر سید احمد خان ہیں۔ اور اسے مسلمانوں کی احتسابی قوت میں داخل کرنے والے علامہ اقبالؒ کی شخصیت ہے۔

"ہندوستان میں سب سے پہلے یہ خیال سر سید کے افقِ ذہن سے ابھرا کہ اس ملک میں الگ الگ نظریہ حیات کی وجہ سے ہندو اور مسلمان دیر تک اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ کچھ عرصہ بعد حقیقت شناس اقبالؒ نے ان ہی خیالات کا اظہار کیا۔" [1]

برّصغیر کے مسلمانوں میں سوائے خطۂ ارضی کے اشتراک کے کوئی وحدت دیگر نظر نہیں آتی۔

"قدیم الایام سے اقوام" اوطان" کی طرف اور" اوطان" اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آتے ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں ہم سب کرہ ارض کے اس حصے میں بود و باش رکھتے ہیں، جو ہند کے نام سے موسوم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس، چینی۔ عرب۔ جاپانی۔ ایرانی وغیرہ وطن کا لفظ جو اس قول میں مستعمل ہوا ہے، محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔" [2]

دونوں قوموں کی الگ الگ ثقافت ہے۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ دونوں ثقافتوں کے پنپنے کے لیے دو خطے مخصوص ہو جاتے، تاکہ دونوں ثقافتیں آزادانہ ماحول میں پروان چڑھتیں۔

"مسلمانوں کو جو چیز متحدہ ہندوستانی قومیت سے بار بار الگ کھینچتی ہے۔ اس میں جہاں شخصی خود غرضیاں، تنگ نظری اور اس کے مستقبل کا صحیح تصور نہ قائم کر سکنے کو دخل ہے۔ وہاں اس شدید شبہ کا بھی بڑا حصہ ہے کہ قومی حکومت کے ماتحت مسلمانوں کو اپنی ہستی کے فنا ہونے کا ڈر ہے۔ مسلمان کسی حال میں بھی یہ قیمت ادا کرنے پر راضی

[1] نظریہ پاکستان۔ صد ۱ ، [2] پاکستان کی نظریاتی بنیادیں صد ۶۹

Marfat.com

نہیں۔ اور میں بحیثیت مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوستانی کی حیثیت سے بھی اس پر خوش ہوں کہ مسلمان اس قیمت کے ادا کرنے پر تیار نہیں۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو جو نقصان ہوگا، سو ہوگا ہی، خود ہندوستان کا تمدن ہستی میں کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔" [1]

(خواجہ غلام السیدین)

دونوں قوموں میں نظریاتی، اخلاقی، سماجی اور اقتصادی وحدت موجود نہیں تھی، تو ملکی اور سیاسی وحدت سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے اکثریت کا غلام بننا منظور نہیں تھا۔ مسلمان! جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو سال برصغیر پر حکومت کی جس کا شاندار ماضی ہے۔ اب جمہوریت سے اپنی بقا کا سودا نہیں کر سکتے تھے۔

"حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ اور وہ اپنی قومی وحدت کا سودا متحدہ قومیت کے پیش کردہ تحفظات سے کبھی نہ کریں گے۔ وہ ایک مستقل قوم ہیں، اور ہندوستان میں ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہیں گے۔۔" [2] ....(قائدِ اعظمؒ)

ہندو مسلم الگ الگ عقائد و تصورات نے دو قومی نظریہ کو جنم دیا، اور مسلمانوں نے اپنے دین، تاریخ اور مخصوص روایات کے پیشِ نظر پاکستان کا مطالبہ کیا۔۔

"اسلام کو بحیثیت دین نافذ العمل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اس خطہ ارضی میں ایک قطعۂ زمین ایسا حاصل کیا جائے جہاں اس سائنسی اور مادی دور میں اسلام کو دین کی حیثیت سے نافذ العمل کیا جا سکے۔۔" [3]

---

[1] : آئینہ ادب ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۱۰۔ [2] سرگزشت پاکستان صفحہ ۴۶

[3] دو قومی نظریہ :" میاں ظفر احمد۔

Marfat.com

نظریۂ پاکستان

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا ہ جس طرح انسانی تخلیق کے پیچھے ایک مقصد کارفرما ہے اسی طرح انسان اپنی زندگی کو بامقصد بنانے کے لیے ایک نصب العین کا تعین کرتا ہے۔ اگر افراد کا مقصدِ حیات پر اتفاق ہو جائے تو اپنے لیے ان کی زندگیوں میں ایک نظریہ کارفرما نظر آتا ہے۔ یہی نظریہ افراد کو ایک رشتہ کے اندر پرو کر ملّت یا قوم بناتا ہے۔

" وہ کونسا رشتہ ہے؟ جس سے منسلک ہو کر تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ وہ کونسی چٹان ہے؟ جس پر ان کی ملّت استوار ہے۔ وہ کونسا لنگر ہے؛ جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے۔ وہ بندھن۔ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتابِ عظیم قرآنِ حکیم ہے۔

(قائدِ اعظمؒ ۱۹۴۳ء)

یہ قومی نظریہ قوموں کی اٹھان کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ اسی سے ننگ و نازِ زندگی اور بحیثیتِ قوم ابھرنے کی آرزو اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کی تمنا بیدار ہوتی ہے۔ یہی نظریہ قوموں کے اندر شیرازہ بندی اور اتحاد و تنظیم کی علامت قرار پاتا ہے۔ اسی نظریہ سے قومیں قوت، خود اعتمادی، اخوت، مساوات کا درس لیتی ہیں۔ گویا یہی نظریہ قوموں کا نظریہ حیات بن جاتا ہے۔

نظریہ حیات پورے نظامِ زندگی پر محیط نظر آتا ہے۔ اسی نظریہ سے قوموں کے اندر یک رنگی، یکسانیت اور عدل و انصاف کا دور دورہ نظر آتا ہے۔

انسان مدنی الطبع ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے

Marfat.com

کے لیئے طبعاً مجبور ہے۔ اس کی ضروریات و احتیاجات کا تقاضا ہے کہ وہ مل جل کر رہے۔ اس کی یہی معاشرتی زندگی اسے اجتماعی زندگی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور جب اس کے اندر نظریہ حیات شامل ہو جاتا ہے تو وہیں سے قومی زندگی جنم لیتی ہے، اور وہ افراد ایک قوم بن کر ابھرتے ہیں۔۔

اس دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی نظریہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر بہت سے افراد کی زندگیوں میں ایک ہی نظریہ کارفرما ہو تو انہیں رہنے کے لیئے ایک ہی خطہ میسر ہو تو وہ اس نظریہ کے مطابق ایک معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔ اور اس معاشرے کی بقا کے لیئے وہ زندگی کے اصول وضع کر لیتے ہیں۔ اور ان اصولوں کا منبع و سرچشمہ: کوئی قد آور شخصیت یا کوئی صحیفہ ہوتا ہے

"ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسولؐ، ایک اُمت یہی ہمارا نعرہ ہے"

"قائدِ اعظم: ۱۹۴۳ء"

نظریۂ پاکستان کے پیچھے ایک قوم کا نظریہ حیات کارفرما ہے۔

اس قوم کے بارے میں قرآن کریم میں "کنتم خیر اُمة (تم بہترین امت ہو)" کے الفاظ آئے ہیں۔۔ اس قوم کے ہر فرد کی زندگی میں ایک ہی نظریہ حیات رچا بسا ہے۔ قائدِ اعظمؒ ایک بار فرمایا تھا۔

"پاکستان اسی روز قائم ہو گیا تھا جب پہلے مسلمان نے برصغیر کی سرزمین پر قدم رکھا اور جب پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا۔"

جب برصغیر میں پہلے مسلمان نے قدم رکھا، تو وہ ایک منفرد نظریہ حیات اپنے ساتھ لایا۔ جن لوگوں نے اس نظریہ کو نظریہ حیات بنالیا وہ اپنی قوم سے کٹ کر اس قوم کا ایک فرد بن گیا۔۔

یوں تو محمد بن قاسمؒ سے پہلے بھی مسلمان برصغیر میں آتے رہے، کچھ ان میں تاجر تھے، اور کچھ مبلغ بھی۔ اس سے پہلے کچھ مہمتیں

Marfat.com

بھی برصغیر میں بھیجی گئی۔ لیکن وہ ناکام رہیں۔ محمد بن قاسمؒ پہلا مسلمان سپہ سالار ہے۔ جس نے دیبل کو فتح کر کے مسجد تعمیر کرائی۔ اور چار ہزار مسلمانوں کو دیبل میں آباد کیا۔ گویا ایک منفرد نظریہ حیات برصغیر میں لانے والا وہ پہلا شخص ؛ محمد بن قاسم رؒ ہے۔ جس نے سندھ کو باب الاسلام بنا دیا۔ اور پھر اسی دروازے سے یہ نظریہ حیات پورے برصغیر میں پہنچا۔ محمد بن قاسم کی فوج میں نہ صرف اہل سیف بلکہ اہل علم بھی تھے۔ اس نے دینِ اسلام کو اپنے قول و فعل سے پھیلایا۔ خود محمد بن قاسم بہترین قاری اور حافظِ قرآن تھا۔۔

محمد بن قاسمؒ سے زوالِ مغلیہ تک اسلام کی اشاعت صوفیاء اکرام نے کی۔ کیونکہ حکمران خواص کے ذریعے حکمرانی کرتے ہیں۔ اس لیئے ان کا اثر صرف خواص پر ہوتا ہے۔ صوفیاء نے اپنا تکیہ عوام میں رکھا۔۔ اور عوام کے دلوں سے کفر و شرک کی میل کو دھو ڈالا۔ جو صوفیاء اہل علم تھے، انہوں نے کفر کی ظلمت کو مٹا کر دین اسلام کا نور عوام کے دلوں میں بھرا۔ "قالوا بلیٰ" کا وعدہ یاد دلا کر فطرتِ سلیم پر لا کھڑا کیا۔ لیکن جہلاء صوفیا نے عوام میں دینِ اسلام پھیلانے کی بجائے عوام کو بھگت بنا دیا۔ عوام ہندو مت سے کٹ تو گئے لیکن اسلام کی تعلیم سے بھی بے بہرہ رہے۔۔

اکبر کا دینِ الٰہی اسی بھگت پن کا نتیجہ تھا۔ رحیمؒ اور رام کا امتیاز ختم کر کے ہندو مسلم کو بھائی بھائی بنانے کی کوشش کی گئی۔ صوفیاء کو بھی ہر میں ہر نظر آنے لگا۔ فنا فی اللہ ہو کر صوفیاء بھی اوتار بننے لگے "وحدت الوجود" ہندو اور مسلم صوفیاء کا بھی عقیدہ بن گیا۔ ہندو صوفیاء " دیوی جی درشن دے تو بے دانی سادھی، دیوی جی درشن دے۔" الاپنے لگے۔ مسلم صوفیا بھی ایسے ہی خیالات طریقت میں سمو کر شریعت سے الگ کرنے لگے۔ فنا فی اللہ ہونے کے لیئے وہی گیان، وہی دھیان، پاؤں میں لوہے کے کڑے، عورتوں کی طرح بالوں کی لٹیں، ناخن بڑھے ہوئے،

Marfat.com

لنگوٹ کسے ہوئے، دھونی جل رہی ہے۔ نفس کو مارا جا رہا ہے۔ نفس کو مار کر روح کو امر کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں خدا ہے، دیوی میں خدا ہے، خدا دیوی ہے۔ رحیم مسجد میں ہے، رام مندر میں ہے۔ رحیم اور رام اسی ذات کے نام ہیں جو ہر چیز میں ہے۔

ہر چیز میں اس کی ذات جلوہ فرما ہے۔ آگ، پتھر، درخت، چاند، سورج، سانپ اور انسان سب میں خداوند تعالےٰ کی ذات موجود ہے۔ لہٰذا ان کی عبادت، عین عبادتِ خداوندی ہوگی۔ بُت میں خدا کی ذات جلوہ گر ہوتی ہے اس لیے بُت کی پوجا، خدا کی پوجا ہوگی۔

انسان کے اندر بھی خدا موجود ہے، اللہ اگر دریا ہے، تو انسان اک قطرہ۔ یہ قطرہ دریا میں ملنے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ کیونکہ انسان خدا سے جدا نہیں ہے اس لیے ریاضت اور نفس کشی سے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اَنا کی نفی اثباتِ ذات بن جاتی ہے۔ قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے۔

وحدت الوجود کے نظریہ نے مسلمانوں میں بے عملی کا بیج بویا۔ مسلم قومی تشخص کو ختم کرنے کے لئے اکبر نے دین الٰہی ایجاد کیا تو صوفیا نے وحدت الوجود کا نظریہ دے کر مسلم قوم کو ہندو قومیت میں ضم کرنے کی سعی کی۔ یہ عقیدہ صوفیاء نے ہندو جوگیوں سے لیا، اور اسے طریقت کا نام دے کر شریعت سے الگ کر دیا۔ اس سے شریعت کی اہمیت کم ہوگئی۔ شریعت کی اہمیت کو کم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلم قومی تشخص کو دھندلا کر ختم کیا جاسکے۔ اس میں ہندو جوگیوں کی شعوری اور صوفیا کی غیر شعوری کوششیں شامل تھیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح نے نہ صرف خواص پر توجہ دی بلکہ عامۃ المسلمین اور صوفیاء کی بھی اصلاح کی۔ آپ نے امراء اور ارکین سلطنت کو خطوط لکھے۔ اور انہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کے فرائض کی نشان دہی کی۔ صوفیا کو وحدت الوجود کے غلط عقیدہ سے باز رہنے کی تلقین کی اور عقیدہ وحدت الشہود اپنانے کی ترغیب دی۔ جو شریعت سے قریب ترین ہے۔

Marfat.com

وحدت الشہود میں آپ نے بتایا کہ خالق و مخلوق کا وجود الگ الگ ہے۔ کائنات خالقِ حقیقی کے حسنِ تخلیق کی شاہد ہے۔ اللہ خالق اور بندہ مخلوق ہے اس لیئے فنا فی اللہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جن صوفیا نے "انا الحق" کا نعرہ بلند کیا، وہ مقام عبدہٗ سے بھی گر گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، افضل الانبیاء ہونے کے باوجود "انا عبدہٗ" پر فخر کرتے تھے۔ سنتِ رسولؐ پر استقامت نے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بلند مقام پر فائز کر دیا۔۔

وحدت الشہود میں انسان سلوک و معرفت کے مراحل طے کرتے فنا فی الطریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان کی پوری زندگی اسوہء نبویؐ کی مظہر اور پرتو بن جاتی ہے۔ مسلمان کی زندگی میں صحابہ کی زندگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مریدوں نے آپ کے خطوط مغلیہ سلطنت کی حدود کے چار وانگ پھیلا دیا۔ آپ کی کوششوں سے بدعات و رسوم اور اسلام میں فرق واضح ہوا۔ آپ نے اسلام نتھار کر کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیا۔ احیائے اسلام کی کوشش کی وجہ سے قوم آپ کو مجدّد الفِ ثانیؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

"حضرت مجددؒ ہندوستان کی مسلم حکومت کو دوبارہ اسلام کی طرف لے آئے"

(حضرت مجددؒ کا نظریہ توحید۔ ص۱۹)

اورنگ زیبؒ عالم گیر کا انتقال ۱۷۰۷ء میں ہوا۔ آپ کے بعد مسلمان نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی، سماجی اور دینی تنزل کا بھی شکار ہوئے۔ آپ کے جانشین نااہل ثابت ہوئے۔ تخت نشینی کی کشمکش نے مرکز کو کمزور کر دیا۔ بارہ سال میں چھ شہزادے تخت نشیں ہوئے۔ ۱۷۱۹ء محمد شاہ کے عہد میں نادر شاہ نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ امراء عیش پرست تھے۔ عوام کی اخلاقی و مذہبی حالت انتہائی دگرگوں تھی۔

Marfat.com

"سیاسی زوال سے زیادہ سنگین مسلم معاشرے کا بگاڑ تھا۔
جو در اصل ان کی کمزوری (سیاست میں) کا بنیادی سبب تھا۔ مختصر
یہ کہ اب مسلم معاشرہ ایک بیمار معاشرہ تھا، جو کسی بھی وقت
اپنی کمزوریوں کے باعث ختم ہو سکتا تھا۔" (مسلم معاشرہ کا استحکام)
"پروفیسر محمد اسلم"

مرہٹے مسلمانوں کی کمزور حکومت کو دیکھ کر ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ شاہ ولی اللہ رح نے احمد شاہ ابدالی کو برصغیر پر حملہ کی دعوت دی۔ احمد شاہ ابدالی مرہٹوں پر آفت بن کر ٹوٹ پڑا۔ اور پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن مغل حکمران اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

شاہ ولی اللہ رح نے احیائے سیاست کے ساتھ ساتھ احیائے دین کے لیے بڑا کام کیا۔ "... شاہ ولی اللہ رح جیسا شخص پیدا ہوا، جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی رح رازی رح اور ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔

(شبلی نعمانی رح: تاریخ الکلام۔ ص ۱۰۹)

آپ رح نے بیمار معاشرے کا جائزہ لیا، اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ قرآن مجید کو سمجھے بغیر اس روگ کا علاج ممکن نہیں، آپ رح نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

" جب علماء کو پتہ چلا تو تلواریں کھینچ کر آ گئے۔ کہ یہ کلام پاک کی انتہائی بے ادبی ہے۔" ... (رودِ کوثر۔ ص ۵۵)

آپ رح کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹوں نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ بڑے صاحبزادے شاہ عبد العزیز رح نے قرآن حکیم کی تفسیر لکھی، اور ساٹھ برس تک مدرسہ رحیمیہ میں رشد و ہدایت کی ضیاء پاشی کرتے رہے۔ شاہ رفیع الدین رح اور شاہ عبد القادر رح نے قرآن کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اس طرح اس گھرانے نے برصغیر میں قرآن فہمی کا رستہ کھول دیا۔ آپ کے چوتھے بیٹے شاہ عبد الغنی رح

Marfat.com

تھے۔ ان کے بیٹے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے احیائے ریاست کے لئے جہاد کا رستہ اپنایا۔ جس نے برصغیر مسلمانوں کو ایک الگ وطن کے حصول کے لئے سرگرم عمل کیا۔ وہ ایک نصب العین پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ اسی نظریہ نے ان میں تگ و تاز اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور مسلمانوں نے دولت، شہرت، عزت و ناموس اور متاعِ عزیز کی قربانی دے کر پاکستان حاصل کر لیا۔

"قومیت بلاشبہ ایک انقلابی قوت رہی ہے اور اس نے
سیاسی آزادی کے حصول کے لیئے قوموں میں غیر معمولی حرارت
پیدا کی ہے۔..." [1]

آج نظریہ پاکستان کو غلط معانی میں استعمال کر کے کچھ عناصر پاکستانی قوم کو، جو کہ ایک مسلم قوم ہے، قوموں میں تقسیم کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ جو نہایت افسوسناک اور انتہائی خطرناک ہے۔ ایسے عناصر نے وحدت پاکستان کو اکائیوں میں تقسیم کیا۔ اور پاکستان کے اندر شکوک و شبہات کی فضا پیدا کر کے نفرت و حسد کا بیج بویا۔ جو ثمر آور درخت بن کر رنگ لایا اور پاکستان کو دو لخت کر گیا۔

اس صدی میں رنگ و بو کے پیمانے توڑ کر مختلف رنگ و نسل کے لوگ جغرافیائی وحدت کے اندر قوم بن رہے ہیں۔ لیکن ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اقوام میں بٹنے کی فکر میں ہیں۔ مسلم قوم کو چھوڑ کر برصغیر کی ہندو قوموں کے نام پر تنظیمیں قائم ہو رہی ہیں۔ آج پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے ۴۳ سال بیت چکے ہیں اور اسلام میں داخل ہوئے صدیاں گذر گئی ہیں۔ لیکن ہندی مسلمان آج بھی پاکستانی وحدت اور اسلامی شیرازہ بندی کو تار تار کرنے کی فکر میں ہے۔

آزادی خداوند تعالےٰ کی دین ہے۔ آزاد قومیں ہی کچھ کر گزرتی ہیں۔ لیکن جو وطیرہ ہم اپنائے ہوئے ہیں، یہ چھوٹی آزاد قوموں سے پٹنے کے

[1] ۔ اسلامی ریاست ایک تاریخی جائزہ۔ ص ۹

Marfat.com

نہیں۔ آزادی کی خاطر عزت و ناموس کی قربانی دینا پڑی ہے اور خون کے سمندر سے گزر کر یہ خطۂ مقدس حاصل کیا تھا۔

"دو ایسے واقعات ہیں جن کا بالکل ٹھیک وقت ہم نہیں بتا سکتے۔ ان میں سے ایک جس کا تعلق فرد کی زندگی سے ہے، نیند آنا ہے۔ کوئی شخص آج تک اس خاص لمحہ کا تعین نہیں کر سکا جب جاگنے والا سو جاتا ہے۔ دوسرا واقعہ جس کا تعلق قومی زندگی سے ہے، تنزل یا زوال ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں قوم کا زوال کس تاریخ سے شروع ہوا۔ سب کو اس کی خبر اس وقت ہوتی ہے کہ جب وہ زور پکڑ جاتا ہے۔"

آزادی کو سہارا دینے کے لیے ہمیں تمام قوتیں بروئے کار لانا ہوں گی۔ اور آزادی کی لذت کو آنے والی نسلوں کی گھٹی میں رکھنا ہوگی۔ تاکہ وہ زندہ اور آزاد قوموں کی طرح اقوام عالم میں فخر سے اپنے سر بلند کر سکیں۔

پاکستان میں رہنے والے پاک لوگوں کا دین اسلام ہے۔ جو قومیت، رنگ و نسل کے تعصب کو ختم کر کے ملت واحد بناتا ہے۔

"اسلام کا تصور ایک عالمگیر قانون کی صورت میں تھا۔ اس کے نزدیک نسل و وطن اور رنگ و خون کے ساحلوں میں گھری ہوئی جوئے حیات کبھی بیکرانہ انداز میں نہیں بہہ سکتی اور نہ ہی حسب و نسب کے امتیازات و تعصبات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت اس حقیقی زندگی سے آشنا ہو سکتی ہے۔۔۔" لے

پاکستان کی ثقافت مسلمانوں کی برصغیر میں آمد سے شروع ہوتی ہے اس سے قبل کی مختلف صوبوں میں کھدائی کے ذریعے کھنڈروں سے اپنی ثقافت تلاش کرنا، پاکستان کے لیے سم قاتل ہے۔ یہ صوبوں کو اپنی ثقافت سے باہر

لے: نظریہ پاکستان ص ۴۲

Marfat.com

کھینچتی ہے۔ اور پاکستانی ثقافت سے بہت دور لے جاتی ہے۔

" قوم کی تشکیل اور قومی جذبے کی ترقی میں ثقافت نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ "[1] ... لیکن " پاکستانی ثقافت کی اصل روح اسلام کی غیر فانی اقدار ہیں"[2] اور " .. اسلام کی روحانی اور مادی روایات کو زندہ کیے بغیر ہم اپنی ثقافت کا موثر طور پر تحفظ نہیں کر سکتے۔ .."[3]

---

[1] ، [2] ، [3] ۔ فلسفہ اور تعلیم ص۴۸ ص۵۰ ص۵۱

Marfat.com

تعلیمی بیداری :

انگریز نے مسلمانوں سے اقتدار ہی نہیں چھینا بلکہ نظام تعلیم بھی تہہ و بالا کر دیا تھا مسلمان معاشرتی و معاشی اور تعلیمی انحطاط کا شکار ہو گئے پادریوں نے سرعام اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس میں مسلمانوں کے مذہب طریق عبادت، رسم و رواج اور اسلاف کو ہدف تنقید بنایا جاتا۔ مسلمان سب کچھ کھونے کے باوجود مذہب کی دولت سے ہاتھ نہیں دھونا نہیں چاہتے تھے۔

بعض علماء، مسلمانوں کی تنزلی کا سبب روحانی اور دینی خیال کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمان دین کی راہ اپنا لیں تو عظیم الشان عہد رفتہ دوبارہ لوٹ سکتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند چنانچہ ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو یو۔پی کے ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند کی چھتہ والی مسجد میں ایک دینی درس گاہ قائم کی۔ اس کے بانیوں میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے والد محترم مولوی فضل الرحمان اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے والد مولوی ذوالفقار علی تھے۔ مولوی صاحب ان دنوں ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر تھے۔ انہوں نے سرکاری عہدہ کو خیر آباد کہہ کر مدرسہ کی مدرسی اختیار کرلی۔

مدرسہ کو عروج اس وقت ملا جب مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس کے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی۔ مدرسہ کا آئین بھی مولانا نانوتوی نے خود تیار کیا۔ ان میں چند اصول یہ ہیں۔

۱: مدرسہ کے اساتذہ ہم خیال اور باہمی احترام و عقیدت کا جذبہ رکھتے ہوں۔
۲: سرکار اور ایسے امراء جو شہرت پسند ہوں، ان سے چندہ قبول نہ کیا جائے۔
۳: ایسے لوگوں سے چندہ لیا جائے جو اسے آخرت کا توشہ سمجھتے ہوں۔

۱۸۸۰ء میں مولانا نانوتوی کے انتقال کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی مدرسہ کے سرپرست بنے۔ ان کے بعد مولانا محمد یعقوب نانوتوی سرپرست بنے مولانا موصوف مولوی مملوک علی کے فرزند تھے۔ مولوی مملوک علی دھلی کالج

Marfat.com

ہیں پروفیسر تھے۔ اور ان کے شاگردان رشید میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور سر سید احمد خان کے نام نامی آتے ہیں۔ ایک نے مدرسہ دیوبند کی اٹھان کا ذمہ لیا، تو دوسرے نے ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ کی بنیاد رکھ کر مسلمانوں کو قومی وقار اور قومی تشخص دیا۔

۱۸۸۸ء سے ۱۹۲۰ء تک شیخ الہند مولانا محمود الحسن "اسیر مالٹا" صدر مدرس بنے۔ ان کے دور میں مدرسہ نے بڑی ترقی کی۔ ان کے بعد مولوی اشرف علی تھانوی سرپرست مقرر ہوئے۔ مولانا مسلم لیگ کے ہمنوا تھے۔ آپ نے جمیعت العلمائے ہند سے الگ ہو کر جمیعت علمائے اسلام قائم کر لی۔ آپ کی کوششوں سے حصول پاکستان میں قائدِ اعظم کو بڑی مدد ملی۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی نے کراچی میں پرچم پاکستان کی کشائی فرما کر حکومت پاکستان کا افتتاح فرمایا۔ قائد اعظم کی نمازِ جنازہ بھی آپ نے پڑھائی۔ ڈھاکہ میں پاکستان پرچم کی پرچم کشائی آپ کے برادر مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھوں انجام پائی۔۔

دیوبند کی علمی و مذہبی خدمات کا اندازہ فارغ التحصیل علماء سے کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے دار العلوم دیوبند سے فارغ ہو کر راس کماری سے دہلی اور پشاور سے ڈھاکہ تک دیوبند کی طرز پر دار العلوم قائم کیے۔ ان علماء میں مولانا سید انور شاہ کاشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبید اللہ سندھی، مفتی کفائت اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبد اللہ درخواستی، مولانا غلام اللہ خان، مفتی محمود، مولانا مناظر احسن گیلانی، اور مولانا احتشام الحق تھانوی جیسے نامور علماء کے نام آتے ہیں۔

دیوبند میں دنیا بھر کے مسلم ممالک سے طلبہ آکر داخل ہوتے ہیں۔۔ تقسیم ہند کے وقت اس دار العلوم کے آٹھ ہاسٹل تھے۔ اور ہر ہاسٹل کے ۵۰ کمرے تھے۔ ان میں چار سو (۴۰۰) طلباء کے رہنے اور کھانے کا انتظام تھا۔ کشمیری طلبہ کو سات روپے صرف چائے کے ملتے تھے۔ اس کی اڑھائی سو ۲۵۰

Marfat.com

بڑی درس گاہیں تھیں جن میں ڈیڑھ ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے۔

ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ

مسلمانوں سے اقتدار چھن چکا تھا، تعلیمی ادارے اجڑ چکے تھے۔ کل جو صاحبِ علم تھا، آج وہ جاہل مطلق کہلانے لگا۔ شملہ اور شلوار متروک ہوکر ہیٹ اور پینٹ کا چلن ہوا۔ مسلم قوم احساسِ کمتری کا شکار ہوکر گوشہ نشیں ہوگئی۔ ہندو کی خوب بن آئی، اس کا کیا گیا تھا، صرف آقا ہی تو بدلا تھا، وہ انگریزی زبان سیکھ کر مسلمانوں سے کئی گنا آگے نکل گیا۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کا واحد ذریعہ مغربی تعلیم کو قرار دیا۔

سرسید احمد خان نے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورنٹیل ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ سکول کا افتتاح سر ولیم میور نے کیا۔ مسلمانوں نے ہندوستان بھر سے چندہ بھیجا۔ اس طرح ۸ جنوری ۱۸۷۷ء میں کالج کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا افتتاح وائسرائے لارڈ لٹن نے کیا۔ اس کے اسٹاف میں یورپین اساتذہ تھے جو اپنے دور کے نامور سکالر تھے

انگریزی تعلیم کے ساتھ اسلامیات کی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا گیا۔ یہ اقامتی کالج تھا جس میں شاندار ہاسٹلز تھے، اور تین سو طلبہ کی اقامت کا انتظام تھا۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس :

سرسید احمد خان برصغیر بھر میں مسلمانوں کے واحد ایم۔اے۔او کالج کو ناکافی سمجھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان بھر سے مسلمان علی گڑھ پہنچ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ لیکن بہت سے ذہین مگر نادار طلبہ علیگڑھ پہنچنے سے قاصر تھے۔

سرسید احمد خان نے ۱۸۸۶ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس کا مقصد برصغیر کے تمام مسلمانوں تک علی گڑھ کا پیغام پہنچانا

Marfat.com

تھا۔ ہندوستان بھر میں رابطہ کمیٹیاں قائم کی گئیں اور ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس مختلف شہروں میں ہونے لگے۔ اس طرح سرسید احمد خان کا پیغام دور دراز مقامات تک پہنچ گیا۔

سالانہ اجلاس جو مشہور ادبا اور شعراء شرکت کرتے تھے، ان میں مولانا شبلی نعمانی، مولانا الطاف حسین حالیؔ، نواب محسن الملک اور ڈپٹی نذیر احمد کے نام بڑے مشہور ہیں۔ سرسید احمد خان اس کے ذریعے مسلمانوں کا تعلیمی شعور بیدار کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے عمر بھر اسے سیاست سے الگ رکھا۔ ۱۸۹۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور چند سال بعد مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کا فریضہ بھی کانفرنس نے سرانجام دیا۔ دسمبر ۱۹۰۶ کو ڈھاکہ میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس نواب وقار الملک کی صدارت میں ہوا اور نواب سر سلیم اللہ خان کی تحریک پر مسلمانوں کی ایک سیاسی تنظیم "آل انڈیا مسلم لیگ" کی تشکیل کی گئی۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس برصغیر کے مسلمانوں میں تعلیمی شعور بیدار کرنے میں کامیاب رہی اور ملک بھر میں علی گڑھ کی طرز پر سکول اور کالج قائم ہونے لگے۔ علی گڑھ سے مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا شوکت علی، سر محمد شفیع حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، اے۔ کے فضل حق، سردار عبد الرب نشترؔ، نواب محمد اسماعیل خان اور ڈاکٹر ذاکر حسین جیسے نامور مدبروں نے تعلیم حاصل کی۔

ندوۃ العلماء، لکھنو:

دیوبند میں قدیم نظریات اور علی گڑھ میں جدید نظریات کارفرما تھے۔ ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے، اور نصاب میں قدیم و جدید نظریات سمونے اور علماء میں جذبہ خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے مولانا محمد علی کانپوری نے ندوۃ العلماء کے نام سے ۱۸۹۴ء میں

Marfat.com

ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا عبدالحق تفسیر حقانی والے نے قواعد وضوابط مرتب کیے، سرسید احمد خان نے ندوہ کے اغراض ومقاصد سے اتفاق کیا۔ اسی سال محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں نواب محسن الملک نے ندوہ کی حمائت میں قرارداد پاس کی اور اس کی تائید ڈاکٹر سید محمود نے کی۔

۱۸۹۸ء کو ندوہ کا دفتر لکھنو منتقل ہوا۔ ۱۹۰۳ء میں مولانا شبلی نعمانی حیدرآباد کی ملازمت چھوڑ کر ندوہ میں شامل ہوئے۔ یہی دور ندوہ کے عروج کا ہے۔ ۱۹۱۳ء تک شبلیؔ ندوہ کے سیکرٹری رہے۔ اور بعد میں اعظم گڑھ میں دار المصنفین قائم کیا۔ اردو کا بلند پایہ رسالہ " معارف " بھی ندوہ کے قدیم طلبہ کی زیر ادارت چلتا رہا۔

اس میں شک نہیں کہ ندوہ میں نہ تو علی گڑھ جیسی جدت آئی، اور نہ ہی دیوبند جیسی قدامت نصیب ہوئی، لیکن تصنیف وتالیف میں یہ دونوں اداروں سے سبقت لے گیا۔ ندوہ کے فارغ التحصیل علماء میں سید سلیمان ندویؔ، عبدالسلام ندوی، ریاست علی ندوی، ابوظفر ندوی، معین الدین احمد ندوی، نجیب اشرف ندوی، مسعود عالم ندوی اور ابوالحسن ندویؔ نے تاریخ اسلام پر بلند پایہ کتب تصنیف کر کے ندوۃ العلماء کی بالا دستی قائم کر دی۔

انجمن حمائتِ اسلام پنجاب :

وہ ادارے جو علی گڑھ کی مطابقت میں جاری ہوئے یا جنہوں نے مخالفت میں سر اٹھایا، وہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی سعی جمیلہ کا ہی ثمر ہیں۔ پنجاب میں جدید تعلیم کا آغاز عیسائی مشنریوں اور ہندوؤں کے تعلیمی اداروں سے ہوا۔ ان میں مسلمانوں نے کم دلچسپی لی۔ علی گڑھ کالج کے قیام میں پنجاب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی لیے سر سیدؔ احمد خان پنجاب والوں کو زندہ دلان پنجاب کہا کرتے تھے۔۔

Marfat.com

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے پنجاب کے مسلمانوں کو حوصلہ دیا۔ اور وہ عیسائیوں اور ہندو پنڈتوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا تحریری اور تقریری جواب دینے اور مسلمان بچوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے اہتمام کی غرض سے ۱۸۸۴ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور قائم کی۔ اس کے پہلے صدر خلیفہ حمید الدین تھے۔ انجمن نے اپنے کاموں کی ابتدا مٹھی بھر آٹے سے کی۔ ۱۸۸۷ء میں اسلامیہ ہائی سکول شیراں والا گیٹ لاہور اور ۱۸۹۲ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور قائم کیا انجمن نے دو یتیم خانے اور ایک دار الاطفال قائم کیا۔ ۱۸۸۶ء میں انجمن حمایت اسلام نے اپنا ایک پرنٹنگ پریس قائم کیا۔ اور اسی سال رسالہ حمایت اسلام جاری کیا ۱۹۷۲ء میں جب تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لیے گئے اس وقت انجمن حمایت اسلام کے دو مردانہ ڈگری کالج۔ ایک زنانہ ڈگری کالج، ایک طبیہ کالج۔ ایک لاء کالج۔ لڑکیوں کا ایک ہائی سکول اور لڑکوں کے ۲ ہائی سکول چل رہے تھے۔

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے طلبہ نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ قائد اعظم کے پیغام کو پنجاب کے کونے کونے میں پہنچایا۔ اور ہر طرف سے "لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان" کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔

سندھ مدرسۃ الاسلام

ـــــــــ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۴۳ء میں لارڈ ایلن برو کے دور میں سندھ کا الحاق بمبئی سے کر دیا۔ اس طرح سندھ میں ترقی ختم ہو گئی ۱۸۸۵ء میں خان بہادر آفندی نے سندھ مدرسۃ اسلام کی بنیاد بولٹن مارکیٹ کے قریب ایک پرانی سی عمارت میں بنیاد رکھی۔ آفندی، سر سید احمد خان کی تحریک علی گڑھ سے متاثر تھے۔ وہ اسی طرز کا ایک ادارہ کراچی میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی کوششوں سے نواب خیرپور اور دیگر روٴسا نے بھی تعاون کیا۔

Marfat.com

نومبر ۱۸۸۶ میں فریر روڈ پر مدرسۃ اسلام کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد لارڈ ڈفرن نے رکھا۔ اس عمارت کے ساتھ کھیل کا گراونڈ، ہاسٹل اور مسجد بھی تعمیر کی گئی۔

۱۸۹۶ء میں حسن علی آفندی کی وفات کے بعد ان کے لڑکے ولی محمد مدرسہ کے منتظم اعلیٰ بنے۔ ان کے عہد میں مدرسہ کو سرکاری سرپرستی رہی۔ اور کچھ پابندیاں بھی عائد رہیں۔ ۱۹۳۸ء میں ولی محمد کا انتقال ہوا۔ اور مدرسہ کو بھی سرکاری پابندیوں سے نجات ملی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حسن علی عبدالرحمان منتظم کمیٹی کے سیکریٹری بنے۔ سندھ مدرسہ کے اساتذہ میں شمس العلماء عمر بن محمد داد پوتہ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ اس مدرسہ کے پہلے دو انگریز پرنسپل پرسی ہائیڈ (PERCY HYDE) اور وائنز (VINES) کے نام بھی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے دور میں مدرسہ کو بڑی شہرت حاصل رہی۔

اس مدرسہ سے مسلمانوں کے کئی راہ نماؤں نے تعلیم حاصل کی۔ ان میں قائدِ اعظم محمد علی جناح کا نام سرِفہرست ہے، ان کے علاوہ سر غلام حسین ہدایت اللہ، سر شاہ نواز بھٹو اور دیگر بڑے بڑے سندھی راہ نما شامل تھے۔
۳۱ جون ۱۹۴۳ کو مدرسہ سندھ مسلم کالج بنا۔ اس کا افتتاح قائد اعظم نے کیا۔ اور اپنی جائداد کا بیشتر حصّہ کالج کو دیا۔

اسلامیہ کالج پشاور

صوبہ سرحد میں بھی تعلیمی اداروں کا آغاز عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں ہوا۔ ۱۸۶۸ء میں مشن ہائی سکول پشاور قائم ہوا جو بعد میں ایڈورڈ کالج بن گیا۔ ۱۸۸۸ء میں میونسپل ہائی سکول بنا۔ جو بعد میں گورنمنٹ کالج بن گیا۔ ۱۹۲۴ء میں علامہ عنایت اللہ مشرقی اس کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔
۱۹۰۲ء میں انجمن حمایت اسلام کے تحت بابو غلام حیدر اور میاں عبدالکریم نے انجمن ہائیسکول قائم کیا۔ جس میں جدید تعلیم کی تمام سہولیات

Marfat.com

مہیا کی گئی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں سر عبدالقیوم نے اپنے ایک انگریز دوست جارج روس کیپل کے تعاون سے پشاور سے خیبر والی سڑک پر ۲۰۰ ایکڑ رقبہ میں ایک دارالعلوم اسلامیہ قائم کیا۔ اور اسے ہائی سکول کا درجہ دیا۔ ۱۹۱۴ء میں اسے

اسلامیہ کالج کا نام دیا گیا۔ اس کالج نے افغانوں کو تعلیم کی طرف راغب کیا۔ اور جلد ہی یہ کالج سرحد میں مسلمانوں کا تعلیمی اور ثقافتی مرکز بن گیا۔

تحریک پاکستان میں اس کالج کے طلبہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں سرحد کے کونے کونے میں تحریک پاکستان کو متعارف کرانے والے اسی کالج کے طلبہ تھے قائدِ اعظم نے اپنے ترکہ کا ایک حصہ اسلامیہ کالج پشاور کو دینے کی وصیت کی تھی۔

صاحبزادہ عبدالقیوم کو تعلیمی خدمات کی وجہ سے سرحد کا سرسید کہا جاتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر بنایا گیا۔۔ ۱۹۳۷ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد اس کالج کو خیبر یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔

Marfat.com

آئینی جدّوجہد

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ کی حکومت ختم ہو گئی۔ تاجِ برطانیہ نے محسوس کیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی لوٹ کھسوٹ سے برصغیر کے لوگوں کی زندگیاں اجیرن کئے ہوئے ہے، یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو ہندوستان کے انتظامی اختیارات کمپنی سے تاج برطانیہ کو منتقل ہو گئے۔ تاجِ برطانیہ نے عوامی زندگی کو جمہوری اقدار سے نوازنے کے لیے پہلا آئینی ڈھانچہ "انڈین کونسلز ایکٹ ۱۸۶۱ء" لارڈ کیننگ کے عہد میں نافذ کیا اور اس سے ہندوستانیوں کو گورنر جنرل کی مجلس انتظامیہ میں ہندوستانیوں کی نمائندگی ۶ سے ۱۲ مقرر کی گئی۔

۱۸۹۲ء میں "انڈین کونسلز ایکٹ ۱۸۹۲ء" دوسرا دستوری ڈھانچہ لارڈ لینسڈاؤن کے عہد میں نافذ کیا گیا۔ اس سے گورنر جنرل کی مجلس انتظامیہ میں ہندوستانیوں کی نمائندگی ۱۰ سے ۱۶ کر دی گئی اور صوبائی کونسلوں کے اراکین کی تعداد میں بھی اضافہ کیا گیا۔ اس قانون کے تحت انتخابات کرانے کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ انتخابات مخلوط قومیت کے تھے۔ اس میں مسلمان ہندوؤں کے رحم و کرم پر تھے انتخابات میں مسلمان ایک نشست پر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ سید محمود نے بڑی جرأت سے مخلوط طریق انتخاب کے خلاف آواز اٹھائی۔ سر سید احمد خان نے ایم۔ اے۔ او ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کر کے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کیا۔

۱۹۰۹ء میں "منٹو مارلے اصلاحات" کے نام سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا۔ اس میں جداگانہ انتخابات کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔ ہائیکورٹس و چیف کورٹس میں مسلمان جج متعین کر دیئے گئے۔ ہر سطح پر مسلمانوں کے لیے جداگانہ نمائندگی رکھی گئی۔ ۱۹۰۹ء کے ایکٹ میں مسلمان ایک جدا قوم تسلیم کر لیے گئے۔ مسلم لیگ نے ان اصلاحات کا خیر مقدم کیا، اور کانگریس نے اس پر شدید برہمی کا اظہار کیا۔

۱۹۱۹ء میں "مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات" کے نام سے گورنمنٹ

Marfat.com

آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا، اس میں میثاق لکھنو ۱۹۱۶ء کی چند تجاویز شامل کر لی گئیں جداگانہ انتخابات بحال رکھے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں انتخابات ہوئے تو ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں کانگریس کا جو اجلاس ہوا، اس میں اگرچہ مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کو ناکافی، غیر تسلی بخش اور مایوس کن قرار دیا گیا۔ لیکن ان پر عمل درآمد کے لیئے آمادگی بھی ظاہر کی گئی۔[1] ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں کامیابی کے بعد مہاسبھا نے کانگریس پر غلبہ حاصل کر لیا اور کانگریس نے مسلمانوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ جداگانہ انتخابات کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔

۱۹۳۵ء، گورنمنٹ آف انڈیا، ۱۹۳۲ء کی گول میز کانفرنسوں کی کاروائی کی روشنی میں تیار کیا گیا۔ یہ جزوی طور پر ۱۹۳۵ء میں اور کلی نفاذ یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو ہوا اس میں دونوں ایوانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کے اصول کو برقرار رکھا گیا۔ اس سے تمام صوبوں کو پارلیمانی طرز کی تمام تر ذمہ داریاں حاصل ہو گئیں۔ اور حکومت کی تشکیل کا اہل قرار دے دیا گیا۔ مسلم لیگ نے مرکزی حکومت کی وفاقی سکیم کو بالکل بے معنی قرار دیا۔

۱۹۳۶ء میں اس آئین کے تحت انتخابات ہوئے۔ مسلم لیگ کو ناکام کرنے کے لیئے نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعت، پنجاب میں مجلس احرار، خاکسار، اور یونینسٹ۔ سرحد میں سرخ پوش۔ سندھ میں نیشنل پارٹی اور یو۔ پی میں جمیعت العلمائے ہند میدان میں اتری۔ کانگریس کو ۷۰۶/۱۷۷۱ نشستیں ملیں۔ اور ۲۱۱ دوسری ہندو جماعتوں کو ملیں۔ اس طرح مرکز میں کانگریس کو واضح اکثریت ملی مسلم لیگ کو ۱۰۸/۴۸۲ نشستیں حاصل کیں۔ مسلم اکثریت کے صوبوں میں پنجاب سے ۲/۸۴ بنگال سے [illegible] اور سرحد اور سندھ سے کوئی نشست نہ ملی۔

کانگریس نے مرکز میں اپنی حکومت بنائی۔ جس نے جولائی ۱۹۳۷ء سے اکتوبر ۱۹۳۹ء تک مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے، اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے

[1] : ظہور پاکستان از چوہدری محمد علی

Marfat.com

لگے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو کانگریسی وزارتیں مستعفی ہوگئیں تو مسلمانوں نے قائداعظم کے کہنے پر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یوم نجات منایا۔

۲۱ اگست ۱۹۴۵ء کو وائسرائے لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ برصغیر کی مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات آئندہ سال ہوں گے۔ مرکزی اسمبلی کے انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ء میں مکمل ہوئے۔ اس میں مسلم لیگ نے تیس مسلم نشستیں حاصل کرکے سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات آغاز ۱۹۴۶ء میں ہوئے اور مسلم لیگ نے ۴۴۶/۴۹۵ نشستیں جیت لیں۔

عبوری حکومت میں چھ کانگریسی، پانچ مسلم لیگی، ایک سکھ، ایک پارسی، ایک عیسائی کل چودہ وزراء کی مرکزی کابینہ تشکیل ہوئی۔ لیاقت علی خان کو وزیر خزانہ بنایا گیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خان نے بجٹ پیش کیا۔ اس میں غریب اور متوسط طبقہ سے محصولات کا بوجھ کم کرکے سرمایہ داروں پر ڈالا گیا۔ اسے غریب آدمی کا بجٹ قرار دیا گیا۔ لیکن جب سرمایہ داروں نے کانگریس کا چندہ بند کیا تو کانگریس کو عقل کے ناخن آئے۔

"جب لیاقت علی خان وزیر خزانہ بنے تو حکومت کی کلید ان کی تحویل میں چلی گئی ... سردار پٹیل وزارت داخلہ کو اپنے پاس رکھنے کا بہت مشتاق تھا، اب اسے سمجھ آئی کہ وزارت خزانہ کی پیش کش کرکے وہ مسلم لیگ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا ہے۔"

(ابوالکلام آزاد، "انڈیا ونز فریڈم ص ۱۶۸-۱۶۷")

قرارداد مقاصد

فروری ۱۹۴۸ء کو قائد اعظمؒ نے ایک انٹرویو میں فرمایا،

"پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی، لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا۔ اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگا۔"

Marfat.com

حصولِ پاکستان کے وقت، ۱۹۳۵ء قانون حکومتِ ہند کو متعدد ترامیم کے ساتھ عبوری دستور کے طور پر نافذ کر دیا گیا اور دستور ساز اسمبلی میں وہ اراکین شامل کیے گئے، جو پاکستان میں شامل حصوں سے برطانوی ہند کی مرکزی دستور ساز اسمبلی کے لیے چنے گئے تھے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں یہ بحث چھڑ گئی کہ آئین ہونا چاہیے یا نہیں اگر آئین ہو تو سیکولر SECULAR آئین ہونا چاہیے۔ اسلامی نظام محض نعرہ تھا جو حصولِ پاکستان کے لیے لگایا گیا تھا۔ عوام اور علماء نے اس نظریہ کے خلاف آواز اٹھائی، اور وزیر اعظم لیاقت علی خان نے مختلف الخیال قائدین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے ان اصولوں اور نظریات کا تعین کرنا تھا۔ جس پر دستور سازی کی جائے۔ کمیٹی کے اکثر شرکاء نے علامہ شبیر احمد عثمانی کے مرتب کردہ اصولوں سے اتفاق کیا اور ۱۲، مارچ ۱۹۴۹ء وزیر اعظم نے اس قرار داد مقاصد کو اسمبلی میں پیش کر کے منظوری حاصل کی۔

قرار داد مقاصد کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اقتدارِ اعلیٰ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات کے لیے ہے۔ اس نے مملکت پاکستان کو عوام کے ذریعے اختیارِ حکمرانی نیابتاً عطا فرمایا ہے۔
۲۔ پاکستان ایک جمہوری ملک ہوگا۔
۳۔ اقلیتوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔
۴۔ اہل پاکستان کو بتدریج اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کے قابل بنایا جائیگا۔
۵۔ وفاقیہ کے علاقوں کا تحفظ کیا جائے گا۔
۶۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے آزاد رکھا جائے گا۔

قرار دادِ مقاصد میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ حاکمِ مطلق ہے اور پاکستان میں نظامِ حکومت قرآن و سنت پر مبنی قوانین کی روشنی میں چلایا جائے گا۔ پاکستان کی دستوری تاریخ میں اسے سنگِ میل کی حیثیت

Marfat.com

اسی لیے آئین ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۷۳ء کی دساتیر کے ساتھ اسے بطور ضمیمہ شامل کیا جاتا رہا ہے۔

۱۹۵۶ء کا آئین :

——— ۴/ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو غلام محمد کے استعفیٰ کے بعد سکندر مرزا گورنر جنرل بنا، اس نے مغربی پاکستان کے چار صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا مئی ۱۹۵۵ء کو چودھری محمد علی وزیر اعظم بنے، انہوں نے چھ ماہ کی مدت میں ۲۹/ جنوری ۱۹۵۶ء کو دستور ساز اسمبلی سے پاس کرا کے پہلا آئین قوم کو دیا۔ اس سے سکندر مرزا صدر مملکت بن گئے۔

اسلامی دفعات

۱ :۔ اقتدار اعلیٰ رب العزت کے لائق ہے۔

۲ :۔ اسلام کے اصول ہی ریاست کے رہنما اصول ہیں۔

۳ :۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دیا گیا۔

۴ :۔ سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

۵ :۔ کوئی بھی قانون قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کے منافی نہیں بنایا جائیگا۔

۶ :۔ اقلیتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق مذہبی آزادی ہوگی۔

۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے اس آئین کو منسوخ کر دیا۔ اور ۲۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا سے بھی استعفیٰ لے کر اسے انگلستان جانے کی اجازت دے دی گئی۔

۱۹۶۲ء کا آئین :

——— جنرل محمد ایوب خان نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ۲۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ملک کا اقتدار سنبھالا۔ اس نے فروری ۱۹۶۰ کو جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک آئین کمیشن قائم کیا جس نے ۶/ مئی ۱۹۶۱ کو اپنی سفارشات حکومت کے سامنے پیش کر دیں۔ وزیر خارجہ منظور قادر نے

Marfat.com

آئین کمیشن کی رپورٹ کا جائزہ لے کر یکم مارچ ۱۹۶۲ء سے آئین نافذ کر دیا۔

اسلامی دفعات

۱:۔ قرار دادِ مقاصد کو آئین کے دیباچہ کے طور پر درج کیا گیا اور اقرار کیا کہ حقیقی حاکمیت رب العزت کے لئے ہے۔

۲:۔ مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

۳:۔ سربراہِ مملکت کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

۴:۔ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔

۵:۔ سود خوری، عصمت فروشی، شراب نوشی اور دیگر منشیات کے خاتمہ کا عزم کیا گیا۔

۶:۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔

۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر پاکستان، محمد ایوب خان مستعفی ہو گئے اور جنرل محمد یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے آئین منسوخ کر دیا۔

۱۹۷۳ء کا آئین:

۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کیا۔ ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے آئین پاس کیا، اس میں اسلامی دفعات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے۔

۲:۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔

۳:۔ قرار داد مقاصد کو دستور کی تمہیدی حیثیت حاصل ہے۔

۴:۔ صدر مملکت اور وزیر اعظم، دونوں کا مسلمان ہونا اور ختم نبوت پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔

۵:۔ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق نافذ کرنے کا عزم کیا گیا۔

۶:۔ اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی۔

Marfat.com

۷۔ اغلاط سے پاک قرآن مجید کی اشاعت کے انتظامات کئے گئے۔

۸۔ اخلاق سوز افعال ممنوع قرار دیئے گئے۔

۹۔ اسلامی ملکوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات استوار کرنے کا عہد کیا گیا۔

۱۰۔ اقلیتوں کے حقوق کی یقین دہانی کرائی گئی۔

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کرکے ۱۹۷۳ کے آئین کی بعض دفعات پر عمل درآمد روک دیا اور آپ نے ۱۹۸۵ء میں قائم ہونے والی اسمبلی کے ذریعے چند ترامیم کے بعد ۱۹۷۳ کا آئین دوبارہ بحال کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ ششم:

پاکستان قدم بہ قدم

اورنگ زیب کے جانشینوں کی کمزوری سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی، اقتدار مسلمانوں سے رخصت ہو رہا تھا۔ اسے سنبھالا دینے کے لیے شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو برِّصغیر پر حملہ کی دعوت دی۔ ابدالی نے مغل حکومت سے پنجاب چھین کر اپنے ماتحت کر لیا۔ اس کے حملے سے مغلیہ اقتدار پر ایک کاری ضرب لگی۔ جو ناقابلِ تلافی تھی۔ اس نے مغلیہ اقتدار کو سنبھالا دینے کی بجائے زوال کے قریب تر کر دیا۔ لیکن ابدالی کے انتقال سے پنجاب کا نظم و نسق ابتر ہو گیا۔

رنجیت سنگھ نے سکھوں کی فوج کو منظم کیا اور زمان شاہ، والیٔ افغانستان کو خوش کر کے لاہور پر قبضہ حاصل کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس طرح ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ کا لاہور پر قبضہ ہو گیا۔ ۱۸۰۷ء میں مہاراجہ نے دریائے ستلج کے مغرب میں تمام پنجاب کو اپنے ماتحت کر لیا۔ سکھوں نے پنجاب کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا۔

مغلیہ حکمرانوں میں اتنی سکت کہاں تھی کہ وہ بڑھ کر سکھوں کا ہاتھ روکتے، ۱۸۲۵ء میں سید احمد اور ان کے رفقاء نے راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان اور افغانستان کا چکر کاٹ کر اکوڑہ، حضرو اور پشاور میں سکھوں کو شکست دی۔

"حقیقت یہ ہے کہ تحریک مجاہدین کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام اور اور مسلمان کے گئے ہوئے اقتدار کو واپس لانا تھا۔" [1]

[1]: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۴۹

Marfat.com

دیکھتے ہی دیکھتے ہندو مسلمانوں سے بہت آگے نکل گئے۔ مسلمان بام ثریا سے تحت الثریٰ میں گر گئے۔ کل تک جو محلوں میں رہتے تھے اور سونے کا نوالہ کھاتے تھے، اب نان شبینہ کو بھی ترس گئے۔ قلعہ سے تعلق رکھنے والے شاہی خاندان کے چشم و چراغ گمنامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ شہزادے جو کمخواب پہنتے تھے، حریر و پرنیاں پر چلتے تھے وہ برہنہ پاؤں مارے مارے در در کی ٹھوکریں کھانے لگے۔

ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے بنگال کے مسلمانوں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"یہی لوگ کبھی زمانے میں محلوں میں رہتے تھے، گھوڑے گاڑیاں نوکر چاکر موجود تھے، اب یہ حالت ہے کہ ان کے گھروں میں جوان بیٹے، بیٹیاں، پوتے پوتیاں، بھتیجے بھتیجیاں بھرے پڑے ہیں اور ان میں سے بھوکوں کے سبب کسی ایک کو زندگی میں کچھ کرنے کا موقع نہیں وہ منہدم اور مرمت شدہ مکانوں اور خستہ برآمدوں میں قابل رحم زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

"اور انڈین مسلمانز" (ہمارے ہندوستانی مسلمان)

مسلمانوں کی درسگاہوں اور ان کے ساتھ وقف شدہ اراضی کو ضبط کر کے انہیں جہالت کی طرف دھکیل دیا گیا۔ مسلمان حکمرانوں کے عہد میں سرکاری زبان فارسی تھی، اب انگریزی قرار پائی۔ اردو، فارسی کی جگہ "انگریزی" قابلیت کا معیار تھی۔ جو مسلمانوں کے نزدیک کافروں کی زبان تھی، اس کا سیکھنا گناہِ عظیم تھا۔ یوں مسلمان قعرِ مذلت میں گرتے گئے، ہندوؤں نے فارسی کی طرح انگریزی کو بھی خوش آمدید کہا۔

"جس حساب سے تنزل شروع ہوا ہے اگر اسی اوسط سے اس کا اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی برس اس بات کو باقی ہیں کہ مسلمان باورچی، خانساماں، خدمت گاری، گھس کھودے

Marfat.com

"چالاک ہندو نے اپنے آپ کو بے گناہ اور پاک صاف ثابت کرکے انگریز کا منظورِ نظر بننے کا شرف حاصل کرلیا۔ انگریز کو مسلمانوں ہی سے خطرہ تھا۔ اس نے ہندو کو سینے سے لگا کر مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ اور پھر اس تنہا قوت کو پیس کر رکھ دیا۔" [1]

سر سید احمد خان مسلمانوں کی پستی اور ہندو کی چال کا گہری نظر سے مطالعہ کر رہے تھے، ایک طرف مسلمان انگریز اور ان کی زبان سے نفرت کرکے زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ رہے تھے، اور دوسرا انگریزوں کے شکوک و شبہات کو ہوا مل رہی تھی۔ ہندو بڑی ہوشیاری سے انگریزوں کے دلوں میں گھر کر رہا تھا۔ انگریزی سیکھ کر اس کی منشا کو بھانپنے لگ گیا تھا۔ اس طرح وہ اس کا منظورِ نظر بن کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں تھا۔ سر ولیم ہنٹر نے ۱۸۷۱ء میں لکھا کہ:

"ہند کے مسلمان اب بھی اور سالہا سال سے برطانوی اقتدار کے لیے ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے تھے۔ کسی نہ کسی وجہ سے وہ ہمارے نظام سے علیحدہ اور دُور رہتے تھے۔ اور چند تبدیلیوں کے سامنے موقع شناس ہندوؤں نے بڑے خوش دلی سے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا۔ مسلمان انہیں شدید ظلم قرار دیتے ہیں۔" [2]

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو سیاست سے الگ رکھ کر ان کی پستی کا علاج تعلیم سے کرنے کی ٹھانی۔ کیونکہ سیاست کی مسموم ہوائیں مسلمانوں کی صحت پر برا اثر ڈال رہی تھیں۔

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو تعلیم سے سہارا

[1]: تاریخ مسلم لیگ۔ ص۱۲

[2]: ظہور پاکستان ص۱۵

Marfat.com

دینے کی کوشش کی تاکہ مسلمان پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر ہندو سازش انگریز کے انتقام کا مقابلہ کر سکیں۔

"سرسید کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فہم و فراست دی تھی۔ (بقول ڈاکٹر عابد حسین)

"انہیں اس تدبر اور حکمت عملی کا بچا کھچا سرمایہ ملا تھا۔ جس کی بدولت مسلمانوں نے سات آٹھ سو برس ہندوستان پر حکومت کی۔"

"موجِ کوثر" ص۱۰۲ (ایس۔ ایم۔ اکرام)

آپؒ نے علی گڑھ کو مسلمانوں کی تعلیم کا مرکز بنایا۔

"سرسید احمد خان کی تحریک علی گڑھ اور اس کی کامیابی کی بنیاد ہی دو قوموں کا احساس تھا۔ اسی احساس نے مسلمانوں کو پہلے پہل عملی طور پر کانگریس سے علیحدہ کیا۔ اسی احساس نے انہیں ہمیشہ اپنی الگ سیاسی تنظیمیں قائم کرنے پر ابھارا۔" [1]

---

[1] : مارشل لاء سے مارشل لاء تک ص۳۲

Marfat.com

تحریکِ پاکستان: سر سید احمد خان ہندو مسلم کو دلہن کی دو حسین آنکھیں کہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہندوؤں نے انگریزوں کے سیاسی نظام کا مطالعہ کیا تو وہ یہ سمجھ گئے کہ اگر انگریز اس ملک سے چلا جائے تو زمام حکومت ہندوؤں کے ہاتھ رہے گی۔ یہ سوچ کر ہندوؤں نے مسلمانوں سے تعاون کرنا چھوڑ دیا۔ کبھی طاقت سے، کبھی بھگتی تحریک سے مسلمانوں کو الگ قومی تشخص سے دستبردار کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ ہندو نے مسلمانوں سے بحیثیت قوم نفرت کا بیج بویا۔ وہ برصغیر سے مسلمانوں کی ہر علامت کو ختم کرنے کی سوچنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے مسلمانوں کی زبان اردو پر ہاتھ ڈالا۔

۱۸۶۷ء میں بنارس کے ہندوؤں نے یہ تحریک شروع کی کہ اردو کی جگہ ہندی کو دفتری زبان بنایا جائے۔ ۱۸۷۵ء میں دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کے نام سے ایک تحریک کا آغاز کیا۔ اس کا مقصد غیر ہندوؤں کو ہندو بنانا تھا۔ جن کے آباؤ اجداد کبھی ہندو تھے۔ اس تحریک سے جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہونا شروع ہو گئے۔

۱۸۸۵ء میں ایک انگریز اے۔ او۔ ہیوم نے انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ برصغیر میں رہنے والے تمام لوگ ایک قوم ہیں۔

"اگر کانگریس کے کرتا دھرتا۔ دوسرے فرقوں کے حقوق کی حفاظت کے دعوؤں کا عملی ثبوت دیتے اور کسی قسم کا امتیازی سلوک نہ برتا جاتا تو تقسیم کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ ہندوستان بھر میں کانگریس کی گدی گاندھی جی کے قبضہ میں تھی۔ یہ تنظیم ہندو جاگیرداروں کے رنگ میں رنگی گئی۔ لڑائی تو انگریز کے خلاف لڑی جا رہی تھی لیکن نشانہ

Marfat.com

کا نعرہ جنگ یہ تھا کہ ویدک زمانے کی طرف لوٹ چلو۔ تمام غیر ہندو لوگ خاص کر مسلمان سخت متنفر ہو گئے ، کانگریس برسرِ اقتدار آگئی تو ان کے دین اور ان کی تہذیب کو نقصان پہنچے گا۔ وہ اس نازک وقت کسی اچھے راہ نما کی تلاش میں تھے ۔ جو ان کو قائدِ اعظمؒ کی شخصیت میں مل گیا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کی اس دبی دبی سی خواہش کو دو قومی نظریے کی صورت میں نمایاں کر دیا۔ یہ کہہ دینا بالکل نادانی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں نے جن میں بڑے بڑے دانشور بھی تھے ، مسٹر جناح کی پیروی اپنی مرضی سے نہیں بلکہ انگریز کے اشارے پر کی ۔ " [1]

مجالسِ قانون ساز میں نامزدگی کی بجائے انتخاب کا طریقہ رائج کیا جائے۔ جس میں ووٹ کا حق صرف تعلیم یافتہ اور صاحب جائداد کو حاصل ہو۔ ملازمتوں کے لیئے انتخاب مقابلے کے امتحان کے ذریعہ کیا جائے ۔ بظاہر یہ مطالبات مبنی بر انصاف ومساوات نظر آتے ہیں ، لیکن یہ جب ہی ممکن ہے کہ ایک ریاست میں ایک قوم بستی ہو ۔ جسے ترقی کے یکساں مواقع ملتے ہوں ۔ جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کو انگریز اور اس کی زبان سے نفرت ہو گئی تھی ، ان کی اس تلخی کو کم کرنے کے لیئے ایک وقت لگا ۔ اس عرصہ میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے نکل چکا تھا ۔

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ۔ وہ اس حق میں نہیں تھے کہ مسلمان متحدہ قومیت میں ضم ہو کر ہمیشہ کے لیئے اپنی آزادی اور تشخص کو خیر آباد کہہ دیں ۔

" اگر سر سید مسلمان قوم کی علیحدگی کے تصور کا بیج نہ بوتے تو متحدہ ہندوستان کی تاریخ میں ہماری موت کا مرثیہ لکھا جا چکا تھا۔

[1] " تبصرہ " لاہور ۔ تلخیص ۔ ص ۲۱ تا ص ۲۴

Marfat.com

اور اس برصغیر کے نئے خاکوں میں ہماری قومی حیثیت ایک قبرستان سے زیادہ نہ ہوتی . . " [1]

قانونِ مجلسِ ہند ۱۸۹۲ء میں کانگریس کا یہ مطالبہ مان لیا گیا ، کہ مجالسِ قانون ساز میں ہندوستانی نمائندوں کا انتخاب ووٹ کے ذریعہ کیا جائے گا ۔ اس طرح زیادہ ہندو ہی منتخب ہونے لگے ۔

۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ۔ یہ تقسیم ایک انتظامی معاملہ تھا ۔ مشرقی بنگال کو الگ صوبہ بنانے سے وہاں کے مسلمانوں کو چند مراعات حاصل ہوگئیں تھیں ۔ انتہا پسند بنگالی ہندوؤں کے علاوہ کانگریس نے بھی تقسیمِ بنگال کی سخت مخالفت کی ۔ تقسیمِ بنگال نے کانگریس کے عزائم کو بے نقاب کردیا ۔

۱۸۹۰ء عبدالحلیم شرر نے ہفت روزہ اخبار میں (مہذب) ہندو مسلم فسادات کا یہ حل تجویز کیا کہ " ہندوستان کے اضلاع کو ہندو مسلم باہم تقسیم کرلیں ۔ اور اپنی اپنی آبادی کو علیحدہ کرلیں ۔ " [2]

کانگریس کا خیال تھا کہ وہ برصغیر سے انگریزوں کو نکلنے پر مجبور کر دے گی ۔ اور ان کے بعد اکثریت کی حکومت بنائے گی ۔ جو خالص ہندوؤں کی ہو گی ۔ لیکن مسلم زعماء اس کو خوب سمجھتے تھے کہ جمہوریت میں حکومت ہندوؤں کی ہوگی ۔ اور مسلم ہمیشہ اقلیت میں رہ کر غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ۔

۱۹۰۶ء کے وسط میں وزیر ہند مسٹر مورلے نے برطانوی دارالعلوم میں اعلان کیا کہ عنقریب اس بات کا جائزہ لینے کے لیئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے کہ مجالس قانون ساز میں ہندوستانی نمائندوں کی تعداد میں کتنا اضافہ کیا جائے اب مسلمانوں نے فیصلہ کیا اپنے علیحدہ قومی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیئے جداگانہ انتخابات کی بنیاد پر نمائندگی حاصل کی جائے ۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کا ایک وفد سر سلطان آغا خان کی قیادت میں لارڈ منٹو سے شملہ

[1] تاریخ مسلم لیگ صفحہ نمبر ۴۸ ۔ [2] حکومت اور سیاست صفحہ نمبر ۴۸

میں ملا۔ اور ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے جداگانہ انتخابات کی بنیاد پر نمائندگی کا مطالبہ کیا۔ ۱۹۰۹ء میں قانون مجالس ہند کے تحت مسلمانوں کا یہ مطالبہ منظور ہو گیا۔

تقسیم بنگال پر ہندوؤں کا ردِ عمل، شملہ وفد کی کامیابی نے مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم کی ضرورت کا احساس دلایا۔ چنانچہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے خاتمہ پر ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو نواب وقار الملک کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ سر آغا خان کو صدر اور نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک کو جائنٹ سیکرٹری چنا گیا۔

مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد میں، برطانوی حکومت کا وفادار رہتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور دوسری قوموں کے ساتھ افہام و تفہیم کے جذبات پیدا کرنا شامل تھا۔

۱۹۱۳ء میں قائدِ اعظم نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کی کوششوں سے لیگ اور کانگریس کے درمیان اتحاد و مصالحت کا معاہدہ ہوا، جسے میثاقِ لکھنؤ کہتے ہیں۔ اس پیکٹ سے کانگریس نے مسلمانوں کا جداگانہ نیابت کا اصول تسلیم کر لیا۔ مسلمانوں نے اکثریتی صوبوں میں آبادی کے تناسب سے کم نشستیں لینے کی بات تسلیم کر لی۔

۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ ایکٹ آف انڈیا میں میثاقِ لکھنؤ کی شرائط بہت حد تک تسلیم کر لی گئیں۔ لیکن دوسری طرف انگریزوں نے، جو اتحادی دیوں کے لیڈر تھے، ترکی کو ایک ذلت آمیز معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کر دیا۔ ترکی ان دنوں دنیائے اسلام کا خلیفہ مانا جاتا تھا۔ خلافت کے تحفظ کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے انگریز کے فیصلوں کے خلاف تحریک چلائی۔ جسے تحریکِ خلافت کہا جاتا ہے۔

کانگریس بھی تحریکِ خلافت میں شامل ہو گئی۔ اور ۱۹۲۲ء میں جب تحریک اپنی قربانیوں کے بعد انگریزوں سے مطالبات منوانے والی تھی، گاندھی

Marfat.com

نے عدم تعاون کی تحریک واپس لے لی۔ اِسطرح تحریک کی پشت میں چھُرا گھونپ دیا۔ ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی سے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔

اِس تحریک نے مسلمانوں کو طاقت کا احساس دلایا۔ اِس تحریک کے تربیت یافتہ کارکن مسلم لیگ میں شامل ہوکر تحریک پاکستان کی تقویت کا باعث بنے۔

۱۹۲۷ء مرکزی اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں بعض ہندوؤں نے قائدِاعظم سے کہاکہ اگر وہ جداگانہ انتخاب کے حق سے دستبردار ہوجائیں تو دونوں میں اتحاد ممکن ہے۔ قائدِ اعظم نے ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی میں مسلم رہنماؤں کا ایک اجلاس بلایا۔جس میں یہ فیصلہ کیاگیا

۱:- سندھ کو بمبئی سے الگ کرکے نیا صوبہ بنایا جائے۔

۲:- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دوسرے صوبوں جیسی اصلاحات نافذ کی جائیں۔

۳:- پنجاب اور بنگال میں مسلم نمائندگی، آبادی کے تناسب کے مطابق کر دی جائے۔

۴:- مرکزی اسمبلی میں مسلم نمائندگی ۱/۳ ہے۔ تو

مسلمان جداگانہ انتخاب کے حق سے دستبردار ہونے کو تیار ہیں۔ لیکن میاں محمد شفیع اور حکیم الامت نے اس کی مخالفت کی۔کیونکہ وہ کسی قیمت پر جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے۔ مسلم لیگ، شفیع لیگ اور جناح لیگ میں تقسیم ہوگئی۔ کانگریسی لیڈروں نے تجاویز دہلی کی معقولیت کا اعتراف کرنے کے باوجود انہیں نظر انداز کر دیا۔

۱۹۲۷ء۔ سائمن کمیشن برصغیر آیا۔ اس کمیشن کے سب ممبران انگریز تھے۔ اِس گورا کمیشن کا استقبال سیاہ جھنڈیوں سے کیاگیا۔

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ آل پارٹیز کنونشن میں پیش ہوئی۔

Marfat.com

محمد علی جوہر اور محمد علی جناح نے تجاویز دہلی سے بھی کم تجاویز پیش کش کی، آپ نے مرکز میں ⅓ نمائندگی اور بنگال اور پنجاب میں آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمائندگی کی ترامیم کرنے کو کہا۔ لیکن کانگریس نے آپ کی اس مخلصانہ پیش کش کو بھی ٹھکرا دیا۔ مولانا محمد علی اور محمد علی جناح کنونشن سے ناراض ہو کر چلے گئے۔

مارچ ۱۹۲۹ء میں محمد علی جناح نے آل پارٹیز مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں بلایا، اس میں آپ نے چودہ نکاتی قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد سے مسلم لیگ کے شفیع گروپ کو بھی اتفاق تھا۔ اس لیے مسلم لیگ پھر سے متحد ہو گئی اور قرارداد جناح چودہ نکات کے نام سے مشہور ہوئی۔

اہم نکات یہ ہیں۔

۱:۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے نیا صوبہ بنایا جائے۔

۲:۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہو۔

۳:۔ جداگانہ انتخاب کا اصول برقرار رکھا جائے۔

۴:۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات نافذ کی جائیں۔

۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس لندن میں برطانوی وزیراعظم میکڈانلڈ کی صدارت میں ہوئی۔ مسلمانوں کی قیادت سر آغا خان نے کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میرے ملک کو آزاد کر دو، ورنہ میں غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا۔ اس کے چند روز بعد ہی وہ انگلستان ہی میں وفات پا گئے اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو شاعر مشرق کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس الہ آباد میں منعقد ہوا۔ علامہ اقبال نے اپنے مشہور خطبہ صدارت میں الگ خود مختار مملکت کا تصور پیش کیا۔

۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں ڈاکٹر محمد اقبال ؒ نے اپنے

Marfat.com

تاریخی خطبہ میں فرمایا۔

"مجھے ہندوستان کے شمال مغرب میں مسلمانوں کی متحدہ حکومت کم از کم شمال مغربی ہند میں مسلمانوں کی قسمت کا آخری فیصلہ نظر آتی ہے۔"

سید ابوالحسن ندوی سے ملاقات کے دوران علامہ اقبالؒ نے پاکستان کے بارے میں فرمایا۔

"جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی، وہ اپنے مذہب اور تہذیب کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین اور تہذیب حکومت، اور شوکت سے زندہ رہتے ہیں۔ اس لیے پاکستان ہی مسلم مسائل کا حل ہے۔ اور یہی اقتصادی مشکلات کا حل بھی ہے۔"

(مولانا ابوالحسن ندوی، "نقوشِ اقبال" ص ۱۱)

۱۹۳۳ء میں چودھری رحمت علی نے NOW or NEVER کتابچہ شائع کیا۔ اس میں مطالبہ مملکت اسلامیہ پر بڑی مدلل روشنی ڈالی۔ اور ثابت کیا کہ یہ ملک خالص اسلامی اقدار پر قائم کیا جانا مقصود ہے اور اس کا نام پاکستان ہوگا۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کے ابتدائی حروف جمع کرکے یہ نام تجویز کیا گیا۔

ستمبر ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس ہوئی۔ کانگریس نے ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا۔ یوں یہ کانفرنس بغیر کسی فیصلے کے ختم ہوئی۔

اگست ۱۹۳۲ء کو وزیر اعظم نے کمیونل ایوارڈ کا اعلان کر دیا، جس کی رُو سے جداگانہ انتخاب کا اصول قائم رہا۔ بلکہ اچھوتوں کو بھی جدا انتخاب کا حق دے دیا گیا۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا گیا۔ صوبہ سرحد میں اصلاحات جاری کر دی گئیں۔ یہی سفارشات بعد میں قانون، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نام سے برصغیر میں نافذ ہوا۔

۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں صوبوں میں انتخابات ہوئے

Marfat.com

کانگریس چھ صوبوں میں اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ۔ کانگریس کو مدراس بمبئی ۔ یوپی ، سی پی ، بہار ، اڑیسہ ، اور صوبہ سرحد میں وزارت سازی کا موقعہ ملا ۔ کانگریس نے اپنی پارٹی کے ترنگا جھنڈا کو سرکاری پرچم قرار دیا ۔ بندے ماترم کا دل آزار ترانہ سرکاری طور پر اپنایا ۔ ودیا مندر سکیم نافذ کی ۔ کانگریسی وزارتوں نے اقتدار سنبھالتے ہی مسلمانوں کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا

" ہندوستان میں مفسد اور بدذات ، کوئی نہیں مگر مسلمان ۔ مسلمان !
کوئی کانٹے دار درخت اس زمانہ میں نہیں اگا ، جو یہ نہ کہا گیا ہو ، کہ
اس کا بیج مسلمانوں نے بویا تھا ۔ " (از پروفیسر سعید احمد)
" مولانا اشرف علی تھانوی " اور تحریک آزادی ص ۔ م ۱۵۲، ۱۵۴ "

کانگریس راج مسلمانوں کی آنکھیں کھول گیا ۔ اب مسلمان مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے لگے ۔ قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تشکیل نو کی ۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز پر اکتوبر ۱۹۳۹ء میں کانگریس حکومتیں مستعفی ہوگئیں قائد اعظم کی اپیل پر مسلمانوں نے یوم نجات منایا ۔

کانگریس راج نے ہندو عزائم کو بے نقاب کر دیا ۔ قائد اعظم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلم تشخص کی بقا کے لیئے قوم کے سامنے ایک واضح نصب العین اور لائحہ عمل رکھا جائے ۔ چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ نے اپنے لاہور کے اجلاس میں ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کر دیا ۔

مسلم لیگ کا اجلاس اقبال پارک (سابقہ منٹو پارک) لاہور میں ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائد اعظم ؒ کی صدارت میں شروع ہوا ۔ آپ نے خطبہ صدارت میں فرمایا " قومیت کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک قوم ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا اپنا وطن ، اپنا علاقہ اور اپنی مملکت ہو ۔ حکومت برطانیہ اگر چاہتی ہے کہ برصغیر کے لوگ امن اور چین کی زندگی بسر کریں تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہندوستان کو دو آزاد قومی مملکتوں میں تقسیم کر کے بڑی اقوام کے لیئے وطن

Marfat.com

قائم کر دیئے جائیں۔"

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو شیر بنگال مولوی فضل حق نے تحریک پیش کی، جو اس وقت قرار دادِ لاہور کہلائی اور آج قرار دادِ پاکستان کے نام سے تاریخ میں زندہ ہے۔ اس اجلاس میں پورے ہندوستان سے پچاس ہزار سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس قرار داد میں کہا گیا۔ کہ مسلم اکثریت والے علاقے، جو کہ ہند کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں ہیں، انہیں آپس میں ملایا جائے گا۔ تاکہ وہ آزاد مملکتیں بن جائیں۔

ابھی تک قوم نے اپنی تحریک کا نام تحریک پاکستان نہیں رکھا تھا۔ قرار داد لاہور کو ہندو پریس نے قرار دادِ پاکستان کا نام دے کر چھاپا۔ ہندو پراپیگنڈہ نے پاکستان اور مسلمانوں کو ہم معنی کر دیا اور لفظ پاکستان مسلمانوں کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا۔

"قرار دادِ پاکستان ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا منشور اور میگنا کارٹا کہا جاتا ہے۔" [1]

قرار داد کے منظور ہوتے ہی مسلمانوں نے اپنے نصب العین کو پانے کے لئے تحریک پاکستان کا آغاز کر دیا، ادھر ہندوؤں نے مسلمانوں کو منزل سے دور رکھنے کے لئے دشمنی کی تحریک شروع کر دی۔ برطانیہ دوسری جنگِ عظیم میں گھرا ہوا تھا، اس لئے ہندوؤں نے برصغیر کی آزادی کا مطالبہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا مسلمانوں کو دبا کر انگریز پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ برصغیر کی واحد طاقت کانگریس ہے۔

۸ اگست ۱۹۴۲ء کو کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی۔ کرپس کمیشن نے آئینی اصلاحات کا جائزہ لیا، اس نے ہند کو جنگ کے بعد آزادی کا مژدہ سنایا۔ کانگریس مکمل سوراج چاہتی تھی، اس لئے اس نے کرپس کمیشن کی تجاویز کو رد کر دیا۔ ادھر مسلمان پاکستان کو اپنی منزل قرار دے

[1] : پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ص ۱۱۵

Marfat.com

سے چکے تھے، اس لیے انہوں نے بھی ان تجاویز کو مسترد کر دیا۔

انگریز جنگِ عظیم دوم میں بھی بچ نکلا۔ لیکن اب اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ برصغیر جیسا بڑا ملک محکوم نہیں رکھا جا سکتا۔ اس نے انتخابات کی نوید سنائی تاکہ نمائندہ حکومت کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔

سنہ ۱۹۴۵ء کے آخر میں مرکزی اسمبلی اور سنہ ۱۹۴۶ء کے شروع میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کی کل نشستوں پر کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔

وزارتی مشن ..

۲۴ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء کو برطانیہ کی نئی لیبر وزارت کے تین اراکین، لارنس (وزیرِ ہند) کرپس (وزیرِ تجارت) اور الیگزنڈر (وزیرِ بحریہ) پر مشتمل ایک مشن برصغیر بھیجا۔ اس نے کانگریس و مسلم لیگ سے مذاکرات کے بعد اپنی تجاویز مرتب کیں۔ مشن نے اس بات پر زور دیا کہ اس منصوبہ کو کلی طور پر قبول کیا جائے یا مسترد۔ جو جماعت اسے قبول کرے گی، اُسے عبوری حکومت کی دعوت دی جائے گی۔

مسلم لیگ نے ان تجاویز کو تسلیم کر لیا، کیونکہ اسے اپنی منزل پاکستان قریب نظر آ رہی تھی۔ لیگ کی طرف سے منظوری کے باوجود اسے حکومت کی تشکیل کی دعوت نہ دی گئی۔ موقعہ دیکھتے ہی کانگریس نے منظوری دے دی اور حکومت بنا لی۔ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۴۶ء کو قائدِ اعظم نے یوم راست اقدام کا اعلان فرمایا۔ ملک بھر میں ہڑتال ہوئی، احتجاجی جلسے منعقد ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنے اعزازات و خطابات واپس کر دیئے۔ پورے ہندوستان میں فسادات شروع ہو گئے۔ وائسرائے ہند کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے مسلم لیگ کو حکومت سازی میں شرکت کی دعوت دی جو مسلم لیگ نے منظور کر لی۔

Marfat.com

خزانے کا محکمہ مسلمانوں کو دیا گیا۔ سردار پٹیل کا خیال تھا کہ مسلمان اس محکمہ کو قبول نہیں کریں گے۔ لیاقت علی خان نے وزیر مالیات بنا منظور کر لیا اور غریب کا بجٹ پیش کر کے ہندو ساہوکاروں کی نیندیں حرام کر دیں۔

۱۸۹۸ء میں سر سید احمد خان نے ایک تقریر میں فرمایا کہ "انگریز سے تخت حکومت خالی کرانے کے بعد دو قومیں ایک ہی تخت پر بیٹھ کر مساوی اختیارات کی مالک کس طرح بن سکیں گی۔۔۔" [1]

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ جون ۱۹۴۸ء تک برصغیر ہندوستانیوں کے حوالے کر دے گی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے آخری وائسرائے بن کر آئے۔ اس نے مسلم لیگ اور کانگریس کے مشورہ کے بعد ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اہم تاریخی اعلان کیا۔ جسے ماؤنٹ بیٹن منصوبہ یا ۳ جون کی سکیم کہا جاتا ہے۔ اس میں تقسیم ہند کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا گیا۔

۳ جون کی سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک کمیشن ریڈ کلف کی سرکردگی میں قائم کیا گیا جس نے پنجاب اور بنگال کو تقسیم کر دیا۔ صوبہ سرحد اور سلہٹ نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ بلوچستان کے شاہی جرگہ نے بھی پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کراچی آکر قیام پاکستان کی رسم ادا کی اور قائد اعظمؒ اس سب سے بڑے اسلامی ملک کے پہلے گورنر جنرل بنے۔

"۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ایک ایسا ملک وجود میں آیا جس کی مثال تمدنی تاریخ میں اس لحاظ

[1] حکومت اور سیاست ص ۱۴۸

Marfat.com

سے ملی مشکل ہے۔ کہ یہ ایک نظریاتی مملکت ہے۔[1]

قائد اعظمؒ کے الفاظ میں "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک قطعہ ارضی حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں۔[2] تحریک پاکستان پر ڈاکٹر وحید قریشی یوں روشنی ڈالتے ہیں" ہندوؤں کے مخاصمانہ رویے سے ملی تشخص کا خیال شدید تر ہوا۔ ان حالات میں یہ احساس کہ مسلمان علیحدہ قوم ہیں۔ جن کے عقائد، تہذیبی اقدار، فکر واحساس کے جملہ پہلو برصغیر کی دوسری اقوام سے مختلف ہیں۔ ہماری تاریخی وراثت کا وہ باب ہے جس پر نظریہ پاکستان استوار ہے"[3]

---

[1] سرگزشت پاکستان ص ۱۱۔ [2] حکومت اور سیاست ص ۱۲۔ [3] پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ص ۲۰

Marfat.com

باب ہفتم

قیامِ پاکستان

قائد اعظم کی سربراہی میں پاکستان کی پہلی کابینہ کے وزیر اعظم لیاقت علی خان تھے۔ دوسرے اراکین میں سر ظفر اللہ خان، ملک غلام محمد، خواجہ شہاب الدین، چودھری نذیر احمد، فضل الرحمن، سردار عبدالرب نشتر، پیرزادہ عبدالستار اور جوگندر ناتھ منڈل بطور وزیر شامل تھے۔

قائد اعظم نے کابینہ کے تعاون سے مہاجرین کی آباد کاری کا کام سرانجام دیا۔ ہجرت میں بے شمار لوگ قتل کیے گئے۔ ہزاروں خواتین آزادی کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ خاص طور پر مشرقی پنجاب کے سکھوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ ہجرت کا سلسلہ ۱۹۴۹ء تک جاری رہا۔ مغربی پاکستان میں تقریباً ۶۵ لاکھ مہاجرین آئے۔ ان میں سے ۳۵ لاکھ کے قریب مسلمانوں کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا۔ ہجرت کے دوران ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے۔ ہزاروں عورتوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے اغوا کیا۔ حکومت نے ان کی بازیابی کے لیے سرتوڑ کوشش کی لیکن مرکزی حکومت نے ... تعاون کیا۔

"کوئی قوم بھی مصیبتوں اور قربانیوں کے بغیر آزادی حاصل نہیں کر سکتی ... میں رونما ہونے والے حادثات اور واقعات اس بات کی تصدیق کے لئے کافی ہیں۔"

قائد اعظم ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء لاہور

پاک سرزمین کے اس خطے میں لاکھوں مسلمانوں کا خون ... ہزاروں بچوں کی معصوم زندگیاں اور ہزاروں بہنوں کی بے داغ جوانیاں ... بوڑھوں کی ... کی قربانیاں شامل ہیں۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ... وطن کی ناموس پر ہم اپنا خون کا آخری قطرہ تک نچھاور کریں گے۔

یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو بھارت نے نہروں کا پانی روک لیا۔ پاکستان کو ... کا سامنا

Marfat.com

پانی خرید نا پڑا۔ بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے، افواج اور سامان رسد روک لیا، بعد میں چار کھرب کے اثاثوں سے صرف بیس پچیس کروڑ کے اثاثے پاکستان کو ملے۔

قانون آزادی ہند مجریہ ۱۹۴۷ء کے تحت ریاستوں کو یہ حق دیا گیا تھا۔ کہ وہ اپنی مرضی سے ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔ جونا گڑھ کے مسلم نواب نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ بھارت نے فوری فوجی کاروائی کر کے جونا گڑھ کی ریاستی حیثیت ختم کر دی۔

۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بھارت نے حیدر آباد ریاست پر بھی پولیس ایکشن کر کے قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو اس دن دو صدمے برداشت کرنے پڑے۔ بھارت حیدر آباد میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہا تھا۔ تو دوسری طرف قوم کا باپ، بھارتی جارحیت سے نجات دہندہ، بانی پاکستان پاکستانی قوم کو ہمیشہ کے لئے سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کراچی میں آپ کو دفن کیا گیا۔ جہاں آج شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ کشمیر

اورنگ زیب عالمگیر کے بعد مغلیہ عہد کا چراغ، چراغ سحری بن کر ٹمٹمانے لگا۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر صوبیدار خود مختار ہو رہے تھے۔ محمد شاہ کے زمانہ میں نادر شاہ نے دلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ۱۷۵۱ء میں نادر شاہ نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔

کابل حکومت اپنے صوبیداروں کے ذریعے کشمیر پر حکومت کرتی تھی۔ ۱۷۵۲ء میں نادر شاہ کے تخت پر احمد شاہ ابدالی جلوہ افروز ہوا۔ اس نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کا ہندو بادشاہی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد تیمور شاہ اس کا جانشین بنا۔ اس کے عہد میں صوبیداروں نے کشمیر میں مظالم کی انتہا کردی۔

اس کے ایک صوبیدار آزاد خان نے مظفر آباد کے مبر خاندان کو تباہی کے گھاٹ اتار کر سینکڑوں نفسوں کو دریائے جہلم کی نذر کر دیا۔ پونچھ پہنچا تو پونچھ سات روز تک چلتا رہا۔ آزاد خان نے آپ کو مرکز سے بالکل آزاد کر لیا۔ اس کو سزا دینے کیلئے مدد خان کو بھیجا گیا۔ اس نے بغاوت فرو کر کے آزاد خان کا سر کابل بھیج دیا۔

مدد خان مظالم میں آزاد خان سے بھی بڑھ گیا۔ کسی نے ان دونوں کے عہد پر یوں روشنی ڈالی۔ "ظلم آزاد رار سید مدد"

تیمور شاہ کے بعد شاہ زمان تخت کابل پر تخت نشین ہوا۔ اس نے پنجاب کو فتح کر کے دہلی کا رخ کیا۔ اسی اثنا میں یہ خبر ملی کہ اس کے بھائی محمود خان نے کابل تخت

Marfat.com

پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ واپس کابل پہنچا۔ لیکن محمود خان کے ہاتھوں شکست کھائی۔ تین سال بعد اس کے چھوٹے بھائی شاہ شجاع نے تخت کی بازیابی کے لئے کوشش کی۔ لیکن محمود خان نے اسے بھی شکست دی۔ شکست خوردہ دونوں بھائی پنجاب پہنچے۔ لیکن شاہ زمان اندھے کی کسی نے مدد نہ کی۔

شاہ زمان نے جب پنجاب پر حملہ کیا تو اس کی چند توپیں دریائے چناب میں گر گئی تھیں۔ رنجیت سنگھ نے وہ نکلوا کر شاہ زمان کو بھیج دیں۔ اس صلہ میں اس نے رنجیت سنگھ کو لاہور کی حکومت بخش دی۔

تیموری حکومت بے جان ہو چکی تھی۔ اس خلا کو پر کرنے کے لئے انگریزوں نے دہلی کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور سکھوں نے پنجاب پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح افغانوں کی سڑسٹھ سالہ دور ختم ہوا۔ اس دوران ۲۸ صوبیداروں نے حکومت کی۔ لیکن اکثر نے کشمیریوں کی زندگی اجیرن کر دی۔

سکھوں کا عہد بھی کشمیریوں کے لئے بڑا صبر آزما تھا۔ کشمیر کی حکومت ٹھیکے پر دی جاتی تھی۔ کشمیری اپنی ذہانت و فطانت کی وجہ سے آرٹ کا ہمیشہ دلدادہ رہا ہے۔ سکھوں نے کشمیریوں کے آرٹ سے لگاؤ کو ختم کرنے کے لئے شال سازی پر ۲۶ % محصول لگایا۔

کشمیریوں کی جان کی وقعت کا اندازہ اس سے لگائیے۔ اگر کوئی سکھ کسی کشمیری کو قتل کر دیتا تو اسے سولہ روپیہ جرمانہ کیا جاتا۔ مقتول ہندو ہونے کی صورت میں ورثا کو چار روپے اور مسلمان ہونے کی صورت میں دو روپے ملتے اور باقی خزانہ میں جمع ہو جاتے۔ سکھوں کے اکثر صوبیدار عیش پرست تھے۔ عیاشی کے لئے روپیہ پیسہ بھاری ٹیکسوں کے ذریعے حاصل کیا جاتا۔ ۱۸۲۷ء میں دیوان کرپا رام کشمیر کا صوبیدار تھا اس کے دربار ہانجن عورتوں سے سجا رہتا۔ جب وہ شکارے پر دریا کی سیر کرتا تو ہانجنیں گھونگھرو باندھ کر چپو چلاتیں۔ اس کی عیاشی اور مظالم سے تنگ آ کر بہت سے قبیلے

Marfat.com

کشمیر چھوڑ کر پنجاب میں آباد ہوئے۔

کرپا رام کے بعد شیر سنگھ صوبیدار بنا۔ جب وہ پنجاب سے بارہ مولا پہنچا۔ تو سردیوں کا موسم تھا۔ دریائے جہلم پر برف جمی ہوئی تھی۔ شیر سنگھ اڑ گیا کہ وہ سری نگر کشتی پر بیٹھ کر پہنچے گا۔ ہزاروں لوگ بیگار میں پکڑے گئے۔ جنہوں نے دریائے سے برف کاٹ کر راستہ بنایا۔ اور سینکڑوں ملاحوں نے کشتی کھے کر شیر سنگھ کو سری نگر تک لے گئے۔

اس کا جانشین مہان سنگھ نیک دل نڈر اور دلیر صوبیدار تھا۔ اس نے قحط ختم کرنے کے لئے ہندوؤں بنیوں سے اناج نکلوا کر قحط پر قابو پایا۔ بند دل۔ پلوں اور نہروں کی مرمت کرائی۔ سکھ فوج کو اس کی یہ روشن پسند نہ آئی انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رنجیت سنگھ کی موت کے بعد کھڑک سنگھ تخت نشین ہوا۔ لیکن سکھ فوج نے اسے تخت سے اتار کر اس کے پوتے نونہال سنگھ کو تخت پر بٹھا دیا۔ چند مہینوں بعد کھڑک سنگھ مرگیا۔ اسے جلانے کے بعد نونہال سنگھ واپس آیا تو چھت گر جانے سے وہ بھی آنجہانی ہوگیا کھڑک سنگھ کی رانی چند کور نے تخت سنبھال لیا۔ اس کے دوسرے بیٹے شیر سنگھ نے جموں کے راجہ دھیان سنگھ کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا۔ یہ ڈھائی برس زندہ رہا اس کے بعد اس کے نابالغ بیٹے دلیپ سنگھ کو تخت پر بٹھا کر مہارانی جند ااس کی سرپرست بن گئی۔ رانی سکھوں کی فوج سے نالاں تھی۔ اس لئے اس نے ان کا رخ انگریزوں کی طرف موڑ دیا۔

انگریزوں کے ساتھ جنگ میں سکھوں کو شکست ہوئی۔ انگریزوں سے گفتگو کے لئے رانی جندو نے جموں کے راجہ کو بلایا۔ راجہ گلاب سنگھ جان بوجھ کر تاخیر سے پہنچا۔ اس وقت سکھوں کو مکمل شکست ہو چکی تھی۔ امرتسر کے مقام پر انگریزوں اور سکھوں کے درمیان گفت وشنید ہوئی۔ سکھوں کی طرف سے گلاب سنگھ نے سفارت

Marfat.com

کی۔ اسے عہدنامہ امرتسر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں انگریزوں نے ہندوؤں پر ۱½ کروڑ تاوان ڈالا۔ سکھوں کے خزانہ میں روپیہ کم تھا۔ اسے پورا کرنے کے لئے کشمیر ۷۵ لاکھ روپیہ میں گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

گلاب سنگھ ڈوگرہ راجہ تھا۔ یہ پہلے بھمبر کے راجہ سلطان کی فوج میں بھرتی ہوا اور جلد ہی وہ تین روپے ماہوار پر رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل ہو گیا۔ گلاب سنگھ بڑا خوبصورت نوجوان تھا۔ جلد ہی اس کی رسائی رنجیت سنگھ سے ہو گئی۔ اب وہ رنجیت سنگھ کا منظورِ نظر تھا۔ جب رنجیت سنگھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا تو گلاب سنگھ اس کے آگے آگے چلتا۔

جندر کور کو اور شیر سنگھ کی خانہ جنگی میں دھیان سنگھ جو گلاب سنگھ کا بھائی اور اس وقت جموں کا راجہ تھا۔ اس نے شیر سنگھ کا ساتھ دیا۔ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ کے بیٹے ہیرا سنگھ نے رانی کا ساتھ دیا۔ رانی کو شکست ہوئی۔ گلاب سنگھ اور ہیرا سنگھ زیرِ عتاب آئے لیکن دھیان سنگھ نے ان کا قصور معاف کرا دیا۔ جلد ہی سکھ فوج نے دھیان سنگھ اور ہیرا سنگھ کو قتل کر دیا۔ اب گلاب سنگھ جموں کا راجہ تھا۔

رانی جندا نے انگریز سکھ جنگ میں گلاب سنگھ کو دعوت دی۔ گلاب سنگھ تاخیر کرتا رہا۔ اور اس وقت پہنچا جب سکھ فوج ہتھیار ڈال چکی تھی۔ اس جنگ سے گلاب سنگھ نے فائدہ اٹھایا اور عہدنامہ امرتسر میں ۷۵ لاکھ روپے کے عوض کشمیر کا سودا کر لیا۔

قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

اس طرح گلاب سنگھ جموں وکشمیر کا مہاراجہ بن گیا۔ اس نے چھبال کا علاقہ دھیان سنگھ کے بیٹے جواہر سنگھ اور پونچھ موتی سنگھ کو اس شرط پر دیا کہ وہ اس میں کوئی انتظامی تبدیلی نہیں کریں گے۔ جواہر سنگھ نے گلاب سنگھ کے خلاف بغاوت کر دی۔ گلاب سنگھ نے چھبال پر قبضہ کر کے اسے پونچھ سے الگ کر دیا۔ گلاب سنگھ نے گلگت پر بھی فوج کشی کی۔

Marfat.com

۱۸۵۷ء میں گلاب سنگھ کا انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا رنبیر سنگھ تخت نشین ہوا۔ یہ نرم دل اور علم دوست تھا۔ اس نے مسلمانوں سے پابندیاں کچھ نرم کیں۔ اس نے گلگت کی فتح کو مکمل کیا۔ اس نے ۲۸ برس حکومت کی۔

۱۸۸۵ء میں رنبیر سنگھ کی موت کے بعد اس کا بیٹا پرتاپ سنگھ تخت نشین ہوا۔ انگریزوں نے اسے تخت سے اتارنا چاہا لیکن عوام نے اس سے بھرپور تعاون کیا۔ انگریزوں نے اسے تخت واپس کر دیا۔ اس نے جموں اور سری نگر دو کالج قائم کئے راولپنڈی سے سری نگر تک پختہ سڑک بنوائی۔

اس کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس نے بھتیجا ہری سنگھ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ ہری سنگھ نے انگریزی تعلیم حاصل کی۔ یہ ولی عہد کے زمانہ سے ہی عیش پرست ہو گیا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں پرتاب سنگھ لاولد مرا۔ تو ہری سنگھ تخت نشین ہوا۔

اس زمانہ میں مسلمانوں نے مذہبی اور تعلیمی انجمنیں قائم کیں ان میں مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی حالت کا جائزہ لیا جاتا۔ نوجوان مسلمانوں نے جموں میں ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن قائم کی۔ اور سری نگر میں مسلم ریڈنگ روم قائم کیا۔ اس میں نوجوان مل بیٹھتے۔ ہندو کے مظالم بھی زیر بحث آتے۔ ان ہی دنوں لاہور کے اخبارات نے کشمیری مسلمانوں کی کس مپرسی کی تصویر شائع کرنی شروع کی۔

ہندوؤں نے جموں مساجد میں اردو خطبہ دینے سے روک دیا۔ جموں کے نواح میں عید کی نماز کے وقت ہندوؤں نے حملہ کیا۔ اور مسلمانوں کو منتشر کر دیا۔ جموں میں ایک ہیڈ کنسٹیبل نے ایک مسلمان کنسٹیبل کا بستر اٹھا کر پھینک دیا۔ جس سے پنج سورہ شریف زمین پر گر پڑی اس کے خلاف سری نگر میں جلوس نکالا گیا۔ جلسہ سے شیخ محمد عبداللہ نے خطاب کیا۔

مسجد کے اجتماع سے چودھری غلام عباس اور عبدالقدیر پٹھان نے خطاب کیے۔ عبدالقدیر پٹھان کی تقریر اتنی جذباتی تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمہ کی کارروائی سننے کے لئے عدالت کے سامنے مسلمان جمع ہوئے۔ تو پولیس نے ان پر گولی چلا دی۔ جب

Marfat.com

حالات بگڑتے دیکھے تو شیخ عبداللہ اور چودہری غلام عباس کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔
راجہ ہری کرشن کول وزیر اعظم نے شیخ محمد عبداللہ سے بات چیت کی اور انہیں رہا کر دیا۔ وہ کشمیر کمیٹی سے مشورہ کئے بغیر کسی اعلان کے حق میں نہیں تھے اس لئے انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ کشمیر میں جگہ جگہ ہنگامے ہوئے۔ مہاراجہ نے ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو گلانسی کمیشن قائم کیا۔ کمیشن نے مسلمانوں کے مطالبات کو جائز قرار دیا۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں باشندگان ریاست نے مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس نے مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ کیا کہ مجلس آئین ساز بنائی جائے جس میں مسلمانوں کو متناسب نمائندگی دی جائے۔ ملازمین اور وزراء بھی تناسب کے لحاظ سے منتخب کئے جائیں۔ حکومت نے یہ مطالبہ منظور کر لیا۔ اور ووٹر کے لئے چھ سو روپے جائیداد، مڈل تعلیم اور ۲۰ روپے کرایہ مکان ادا کرنے کی شرط رکھی۔ ۷۵ نشستوں میں سے ۴۳ مقابلہ سے اور ۳۲ نامزدگی سے پر کی جاتی تھیں۔ مسلم کانفرنس نے مقابلہ کی ۲۱ میں سے ۱۹ نشستیں حاصل کر لیں۔
شیخ محمد عبداللہ ہندو مسلم کے واحد لیڈر بننا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ہری سنگھ کی حکومت کو ختم کرنے کے بعد وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے واحد منتخب نمائندے ہوں گے۔ اس سوچ کے تحت انہوں نے نیشنل کانفرنس قائم کر لی۔ ۱۹۴۶ء میں شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر چھوڑ دو کی تحریک چلائی۔
میر واعظ محمد یوسف اور چودہری غلام عباس مسلمانوں کی نمائندگی کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے مسلم کانفرنس کا پرچم بلند کیا۔ ۱۹۴۰ میں قرارداد لاہور میں مسلم لیگ نے جس مطالبہ پر زور دیا تھا۔ ریاست میں مسلم کانفرنس نے بھی اسی مطالبہ کو دہرایا۔
اگست ۱۹۴۷ء میں جب متحدہ ہندوستان کی تقسیم ہوئی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان پر ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں مسلمانوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ "یوم پاکستان" منایا۔ سری نگر کی جامع مسجد میں میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ

Marfat.com

کی صدارت میں ایک لاکھ اسلامیان کشمیر نے الحاق پاکستان کا پرزور مطالبہ کیا۔
آئینہ کشمیر ۲۱۹

جموں و کشمیر کے عوام کی مرضی کے خلاف مہاراجہ ہری سنگھ نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست کا الحاق بھارت سے کر دیا۔ حالانکہ ریاستیں قانون آزادی ہند کی رو سے آزاد ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں کے لئے اب جہاد کے بغیر کوئی رستہ نہیں تھا۔ مہاراجہ نے مسلمانوں کے اس جذبہ کو سرد کرنے اور الحاق پاکستان سے باز رکھنے کے لئے نیشنل کانفرنس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو نیشنل کانفرنس نے مہاراجہ ہری سنگھ کے زیر سایہ حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔

مسلم کانفرنس مہاراجہ ہری سنگھ کے عزائم سے بخوبی آگاہ تھی۔ اس لئے مسلح جدوجہد کے سوا کوئی صورت الحاق پاکستان کی نظر نہیں آتی تھی۔ پونچھ میرپور کوٹلی اور مظفرآباد کے غیور مسلمان مہاراجہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مہاراجہ نے مسلمانوں سے ہتھیار پہلے ہی ضبط کر لئے تھے۔ اس نے ہندوستان کی مدد طلب کر لی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا قتل عام کر کے اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا جائے اور پھر الحاق بھارت کی راہیں خود بخود کھل جائیں گی۔

بھارتی فوج ہوائی جہازوں کے ذریعے سرینگر میں اتر گئی۔ اور دوسری طرف مشرقی پنجاب سے بھارتی فوج جموں میں داخل ہو گئی۔ اس نے پاکستان کی سرحد بند کر دی مسلمانوں کو سانحہ۔ کٹھوعہ، اودھم پور، ریاسی اور جموں میں گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ اڑھائی لاکھ مسلمان تہ تیغ ہوئے اور باقی کس مپرسی کے عالم میں پاکستان میں پناہ لی۔

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ابھی چند ماہ ہوئے تھے۔ بھارت نے پاکستان کے حصے کے اثاثے اور سامان رسد روک لیا تھا۔ نئی حکومت کو نئی بنیادوں پر اٹھایا جا رہا تھا۔ ایسے میں بھی پاکستان نے اپنے کشمیری بھائیوں کی بھرپور مدد کی۔ باقاعدہ اور رضاکار فوج کشمیری مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچی۔ اور کشمیری نیو بھائیوں کے

Marfat.com

شانہ بشانہ لڑ کر آزاد جموں و کشمیر کا موجودہ خطہ آزاد کرا لیا۔

بھارت کشمیر کو تر نوالہ سمجھتا تھا۔ لیکن اس کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ کشمیری حریت پسندوں نے بھارتی اور ریاستی فوج کو ناکوں چنے چبائے اور وہ دم دبا کر بھاگ نکلے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جنجال ہل پلندری آزاد حکومت قائم کر لی۔ اور خواجہ غلام نبی گلکار اس کے پہلے بانی صدر بنے۔ " بھارت نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر پیش کر دیا۔ کہ کشمیر پر حملہ کیا گیا ہے۔ حملہ آوروں کا انسداد کیا جائے۔ سلامتی کونسل نے بڑی بحثوں کے بعد فیصلہ دیا۔ کہ کشمیر کے مستقبل کے متعلق ریاست کے لوگوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے ریاست میں آزادانہ رائے شماری کرائی جائے۔ بھارت اور پاکستان نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔"

آئینہ کشمیر صـ۱۷۷

قائد اعظم ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بانی پاکستان کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کراتے۔ حالانکہ وہ حصول پاکستان کے بعد کشمیر کو اپنی جیب میں سمجھتے تھے۔ قائد اعظم یہ بات کبھی نہ کہتے اگر اس کا ٹھوس حل ان کے پیش نظر نہ ہوتا ریاست کا الحاق پاکستان سے ناگزیر ہے۔ " کشمیریوں نے یہ خواب کبھی نہیں دیکھا کہ پاکستان سے الحاق کے بعد کشمیر میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔ لیکن اس کے باوجود کشمیریوں کی اکثریت پاکستان سے الحاق کو ترجیح دے گی۔ کشمیر کے تمام بڑے بڑے دریاؤں کا رخ پاکستان کی طرف ہے۔ دونوں بڑی شاہراہیں جنہیں کشمیر کی شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے پاکستان کی طرف جاتی ہیں۔ سردیوں کے پورے چار مہینے درہ بانہال برف سے اٹا جاتا ہے۔ اور اس عرصے میں وادی کشمیر بیرونی دنیا سے بالکل کٹ جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس پاکستان سے ملحق سڑکیں سارا سال کھلی رہتی ہیں۔"

آئینہ کشمیر صـ۱۶۴

سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے کشمیر کمشن بھیجا۔ جو ۶ جولائی ۱۹۴۸ء

Marfat.com

کو کراچی پہنچا۔ اس نے کشمیر کے لئے ایک متحدہ وزارت بنانے کی سفارش کی جسے ہندوستان نے نامنظور کیا۔ اور ہندوستان نے کشمیر سے فوجیں نکالنے سے بھی انکار کر دیا۔ جولائی ۱۹۴۹ء میں خط متارکہ جنگ پر حکومت ہند و حکومت پاکستان کا اتفاق ہو گیا۔

سلامتی کونسل اس مسئلہ کے حل کے لئے ۱۹۴۹ کو جنرل میکناٹن اور ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر گراہم کو بھیجا تاکہ رائے شماری کے انتظامات کئے جائیں۔ لیکن بھارت ہمیشہ ٹالتا رہا۔ ۱۹۵۳ء میں دونوں وزرائے اعظم کی ملاقاتیں ہوئیں اور اس مسئلے کو باہمی گفت و شنید کے ذریعے طے کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ مگر مارچ ۱۹۵۷ء میں بھارت نے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہنا شروع کر دیا۔

۱۹۶۵ء میں کشمیریوں نے ایک بار پھر اپنا حق خود اختیاری حاصل کرنے کے لئے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا۔ بھارت نے نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے علاقے لاہور۔ سیالکوٹ اور راجستھان پر چڑھائی کر کے بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی کی۔ پاکستان نے اپنے علاقے کی حفاظت میں بھارت کی فوجوں کو عبرت ناک سبق سکھایا۔ اور اقوام متحدہ بھی حرکت میں آگیا۔ جنگ بند ہوگئی۔ اور روسی وزیر اعظم کی دعوت پر صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور وزیر اعظم بھارت مسٹر لال بہادر شاستری کے تاشقند میں مذاکرات ہوئے۔ اس بات پر اتفاق ہوا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قرار داد اور پر امن طریقوں سے حل کیا جائے گا۔

۱۹۷۱ کو آنجہانی اندرا گاندھی نے مسئلہ کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لئے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اور پاکستان کا ایک بازو کاٹ کر بنگلہ دیش بنا دیا۔ دونوں حکومتوں کے مابین شملہ معاہدہ ہوا۔ جس میں جموں و کشمیر کی عارضی سرحد کو لائن آف کنٹرول کا نام دیا گیا۔ اتنی جنگوں کے باوجود ابھی تک کشمیر کا فیصلہ مستقبل کا منتظر ہے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے سید ابو الاعلیٰ مودودی اول قسط ۔۔۔
۔۔۔ روس کی طرف سے آپ کو کوئی مدد ملنی ہے۔

Marfat.com

امریکہ کی طرف سے نہ برطانیہ کی طرف سے اور نہ
اقوام متحدہ کی طرف سے، ہر طرف سے نظریں ہٹا کر
ایک خدا کے بن جائیے اور خدا کے بھروسے پر اپنے
دست و بازو سے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے
اٹھ کھڑے ہوں۔ یہی آخری اور صحیح راستہ ہے"
مسئلہ کشمیر صد ۱۰۲

Marfat.com

قیام پاکستان

مسلمانانِ برصغیر نے آخر کار قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنی منزل حاصل کر لی۔ برصغیر دو حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن نے کراچی آکر انتقالِ حکومت کی رسم ادا کی۔ اس مملکت خداداد کے پہلے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح اور پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان بنے۔ کراچی کو ملک کا دارالحکومت بنایا گیا۔ اسی کے ساتھ ہی انگریزوں کا سو سالہ دورِ غلامی ختم ہوا۔ اور مسلمانان پاکستان نے آزادی کا سانس لیا۔

قیام پاکستان کے بعد پیدا ہونے والے مسائل

پاکستان کو قائم ہوتے ہی درج ذیل سنگین مسائل کا سامنا تھا۔

۱۔ نظم و نسق کا مسئلہ
۲۔ مہاجرین کی آباد کاری
۳۔ معیشت کا استحکام
۴۔ سرکاری دفاتر کا قیام
۵۔ دستور سازی
۶۔ مسئلہ کشمیر

ان تمام مسائل کے حل کے لئے نئی حکومت نے قائد اعظم کی قیادت میں ان تھک محنت کی۔ نظم و نسق کے لئے ایک مرکزی حکومت قائم کی گئی۔ ملک کے دونوں حصوں میں ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں حصوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ایک نئی دستور ساز اسمبلی قائم کرنے کے لئے ۷۹ ممبران پر مشتمل وفاقی دستور ساز بنائی گئی۔ نیا دستور بننے تک ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کو عبوری آئین کے تحت قبول کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔

Marfat.com

پہلی کابینہ

قائداعظم کی سرپرستی میں پاکستان کی پہلی کابینہ کے وزیراعظم لیاقت علی خان تھے اور اس میں ملک غلام محمد وزیر خزانہ ۔ سر ظفراللہ وزیر خارجہ ۔ خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ چوہدری نذیر احمد (وزیر صنعت) فضل الرحمن (وزیر تجارت) سردار عبدالرب نشتر (وزیر مواصلات) پیرزادہ عبدالستار (وزیر خوراک) جوگندر ناتھ منڈل (وزیر قانون) شامل تھے۔

ریڈکلف ایوارڈ

پاکستان نہ ہی تو انگریز کی مرضی سے قائم ہوا تھا۔ اور نہ ہی ہندوؤں کی خواہش پر معرض وجود میں آیا بلکہ یہ صرف مسلمانوں کی قربانیوں کا عظیم ثمر تھا۔ اسی لئے انگریز اور ہندو دونوں اس نوزائیدہ ملک کو تباہ کرنے کی ناپاک سازشیں کرتے رہے۔ انگریز وائسرے لارڈ مونٹ بیٹن خود کو آزاد پاکستان کا پہلا گورنر جنرل بنانا چاہتا تھا۔ اس کی اس خواہش کو قائداعظم نے بری طرح ٹھکرا دیا۔

اس طرح لارڈ لوئی مونٹ بیٹن پنڈت جواہر لال نہرو کا یار وفادار اور ہندو قوم کا پشت پناہ بن کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر اتر آیا۔ اس نے کانگریس کو اکسا کر برصغیر کی تقسیم کے وقت بنگال اور پنجاب کے مسلم اکثریت کے صوبوں کی تقسیم کا مطالبہ کر دیا تھا۔ تاکہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو بھارت میں شامل کیا جا سکے ۔ چنانچہ کانگریسی مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے پنجاب اور بنگال کی نئی سرحدیں قائم کرنے کی غرض سے دو حد بندی کمیشن قائم کئے گئے ۔ ان دونوں کمیشنوں کا سربراہ ایک سینئر برطانوی وکیل سر سائرل ریڈکلف مقرر کیا گیا۔ اسی کے نام کی نسبت سے حد بندی کمیشنوں کے فیصلے کو ریڈکلف ایوارڈ کہتے ہیں ۔

Marfat.com

ریڈکلف نے کانگریس کی ملی بھگت سے حد بندی کے کام میں صریحاً بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت سے مسلم اکثریت کے علاقے ہندوستان کو دے دیئے ضلع گورداسپور کو بھارت میں شامل کرنے سے بھارت کی سامراجیت کشمیر پر مسلط ہوگئی۔ پاکستان کو پنجاب اور بنگال کے معدنی و برقی وسائل سے محروم کر دیا گیا۔ تاکہ اس کی صنعتی اور اقتصادی ترقی کی گنجائش پیدا نہ ہو سکے۔ ستلج اور راوی کے بالائی ہیڈورکس بھارت کی تحویل میں دے کر پاکستان کو نہری پانی سے محروم رکھا شکار بنا دیا۔ یوں انگریز نے مسلم دشمنی میں ہندو قوم کا پورا پورا ساتھ دیا۔

قائداعظم کی وفات

بانی پاکستان بابائے قوم جو پاکستان کے مسلمانوں کے مقبول ترین راہنما تھے۔ جو پاکستانی عوام کے لئے نجات دہندہ تھے۔ اپنی مہلک بیماری کے باوجود دن رات ملک و عوام کے لئے محنت کرنے کے باعث ان کی صحت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ آخر وہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ بہت ہی نازک موقع تھا۔ عوام کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ ان کے بعد پاکستان کے مسائل میں اور اضافہ ہوگیا۔

خواجہ ناظم الدین بحیثیت گورنر جنرل

قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد مشرقی پاکستان کے وزیراعلیٰ خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بنے۔ آپ اگرچہ بہت ہی مخلص اور ہمدرد انسان تھے۔ مگر قائداعظم جتنی صلاحیتیں آپ میں نہ تھیں۔ لیاقت علی خان بدستور وزیراعظم رہے۔

حیدر آباد پر بھارتی قبضہ

بھارت نے پاکستان کی مشکلات کو جانتے ہوئے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا

Marfat.com

حیدرآباد دکن کی ریاست جس نے خود کو خود مختار رکھنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ اس پر بھارتی درندوں نے چڑھائی کر دی۔ نظام دکن نے اپنی سابقہ روایات کے تحت لڑنے سے پہلو تہی کی اور فوج اور مجاہدین کو ہتھیار رکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح بھارت تر نوالے کی طرح حیدرآباد کی قدیم ثقافتی ریاست کو ہڑپ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حیدرآباد کے وزیراعظم میر لائق علی کچھ عرصہ بعد بھیس بدل کر پاکستان چلے آئے۔ بھارت نے حیدرآباد دکن کی عظیم تہذیبی اور ثقافتی ریاست کا علیحدہ تشخص مٹا دیا اس کے علاقے آندھرا پردیش اور مہاراشٹر کے صوبوں میں شامل کر دیئے گئے۔

پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاست جوناگڑھ پر بھی بھارتی افواج نے قبضہ کر لیا۔

کشمیر میں جنگ بندی

جموں و کشمیر میں مسلم آبادی کی اکثریت تھی۔ مہاراجہ ہندو تھا۔ لیکن وہ ریاست کی خود مختار حیثیت کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ ریاستی مسلمان پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے تھے۔ بھارت نے کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ غیور ریاستی مسلمانوں نے اس کا کچھ حصہ آزاد کرا کے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد ریاست جموں و کشمیر کے نام سے حکومت قائم کر لی

قرارداد مقاصد

لیاقت علی خان نے محسوس کیا کہ دستور کے متعلق بحثوں سے عوام میں گھبراہٹ اور افسردگی پھیل رہی ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے انہوں نے دستور ساز اسمبلی سے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء قرار داد مقاصد پاس کروائی جس کے اہم نکات یہ تھے۔

چونکہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے۔

Marfat.com

جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل و عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے۔ پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے اس امر کا واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔،

قرارداد مقاصد کو سر آئین کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کیا جا رہا ہے۔ یہ دستور سازی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں قرارداد مقاصد کی وہی حیثیت ہے۔ جو برطانیہ کی تاریخ میں منشور اعظم "میگنا کارٹا" کی ہے۔

لیاقت نہرو معاہدہ

ہندوستان میں مسلم آبادی جو کہ ہندو آبادی کے تناسب سے اقلیت میں ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ان پر بھارتی عوام اور حکومت نے طرح طرح کے ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔ ہند سے لوگ ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ جو ہجرت نہ کر سکے ان کی جان و مال کے تحفظ کیلئے حکومت ہندوستان نے کوئی خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ کشمیر کا مسئلہ نہری پانی کا مسئلہ اور اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل تھے۔ جن کو حل کرنا دونوں حکومتوں کے مفاد میں تھا۔ اس لئے پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان اور ہندوستانی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ اور ایک عہد نامہ پر دستخط ہوئے۔ جس کی رو سے دونوں ممالک نے اقلیتوں کا تحفظ کرنے۔ تجارتی تعلقات بحال کرنے۔ اختلافات کو پر امن ذرائع سے حل کرنے اور مہاجرین کی آباد کاری کے لئے مناسب آسائش مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس معاہدہ کی اکثر شقوں پر بھارت نے آج تک کبھی بھی صدق دل سے عمل نہیں کیا۔

کرنسی نوٹوں کا اجراء

لیاقت علی خان کے دور میں کرنسی نوٹ چھاپنے اور اس کے ڈھالنے کا اہتمام کیا گیا۔

Marfat.com

روپے کی قیمت کم نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی

قیام پاکستان کے وقت اس کی خارجہ پالیسی کے بارے میں قائداعظم نے کہا تھا کہ ہماری خارجہ پالیسی اصولوں پر مبنی ہوگی۔ ہم خود مختار اور آزاد خارجہ پالیسی پر عمل پیرا رہیں گے۔ مگر بعد کے حالات نے یکسر پلٹا کھایا۔ لیاقت علی خان نے بیرون ملک دورے کا پروگرام بنایا تو روس نے پہلے دعوت دی۔ دورے کی تاریخ بھی طے ہو چکی تھی۔ مگر بعد میں امریکہ نے پاکستان کے وزیراعظم کو دورے کی دعوت دی گئی۔ جسے نہ صرف قبول کر لیا گیا بلکہ روس کے دورے کو منسوخ کر دیا گیا۔ جس سے روسی قیادت پاکستان کی مخالف بن گئی۔ اور ہندوستان کی طرف اپنا مکمل جھکاؤ کر لیا اور آگے چل کر مسئلہ کشمیر کو بھی ہندوستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت تصور کرنا شروع کر دیا۔

لیاقت علی خان کی شہادت

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں کمپنی باغ جو بعد میں لیاقت باغ کے نام سے مشہور ہوا۔ ایک جلسہ عام کو خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک شخص سید اکبر نے ان پر فائرنگ کر دی۔ ان کے سینے میں دو گولیاں پیوست ہوگئیں۔ خون بکثرت بہہ جانے کے باعث وہ ہسپتال پہنچتے ہی جان بحق ہوگئے۔ قاتل سید اکبر کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا گیا۔ ابھی اس راز کا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کی پشت پناہی کون کر رہا تھا۔

ملک غلام محمد بطور گورنر جنرل

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین نے وزیراعظم کا چارج سنبھالا۔

Marfat.com

وزیر خزانہ ملک غلام محمد کو گورنر جنرل بنایا گیا۔ خواجہ صاحب سیدھے سادے نیک طبیعت انسان تھے جب کہ گورنر جنرل سیاسی چالوں اور جوڑ توڑ کے ماہر تھے۔ انہوں نے وزیر اعظم کے اختیارات پر بھی حملے شروع کر دیئے۔ اور خود کو مضبوط بنانے کی کوشش کرنے لگے اس طرح ملک میں اختیارات کی بدنظمی کا دور شروع ہو گیا۔

خواجہ ناظم الدین کے دور کے مسائل

قحط اور مہنگائی:۔ ملک میں بارشوں کی کمی کی وجہ سے زرعی اجناس کو سخت نقصان پہنچا۔ سرکاری گوداموں میں گندم ختم ہو گئی۔ امریکہ اور دوسرے ممالک سے غلہ منگوانے پر بھاری زرمبادلہ خرچ کرنا پڑا۔ قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ عوام خواجہ صاحب کی وزارت سے ناخوش ہو گئے۔ اور آپ کو قائد قلت کے نام سے یاد کرنے لگے۔

تحریک ختم نبوت:۔ ناظم الدین وزارت کے دور کا دوسرا اہم واقعہ تحریک ختم نبوت ہے۔ ۱۹۵۳ء میں بعض علماء نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر انہیں الگ اقلیت کی حیثیت دی جائے۔

سر ظفر اللہ خان جو قادیانی ہیں ان کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے نیز دیگر اہم اسامیوں سے احمدیوں کو ہٹایا جائے۔ اس تحریک میں ملک کے تمام علمائے فکر نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ نے اس تحریک کو سختی سے دبانا چاہا۔ پنجاب کے شہروں میں جلسے جلوس پر پابندی لگا دی گئی۔ لاہور میں سخت قسم کا مارشل لاء لگا دیا۔ علما کو سخت سزائیں سنائی گئیں۔ اس کے نتیجہ پر میاں ممتاز دولتانہ کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا گیا۔

Marfat.com

خواجہ ناظم الدین کی برطرفی

ملک غلام محمد نے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو برطرف کر دیا اور اس فعل کے لئے ۱۹۳۵ء گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا سہارا لیا گیا۔

اسمبلی کی برطرفی

مولوی تمیز الدین جو پہلی دستور یہ کے سپیکر تھے۔ انہوں نے گورنر جنرل کے اسمبلی توڑنے کے فعل کو غیر قانونی سمجھتے ہوئے۔ سندھ چیف کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا۔ جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا۔ کہ گورنر جنرل کا اسمبلی کو توڑنے کا فعل غیر قانونی تھا۔ حکومت نے چیف کورٹ کے فیصلہ کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل کر دی۔ موقف یہ اختیار کیا گیا۔ کہ کوئی بل رسمی طور پر قانون نہیں بن سکتا۔ جب تک گورنر جنرل کے دستخط نہ ہوں۔

فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر نے ۲۱۔ مارچ ۱۹۵۵ کو فیصلہ دیا۔ جس میں گورنر جنرل کے فیصلے درست قرار دیا گیا۔

محمد علی بوگرہ بطور وزیر اعظم

امریکہ میں پاکستان کے سفیر محمد علی بوگرہ کو پاکستان بلا کر وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ مسلم لیگ نے بھی ان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ بوگرہ نے ملک میں قحط کو کم کرنے کے لئے امریکہ سے گندم منگوائی ملک کی خارجہ پالیسی کو امریکی بلاک کی منشا پر چلانا شروع کر دیا جس سے روس اور بعض عرب ممالک پاکستان سے دور ہوتے چلے گئے۔

Marfat.com

امریکی دفاعی معاہدوں میں شمولیت

پاکستان امریکہ کے اتحادی ممالک کے ایک معاہدہ میں شریک ہوا جس کا نام معاہدہ بغداد تھا۔ بعد میں عراق کے علیحدہ ہونے سے اس کا نام سنٹو رکھا گیا۔ اسی طرح ایک اور معاہدہ سیٹو میں بھی پاکستان شامل ہوگیا۔ ان معاہدوں سے پاکستان کو بڑی مقدار میں فوجی اور ترقیاتی امداد حاصل ہوئی لیکن ان کے بدلے میں پاکستان نے اپنے بہت سے مسائل میں اضافہ کر لیا۔ جن میں مسئلہ کشمیر کی روس اور ہندوستان کی مشترکہ مخالفت بھی سرفہرست ہے۔ بعد میں ان معاہدوں کے کھوکھلا ثابت ہونے پر پاکستان کو ان سے علیحدہ ہونا پڑا۔

انتخابات

بوگرہ وزارت کے عہد میں مشرقی پاکستان میں انتخابات ہوئے۔ جس میں مسلم لیگ کے مخالف ایک مشترکہ محاذ (جگتو فرنٹ) قائم کیا گیا۔ جس نے مسلم لیگ کو بری طرح شکست دی۔ فضل الحق اور حسین شہید سہروردی ایک نئی طاقت کے ساتھ مشرقی پاکستان میں سامنے آئے۔

محمد علی چودھری کی وزارت عظمیٰ

مئی ۱۹۵۵ء میں نئی دستور ساز اسمبلی کا چناؤ ہوا۔ مغربی اور مشرقی پاکستان میں ۴۰۔۴۰ نشستیں تھیں۔ جولائی میں اسمبلی نے کام شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کو مغربی پاکستان میں مکمل اکثریت حاصل ہوئی مگر مشرقی پاکستان میں اسے کامیابی نہ ہو سکی۔ محمد علی بوگرہ کو مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی نے اپنا لیڈر نہ چنا۔ جس کی وجہ سے انہیں سبکدوش ہونا پڑا۔ ان کی جگہ محمد علی چودھری کو وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔

Marfat.com

ملک غلام محمد کا استعفیٰ

گورنر جنرل غلام محمد نے خرابی صحت کی بنا پر ۴ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کو استعفیٰ دے دیا ان کی جگہ میجر جنرل سکندر مرزا جو پہلے ہی قائم مقام گورنر جنرل تھے۔ وہ مستقل گورنر جنرل بن گئے

سکندر مرزا بطور گورنر جنرل اور صدر مملکت

ون یونٹ

چودہری محمد علی کی وزارت کا سب سے بڑا کارنامہ "وحدت مغربی پاکستان" ہے ۲۲ر نومبر ۱۹۵۵ء کو مغربی پاکستان کی تمام ریاستوں اور ذیلی صوبوں کو "وحدت" میں تبدیل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس موضوع پر اسمبلی میں بڑی لے دے ہوئی۔ مگر اکتوبر ۱۹۵۵ میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کو ملا کر ون یونٹ (متحدہ صوبہ) بنا دیا گیا۔

۱۹۵۶ء کے آئین کی تیاری و نفاذ

چوہدری محمد علی نے آئین کی تیاری میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور چھ ماہ میں ہی ملک کے لئے ایک آئین تیار کر لیا۔ ۸ جنوری ۱۹۵۶ء کو آئینی بل شائع ہوا۔ اور ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو منظور ہو کر ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ ہو گیا۔ اس آئین میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار پایا۔

جماعتی جوڑ توڑ

ون یونٹ بننے کے بعد ڈاکٹر خان صاحب جو سرحد میں غفار خان کے بڑے بھائی تھے۔ اور

Marfat.com

مسلم لیگ کے مخالف قائدرہ چکے تھے۔ مغربی پاکستان کا وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔ مسلم لیگی لیڈر اس اقدام سے سخت ناراض ہو گئے۔ لیکن سکندر مرزا نے اپنے اثر ورسوخ سے ایک نئی جماعت ری پبلکن پارٹی بنائی جس میں وزارتوں کی بانٹ شروع ہو گئی آئے دن نئی نئی وزارتیں تشکیل دی جانے لگیں۔ ان حالات میں مسلم لیگی راہنماؤں کے لئے کام کرنا مشکل ہو گیا۔

چودھری محمد علی کا استعفیٰ

سیاسی صورت حال کو بگڑتا دیکھ کر مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ یا تو مسلم لیگ اپنی وزارت بنائے گی یا حزب اختلاف کا رول ادا کرے گی۔ چنانچہ تمام مسلم لیگی وزیروں نے استعفیٰ دے دیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۶ء کو چودھری صاحب نے بھی وزیراعظم کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

حسین شہید سہروردی کی وزارت

قائد حزب اختلاف حسین شہید سہروردی کو وزارت بنانے کی پیش کش کی گئی۔ آپ ایک بلند پایہ سیاست دان تھے۔ سہروردی صاحب کی وزارت کا زمانہ ستمبر ۱۹۵۶ء سے اکتوبر ۱۹۵۷ء تک رہا۔ یہ پاکستان کے لئے مسائل کا دور تھا۔ جن کا وہ حل نہ کر سکے۔ ان میں:۔

۱۔ مغربی پاکستان میں جداگانہ انتخاب کا مطالبہ۔

۲۔ نہر سویز پر برطانیہ اور فرانس کا قبضہ۔
جس میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اصولوں کی بجائے مغرب نوازی پر رکھی گئی۔
جس سے عوام دل برداشتہ ہو گئے۔

۳۔ جماعتی جوڑ توڑ جس میں ری پبلکن پارٹی اور مسلم لیگ میں اختلافات پیدا ہو جانا

Marfat.com

جبکہ نیپ (نیشنل عوامی پارٹی) کو یہ حیثیت حاصل ہوگئی تھی کہ وہ جس پارٹی کی چاہتی حمایت کردیتی اس سے نئی وزارت بن سکتی تھی۔ ری پبلکن اور نیپ کے اتحاد سے سہروردی صاحب کو وزارت عظمیٰ سے الگ کردیا گیا۔

آئی۔ آئی چندریگر کی وزارت

سکندر مرزا نے حسین شہید سہروردی کی جگہ مسلم لیگ کے پارلیمانی قائد ابراہیم اسمٰعیل چندریگر کو وزارت سازی کی دعوت دی۔ مگر صرف دو مہینے بعد ۸ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ان کی وزارت بھی ختم ہوگئی۔

ملک فیروز خان نون کی وزارت عظمیٰ

مسٹر چندریگر کی جگہ صدر مملکت سکندر مرزا نے ری پبلکن پارٹی کے قائد فیروز خان نون کو پاکستان کا وزیر اعظم نامزد کردیا۔ وہ مارشل لاء ۱۹۵۸ء سے قبل ملک کے آخری وزیر اعظم تھے۔ ان کے عہد میں دونوں صوبوں میں سیاسی انتشار اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ مغربی پاکستان میں وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کی وفات کے بعد کئی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں۔ سردار عبد الرشید اور بعد میں نواب مظفر علی قزلباش کو وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں بھی اسمبلی کے سپیکر شاہد علی کو موت کا نشانہ بنا دیا گیا۔ وہاں پر متحدہ محاذ اور عوامی لیگ میں سیاسی رسہ کشی ہورہی تھی۔ ان حالات میں ملک میں بے چینی اور عدم استحکام کی فضا پیدا ہوگئی۔ نوکر شاہی کو من مانے فیصلے کرنے کا موقع مل گیا۔ زرمبادلہ کے ذخائر کم ہونے لگے۔ لاقانونیت اور ظلم و ستم بڑھنے لگا۔ ان حالات میں ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ کو ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ آئین منسوخ کردیا گیا اور اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ اس اعلان کے تین ہفتے کے بعد سکندر مرزا کو بھی اقتدار چھوڑنا پڑا۔

Marfat.com

انقلاب اور مارشل لاء

مارشل لاء کے اسباب:- قیام پاکستان کے دس سال کے عرصہ میں مرکز میں سات وزارتیں بن چکی تھیں۔ بین الاقوامی سیاست میں ملک کے وقار کو شدید نقصان پہنچ چکا تھا۔ سیاسی حالات ابتر ہو چکے تھے ملی سیاسی شخصیات کو قتل کیا جا رہا تھا۔ ملک کا آئین منسوخ کر دیا گیا۔ ملک میں انتخابات کا انعقاد بھی نہیں ہو سکا تھا۔ رشوت خوری اور سمگلنگ، منافع خوری اپنے عروج پر تھی۔ کشمیر کا مسئلہ، مہاجرین کی آباد کاری اور نہری پانی کے تنازعات کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا تھا۔ ان حالات میں عوام مضبوط اور مستحکم حکومت کے خواہش مند تھے۔ سیاسی جوڑ توڑ سے تنگ آکر ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔

ایوب خان کی حکومت کے نمایاں خدوخال

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب خان کی رہنمائی میں ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ ۲۷ اکتوبر کو سکندر مرزا سے استعفیٰ لے لیا گیا۔ ان کے ساتھ اتنی رعایت برتی گئی کہ انہیں فوراً ملک چھوڑ کر لندن جانے کی اجازت دے دی گئی۔ نئی حکومت نے مندرجہ ذیل اہم کام کئے۔

۱۔ تعلیمی قانونی اصلاحاتی اصلاحات
۲۔ زرعی اصلاحات
۳۔ بنیادی جمہوریتیں
۴۔ اصلاحی اصلاحات

Marfat.com

تعلیمی کمیشن اور نظام تعلیم

دسمبر ۱۹۵۸ء میں قومی تعلیمی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیشن نے ۲۶ اگست ۱۹۵۹ء کو اپنی رپورٹ پیش کی۔

ابتدائی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ تعلیمی اداروں کو لائبریری، سائنسی آلات، تجربہ گاہیں اور کیفے ٹیریا وغیرہ مہیا کئے گئے۔ پیشہ وارانہ تعلیم، تجارتی تعلیم، مذہبی تعلیم عسکری تعلیم، تعلیم نسواں اور تعلیم بالغاں پر بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

زرعی اصلاحات

ملک میں زرعی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ اور ملکیت کی حد مقرر کر دی گئی۔

(الف) کوئی بھی شخص پانچسو ایکڑ نہری یا ایک ہزار ایکڑ بارانی زمین رکھ سکتا ہے۔

(ب) زمیندار چاہیں تو ڈیڑھ سو ایکڑ زمین باغات لگانے کے لیے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

(ج) مالکان زمین اپنے وارثوں کے نام ایک مخصوص حد تک رقبہ منتقل کر سکتے ہیں۔

استحکام ملکیت

صوبہ مغربی پاکستان موروثی مزارعین اپنے اپنے زیر کاشت رقبہ زمین کے مالک تصور کئے جائیں گے۔

مقررہ حد سے زیادہ رقبہ

زمینداروں کے لیے مقررہ حد سے زیادہ رقبہ حکومت اپنی تحویل میں لے لے گی اور اس پر موجود کام کرنے والے مزارعین کا حق محفوظ رہے گا۔ انہیں زیر کاشت رقبہ خریدنے کی اجازت ہوگی۔ حکومت انہیں ۲۵ سال میں قسط وار رقم ادا کرنے کی سہولت دے گی۔

Marfat.com

بیگار سے نجات:۔ کسی بھی مزارع سے کوئی بیگار لینا یا کوئی دوسری خدمت لینا ممنوع ہو گا۔

بیدخلی سے تحفظ:۔ حکومت مزارع کو زمین دینے کے بعد یقین دہانی کرائے گی کہ اسے بیدخل نہیں کیا جائے گا۔ بیدخل کرنے کی صورت میں معاوضہ دیا جائے گا۔

زمین کی تقسیم در تقسیم کا خاتمہ گذارہ کی حد سے کم رقبہ ناقابل تقسیم ہو گا۔ اور اس کے مالک مشترکہ طور پر اس کا انتظام کریں گے۔ اس طرح زمین کی تقسیم در تقسیم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اوقاف:۔ مذہبی، خیراتی اور تعلیمی اداروں کے اوقاف کو منظم کرنے کی باقاعدہ پوری کوشش کی جائے گی۔

اشتمال اراضی زمین کی ذیلی تقسیم کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔ اور جبری اشتمال اراضی کا منصوبہ کا نفاذ کیا جائے گا۔ حکومت نے اشتمال اراضی کو رضا کارانہ بنا دیا

زرعی اصلاحات کا نتیجہ

زرعی اصلاحات کے نتیجہ میں ۲۵ لاکھ ایکڑ زمین حکومت کے قبضہ میں آئی تھی۔ جبکہ حکومت نے ۲۳ لاکھ ۸۵ ہزار ۹ سو ۶۱ ایکڑ زمین اپنی تحویل میں لی۔

قانونی اصلاحات:۔ نومبر ۱۹۵۸ء میں ایک لاء کمیشن قائم کیا گیا۔ اس نے متعلقہ امور کا

Marfat.com

جائزہ لے کر یہ سفارشات پیش کیں۔

ا۔ اسلامی قانون۔ ملک کے قوانین کو اسلامی ڈھانچے کے مطابق بنایا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک الگ اسلامی قانون کے کمیشن کی ضرورت ہے۔

۲۔ عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی:۔ عدلیہ کو اپنے فرائض منصبی پر پوری توجہ دینے کی ضرورت کے پیش نظر اس کو انتظامیہ سے الگ کر دیا جائے۔

۳۔ مخصوص عدالتیں:۔ انصاف کو عام اور آسان کرنے کی غرض سے مخصوص عدالتیں قائم کی جائیں۔

۴۔ تعین وقت:۔ بعض حالات میں وقت کا تعین کر دیا جاتا ۔تاکہ مقدمات کا جلد تصفیہ ہو سکے۔ اس متعین وقت میں عدالتوں کو مقدمہ کا فیصلہ کر دینا ہوگا۔

۵۔ عدالتی طریق کار:۔ عدالتی طریق کار پرانا ہی رہے گا۔ کیونکہ لوگ اس سے مانوس ہیں۔

۶۔ اغوا اور چھیڑ چھاڑ کی سزا:۔ عورتوں کے اغوا اور چھیڑ چھاڑ کی سخت سزا دی جائے گی۔

۷۔ فیس:۔ کئی عدالتوں میں عدالتی فیس میں کمی کر دینے کی سفارش کی گئی۔

۸۔ گرفتاری:۔ گرفتاری کے بعد مجرم کو ہتھکڑی نہ لگائی جائے۔ اگر مجرم خطرناک یا عادی ہو یا اس کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو تو پھر ہتھکڑی لگائی جائے۔

۹۔ ضمانت پر رہائی:۔ ضمانت پر رہائی کا طریقہ کار آسان بنایا جائے۔ ضمانت قبل از گرفتاری کی سہولتیں زیادہ سے زیادہ فراہم کی جائیں۔

بنیادی جمہوریتیں

انقلابی حکومت نے پاکستان میں عوامی نمائندوں کے چناؤ کا ایک نیا طریقہ رائج کیا جو بنیادی جمہوریتوں کے نظام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

س۔ انتظامی ڈھانچہ :۔

دیہی، تحصیل، ضلع، ڈویژن اور صوبہ کی سطح پر قائم کیا گیا۔ یہ پانچ منزلہ نظام تھا۔ جو عوامی نمائندوں اور سرکاری افسروں کے تعاون سے تکمیل پاتا تھا۔

اصلاحی اصلاحات :۔ ملک میں اصلاحی اقدامات کے لئے مندرجہ ذیل اہم کام کئے گئے۔

۱۔ **قیام امن** :۔ فوجی حکومت زیادہ بااختیار اور مضبوط تھی۔ اس نے سماج دشمن عناصر کے خلاف سخت کاروائی کی اور ملک میں امن وامان بحال کیا۔

۲۔ **معاشی استحکام** ملک میں سمگلنگ کو روکنے کے لئے سخت قوانین بنائے گئے سمگلروں کو موت کی سزا دینے کے لئے عدالتیں قائم کی گئیں۔ ملک سے کوئی ۱½ ٹن سونا سمگل ہونے سے روک دیا گیا۔ اشیاء کی قیمتیں مقرر کر دی گئیں۔ درآمد اور برآمد کے لئے باقاعدہ پالیسیاں بنائی گئیں۔ ملکی زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہونے سے ملک میں معاشی ترقی اور آسودگی بڑھ گئی۔ صنعتی اور زرعی میدان میں بے مثال ترقی ہوئی۔

۳۔ **مہاجرین کی آبادکاری**

الاٹمنٹ کی رفتار تیز کر دی گئی۔ کلیموں کا نقد معاوضہ دیا گیا۔ نئی اضافی بستیاں تعمیر کرکے مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ کافی حد تک حل کر دیا گیا۔

۴۔ **نیا دارالحکومت** کراچی جیسے بڑے شہر پر بڑھتا ہوا دباؤ کم کرنے کے لئے راولپنڈی کے نزدیک اسلام آباد میں نیا دارالحکومت قائم کیا گیا۔ جو جدید طرز کا شہر ہے۔

Marfat.com

نیا آئین:۔ مارشل لا حکومت نے ملک کے لیے نیا آئین بنانے کے لیے ایک آئینی کمیشن قائم کیا۔ جس نے پارلیمانی نظام کی بجائے صدارتی نظام کی سفارش کی۔ قومی اسمبلی کے ممبروں کی تعداد ایک سو چھپن مقرر کی گئی۔ جن میں چھ نشستیں خواتین کے لئے مخصوص تھیں۔ اس آئین کے مطابق مملکت پاکستان کا انتظامی و دستوری سربراہ کلی صدر مملکت کو بنایا گیا۔ جس کا تسلط نہ صرف ملک کی انتظامیہ بلکہ مقننہ اور عدلیہ پر بھی تھا۔ تمام امور سلطنت کسی نہ کسی صورت میں صدر کے احکام کے مرہون منت تھے۔ ملک میں کوئی پالیسی صدر مملکت کے حکم یا اطلاع کے بغیر نافذ العمل نہیں ہو سکتی تھی۔ صوبوں کو اگرچہ خود مختاری دی گئی لیکن مرکز کو ہر صورت میں بالادستی حاصل تھی۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے نفاذ سے انتخابی اداروں کی تشکیل دی گئی۔ اور ان ہی اداروں کو قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا۔

پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء

کشمیر پاک و بھارت دونوں حکومتوں کے لئے مسئلہ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے پاکستان اور بھارت میں جنگ ہو گئی اس کے دیگر اسباب بھی تھے جن میں ہندوستان کی اندرونی معاشی اور سیاسی ابتری سر فہرست تھی۔ پاک چین دوستی بھی بھارت کو پسند نہ تھی۔ اسی لئے روس اور مغربی ممالک سے اربوں ڈالر کا فوجی ساز و سامان اکٹھا کیا گیا تھا جس کو پاکستان کے خلاف استعمال کیا گیا۔ پہلے کشمیر کے محاذوں پر ہندوستان نے بغیر اعلان کے جنگ جاری رکھی جب کشمیری حریت پسندوں نے ہندوستان کو شکست دینی شروع کر دی اور گوریلا جنگ نے ہندوستان کے لئے تباہی شروع کر دی تو ہندوستان نے چپکے سے رات کے اندھیرے میں ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان کے

Marfat.com

دل لاہور شہر پر تین طرف سے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بہت شدید نوعیت کا تھا۔ ہندوستان کی فوج کو فتح کی پیش گوئی سنائی گئی تھی۔ بھارتی فوج کو لاہور کے جمخانہ کلب میں شراب نوشی کا پروگرام دیا گیا تھا۔ مگر اہل لاہور نے بھارتی فوجوں کا مقابلہ قوت ایمانی سے سرشار ہو کر کیا۔ اور ان کے منہ پھیر دیئے۔ اس کے بعد قصور راجستھان، سیالکوٹ کے محاذوں پر زبردست حملے ہوئے مگر ہر جگہ بھارتیوں کو ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑی۔

پاکستانی فضائیہ جو بھارتی فضائیہ سے پانچ گنا کم تھی اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا دشمن کے ۱۱۱ طیارے نیست و نابود کر دیئے اور اہم فوجوں ہیڈ کوارٹروں کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔ دشمن کے ہوائی اڈوں کو بھی نشانہ بنایا۔

پاک بحریہ نے بھی ہندوستان کے کئی اہم جہازوں کو ڈبو دیا۔ ہندوستان اپنی شکست سے پریشان ہو کر فائر بندی کی کوشش کرنے لگا۔

فائر بندی

جنگ کی ابتدا میں ناکامی کے بعد ہی ہندوستان نے جنگ بندی کی کوشش شروع کر دی۔ چین کے الٹی میٹم نے بہت اثر کیا۔ اس طرح بڑی طاقتیں بھی جنگ بندی کی جدوجہد میں شریک ہو گئیں۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر کو سلامتی کونسل نے حکم دیا کہ ۲۲ ستمبر دن کے بارہ بجے تک جنگ بند کر دی جائے۔ پاکستانی وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے فائر بندی اس شرط پر منظور کی کہ مسئلہ کشمیر کا سیاسی تصفیہ کیا جائے گا۔ بھارتی نمائندے کی درخواست پر فائر بندی میں توسیع ہوئی اور جنگ ۲۲ ستمبر کی بجائے ۲۳ ستمبر تین بجے صبح بند ہوئی۔

نتائج

اس جنگ نے پاکستانی عوام کی ذات کو خود آگہی بخشی اور انہیں بتایا کہ اتحاد واتفاق

Marfat.com

میں کیا خوبیاں مضمر ہیں۔ پاک فوج نے اپنی جرات، دلیری، بلند حوصلگی ثبات اور استقلال سے اپنی طاقت و مہارت کا لوہا منوا لیا۔

مسئلہ کشمیر ایک بار پھر عالمی برادری میں زندہ ہو گیا۔

پاکستان کو دوست اور دشمن کی پہچان ہو گی۔ مغربی ممالک اور امریکہ کی سرد مہری کھل کر سامنے آ گئی۔ چین ایران، ترکی، سعودی عرب اور انڈونیشیا نے پاکستان کی کھل کر حمایت کی۔

حکومت کے مخالفوں نے بھی اس آڑے وقت حکومت کی حمایت کی۔

اعلانِ تاشقند

فوجوں کو سرحدوں سے ہٹانے اور برصغیر میں امن وامان کی فضا پیدا کرنے کیلئے روسی وزیر اعظم کوسیجن نے صدر ایوب خان اور وزیر اعظم بھارت لال بہادر شاستری کو روس بلایا اور باہمی بات چیت سے ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل اعلان تکمیل پذیر ہوا۔ اسے اعلان تاشقند کہتے ہیں۔

۱۔ دونوں ممالک کے مابین دوستانہ اور پرامن تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔ باہمی تنازعات کو پرامن طریقوں سے اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق طے کیا جائے گا۔

۲۔ دونوں ممالک کی فوجیں زیادہ سے زیادہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۶ء تک ۵ اگست ۱۹۶۵ء سے پہلے والی پوزیشن پر چلی جائیں گی۔

۳۔ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل نہ دیا جائے گا۔

۴۔ ایک دوسرے کے خلاف مخالفانہ پروپیگنڈہ کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

۵۔ سفارتی تعلقات بحال کیئے جائیں گے۔

۶۔ دونوں ممالک کے مابین ثقافتی تبادلوں کے ساتھ ساتھ اقتصادی و تجارتی تعلقات و مواصلات کی بحالی کے لیئے بھی اقدامات کیئے جائیں گے۔

Marfat.com

۷۔ جنگی قیدیوں کے تبادلے کئے جائیں گے۔

۸۔ نا جائز تارکین وطن کی بے دخلی اور مہاجرین کے مسائل پر گفت و شنید جاری رہیگی۔

۹۔ دونوں فریق باہمی تعلق رکھنے والے معاملات پر اعلیٰ سطح پر اجلاس کرتے رہیں گے۔

اہمیت

اس اعلان کو سب ممالک نے سراہا اور امن کا پیغام کہا۔ کشمیر کا مسئلہ فیصلہ طلب رہا۔ اعلان تاشقند کے متعلق عوامی ردعمل بہت شدید تھا۔ لوگ اس اعلان کے خلاف تھے اور اسے جیتی ہوئی بازی ہارنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ اس مخالفت کے اظہار کے لئے جلسے ہوئے جلوس نکلے اور قوم میں مایوسی کے بادل چھا گئے۔

صدر ایوب کی حکومت کے زوال کے اسباب

فیلڈ مارشل ایوب خان نے جب ۱۹۵۸ء میں نظام حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔ تو ملک کی آئینی صورت حال دگرگوں تھی ہی لیکن ارکان سلطنت نے اسے اور بھی تشویشناک بنا دیا۔ صدر ایوب نے ملک کا پارلیمانی نظام صدارتی نظام میں تبدیل کر دیا۔ اس نظام کو دس سال تک بڑی کامیابی سے چلایا۔ ایوب خان کا دس سالہ دور پاکستان کی تاریخ میں ترقی و تعمیر کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں پاکستان نے اپنے سے کئی بڑے دشمن ہندوستان کو شکست فاش دی۔ لیکن وقت کے دھارے میں وہ بھی بہہ گئے۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب لوگوں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ایک آمر کی حیثیت سے مسلط ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

بنیادی جمہوریت کے نظام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا گیا۔ صدر ایوب پر عوام میں تنقید ہونے لگی۔ ذیل میں ان عوامل کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جن کی بنا پر صدر ایوب کی حکومت زوال پذیر ہوئی۔

۱۔ بنیادی جمہوریت کے نظام میں خامیاں

بنیادی جمہوریت کا نظام اگرچہ بہترین تھا۔ لیکن اس کے ارکان کی اہلیت کیلئے کوئی مخصوص قواعد وضوابط مرتب نہیں کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایسی مثالیں بھی دیکھنے میں آئیں کہ ایسے علاقوں میں جہاں لوگ تعلیم یافتہ تھے۔ لیکن بی ڈی ممبر ایک ان پڑھ، جاہل، بدتمیز اور بدسلیقہ قسم کا انسان محض برادری سسٹم پر منتخب ہو گیا تھا۔ جو قانونی بالاتری کا مالک بھی بن بیٹھا تھا۔ اس طرح پڑھے لکھے اور معزز طبقے میں دلسوزی پیدا ہونے لگی۔

۲۔ ۱۹۶۲ء کا آئین

لوگوں نے ۱۹۶۲ء کے آئین کو فیصل آباد کا گھنٹہ گھر قرار دیا۔ کیونکہ اس آئین میں تمام اختیارات صدر کو حاصل تھے۔ لوگوں نے ایوب حکومت کو شخصی حکومت قرار دینا شروع کر دیا۔ صدر نے اپنے تحفظ کے لئے من مانے قوانین نافذ کئے۔

۳۔ ۶۵-۱۹۶۴ء کے انتخابات

بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت کنونشن مسلم لیگ کو کونسل مسلم لیگ کے مقابلے میں کافی استحکام حاصل تھا۔ لیکن مخالف گروپوں نے اس استحکام کو اس وقت ختم کر دیا جب انہوں نے اپنے مشترکہ امیدوار مس فاطمہ جناح کو صدارت کے لئے کھڑا کر دیا۔ لوگوں کو مس فاطمہ جناح سے قائد اعظم کی بہن ہونے کی وجہ سے بڑا لگاؤ

Marfat.com

تھا۔ لیکن بنیادی جمہوریتوں کی وجہ سے افسر شاہی کو اپنا کام دکھانے کا موقع مل گیا۔ جس سے ایوب خان بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئے۔ اس سے عوام دل برداشتہ ہو گئے۔ ایوب خان کے خلاف باقاعدہ سیاسی پلیٹ فارم بن گیا۔

۴۔ جنگ ستمبر اور معاہدہ تاشقند

۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستانی عوام نے اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت ہندوستان کو میدان جنگ میں شکست دی۔ عوام کو اس جنگ سے ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملا تھا لیکن ایوب خان روس کے وزیر اعظم مسٹر کوسیجن کے کہنے پر تاشقند میں بھارتی وزیر اعظم لال بہادر شاستری کے سامنے جنگ ہار گئے۔ نتیجہ کیا ہوا سارا علاقہ ہندوستان کو واپس دے دیا گیا۔ بھارتی وزیر اعظم شادی مرگ ہو گئے۔ لیکن پاکستانی عوام مایوس ہو گئے۔ وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے اس اقدام پر نکتہ چینی کی۔ جس کی پاداش میں انہیں وزارت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ مسٹر بھٹو نے کابینہ سے نکل کر زبردست تحریک چلائی جس میں انہیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

۵۔ افسر شاہی

ایوب خان نے صنعت کو پرائیویٹ سیکٹر میں ترقی دی۔ جس میں ملک میں دولت صرف چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گئی۔ افسر شاہی کو بہت سے اختیارات دے دیئے گئے۔ یہ مشہور ہو گیا کہ پاکستان میں حکومت افسر کر رہے ہیں عوام نہیں اور دولت صرف بائیس خاندانوں میں جو کہ سرمایہ دار ہیں سمٹ چکی ہے۔

۶۔ ریلوے ملازمین کی ہڑتال

۱۹۶۷ء میں ریلوے ملازمین نے ملک گیر ہڑتال کر دی۔ ملازمین کا مطالبہ تنخواہوں

Marfat.com

میں اضافہ اور مراعات بحال کرنے کا تھا۔ یہ ہڑتال اس قدر کامیاب ہوئی۔ کہ حکومت کو مواصلات کا نظام چلانے کے لئے فوج طلب کرنی پڑی۔ مزدوروں کو مراعات دینے کی بجائے ان پر گولیاں برسائی گئیں۔ ملازمین کو مجبور کر دیا گیا۔ کہ وہ کام پر واپس آئیں۔ سنگینوں کی نوک پر ڈیوٹی پہ حاضر ہونے کی دھمکیاں دی گئیں مزدوروں کو ان کا حق نہ دیا گیا اس طرح حکومت سے نفرت ریلوے ملازمین سے نکل کر دوسرے شعبوں میں بھی پہنچ گئی جنہوں نے وقت آنے پر حکومت سے ہمدردی ختم کر دی۔

۷۔ عائلی قوانین اور مذہبی قوانین

ایوب خان کے دور میں عورتوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے عائلی قوانین نافذ کئے گئے۔ جس کے تحت عورت کو طلاق کا حق دے دیا گیا۔ ایک عورت کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی خلاف قانون قرار دیا گیا۔ کسی مذہبی آدمی کی بجائے علاقے کے چیئرمین کو طلاق کے جائز نا جائز قرار دینے کے اختیارات دیئے گئے۔

۸۔ ایوب خان کے صاحبزادے

لوگوں میں یہ تاثر عام ہوا کہ صدر مملکت کے بیٹے باپ کے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ افسران سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔ ملک کی دولت میں لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں۔ گندھارا انڈسٹریز میں ایوب خان کے بیٹوں کی حصہ داری نے اس تاثر کو تقویت دی۔

۹۔ مسٹر بھٹو کی گرفتاری

مسٹر زیڈ۔ اے بھٹو کو جب کابینہ سے نکالا گیا تو انہوں نے ایوب خان کے خلاف

Marfat.com

زبردست تحریک چلائی۔ معاہدہ تاشقند کو خوب اچھالا۔ ایوب خان کو تشدد پسند آمر ثابت کیا۔ مزدوروں، کسانوں، طالب علموں کے لئے دلچسپ وعدے کئے۔ اور لوگوں کو حکومت کے خلاف ہوا دی۔ اسی تحریک کے دوران عبدالحمید نامی ایک طالب علم کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس سے مسٹر بھٹو اور دوسرے سیاسی مخالفین نے خوب فائدہ اٹھایا۔ طالب علم کو شہید قرار دے کر طلبہ سے خوب ہنگامے کروائے۔ ملک میں گھیراؤ جلاؤ شروع کر دیا گیا۔ مسٹر بھٹو کو جیل بھیج دیا گیا ان کی غیر موجودگی میں ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے تحریک کو سنبھال لیا۔

ہائی کورٹ کے فیصلے کے تحت مسٹر بھٹو کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ اب وہ جگہ جگہ جلسے جلوس کرتے۔ سرکاری املاک کو تباہ کیا گیا۔ ملک کا امن وامان تباہ و برباد ہو گیا۔ اب ایوب خان نے سختی کی بجائے اقتدار سے دستبردار ہونے میں مصلحت سمجھی اور حکومت سے استعفیٰ دے دیا۔

ایوب خان کا استعفیٰ

صدر ایوب خان نے اپنے خلاف شدید عوامی ردعمل دیکھتے ہوئے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر پاکستان کے عہدہ سے سبکدوشی اختیار کی۔

یحییٰ خان کا دور

سابق صدر محمد ایوب خان نے جب یہ دیکھا کہ ملک کے حالات حد سے زیادہ خطرناک صورت حال اختیار کر گئے ہیں۔ اور عوام کا ہر مکتب فکر ان کے خلاف ہو گیا ہے تو انہوں نے ملکی سالمیت اور عوام کی جان و مال کی حفاظت کی خاطر ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو تمام اختیارات بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے حوالے

Marfat.com

کردیئے۔ نئے حکمران نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر دیا صوبائی اور قومی اسمبلیاں توڑ دیں۔ بنیادی حقوق معطل کر دیئے۔
صدر یحییٰ خان نے ملک اور ترقی کے لئے چند اصلاحات بھی نافذ کیں جو حسب ذیل ہیں۔

نئی تعلیمی پالیسی

۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء کو نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ جس کے اہم نکات حسب ذیل تھے۔

۱۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت حاصل نہ ہوگی۔
۲۔ قومی زبانوں کی اشاعت کے لئے خاص کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔
۳۔ طلبہ کو سستی کتابیں، خوراک آمدورفت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔
۴۔ اس پالیسی کے تحت طلبہ کے وظائف کی رقم دگنی کر دی جائے گی۔
۵۔ مشرقی پاکستان میں اسلام آباد کی طرز کی ایک مرکزی یونیورسٹی کر دی جائے گی
۶۔ اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

نئی لیبر پالیسی

محنت کش طبقہ کی خوشحالی کے لئے نئی لیبر پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ جس میں اہم بات یہ تھی کہ مزدوروں کو اپنے حقوق کے لئے ہڑتال کرنے کا حق دیا گیا۔ مزدور انجمنوں کو قانونی تحفظ دیا گیا۔ مزدوروں کی کم از کم تنخواہ مقرر کی گئی۔

انتظامیہ کی تطہیر

یحییٰ خان نے سرکاری محکمہ جات کے بددیانت، رشوت خور اور بدچلن افراد کے

Marfat.com

خلاف انسدادی مہم کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں ۳۰۳ اعلیٰ افسروں کو معطل کیا گیا۔

وحدت مغربی پاکستان کا خاتمہ

یحییٰ خان نے آئینی اور سیاسی مسائل کے سلسلے میں سیاسی جماعتوں کے لیڈروں سے تبادلہ خیال کیا۔ لیکن ان کے نظریات میں بنیادی اور شدید اختلافات پائے جاتے تھے۔ جن سے صدر مملکت نے فائدہ اٹھایا۔ بعض اہم سیاسی مسائل مثلاً ون یونٹ آبادی کی بنیاد پر نمائندگی وغیرہ کا خود فیصلہ کیا۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء کو مخالف سیاسی رہنماؤں کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے وحدت مغربی پاکستان کے خاتمے اور چار نئے صوبوں کے قیام کا حکم جاری کیا۔

عام انتخابات

یحییٰ خان کی حکومت نے شروع ہی سے یہ اعلان کیا تھا کہ ان کا مقصد آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانا ہے اس مقصد کے لئے جسٹس عبدالستار کو چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا۔ جن کی نگرانی میں ۷، ۲ر اگست سے انتخابی فہرستوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا۔ ابتدا میں انتخابات کی تاریخ ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء مقرر کی گئی لیکن مشرقی پاکستان میں طوفان کی تباہ کاریوں کی وجہ سے انتخابات ۷ر دسمبر تک ملتوی کر دیئے گئے۔

اسی دوران مشرقی پاکستان کی سیاست میں ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ کہ مولانا بھاشانی اور پاکستان نیشنل لیگ کے سربراہ مسٹر عطاء الرحمٰن سمیت کئی سیاسی لیڈر انتخابات یہ سیاسی مذکرہ کے دست بردار ہو گئے کہ وہ امدادی کاموں میں مصروف ہیں اور انسانی خدمات کو سیاسیات میں حصہ لینے پر مقدم خیال کرتے ہیں۔ اس دست برداری سے عوامی لیگ کو بہت فائدہ ہوا۔ اب اس پارٹی کی

Marfat.com

قوت کا یہ عالم تھا کہ بہت سے لوگوں کو لالچ دے کر اور ڈرا دھمکا کر انتخابی میدان سے دور بھگا دیا۔ غیر ملکی سرمائے کی بدولت بہت سے لوگوں کو خرید لیا انتخابی مہم کے دوران عوامی لیگ نے اپنے چھ نکات کی خوب تشہیر کی۔ عوام میں بنگالی قومیت کا پروپیگنڈہ کیا۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کا نام دیا۔ عوامی لیگ نے امن امان تباہ کرنے کے لئے ایک ریٹائرڈ کرنل ایم۔ اے۔ جی عثمانی کی قیادت میں سیوک باہنی کی بنیاد رکھی۔ مشرقی پاکستان اسٹوڈنٹ لیگ کی جماعت طلبہ کے حلقوں میں عوامی لیگ کی ترجمان تھی۔ عوامی لیگ نے پولیس اور فوج کے ریٹائرڈ ملازمین کو سماج سیوک باہنی میں شامل کر لیا اور نئے لوگوں کو فوجی ٹریننگ دینا شروع کر دی۔ مقصد یہ تھا کہ اگر انتخابات میں عوامی لیگ کو شکست ہو جائے تو پھر تشدد کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کر لیا جائے۔

مشرقی پاکستان میں کمیونسٹ جنہیں غیر مسلموں کی مکمل حمایت حاصل تھی وہ بھی نیم فوجی تنظیمیں قائم کرنے لگے۔ کئی غیر ملکی طاقتیں حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہوگئیں۔ انتخابات سے پہلے حالات بالکل پرامن رہے۔ عوام نے سکون سے ووٹ ڈالے۔ ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو بالغ رائے دہی کی اساس پر انتخابات منعقد ہوئے۔ یہ امر انتہائی حیران کن تھا۔ کہ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں ۱۶۹ میں سے ۱۶۷ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے انتخابات میں ۸۶ نشستیں حاصل کیں اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ البتہ ان میں سے کوئی بھی پارٹی ملک کے دوسرے حصہ میں سے کوئی بھی نشست حاصل نہ کر سکی۔ صدر یحییٰ خان نے شیخ مجیب الرحمن اور مسٹر بھٹو سے بات چیت کی اور اول الذکر کو مستقبل کا وزیر اعظم قرار دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ عوامی لیگ کے ساتھ پیپلز پارٹی کو بھی اقتدار میں شامل کیا جائے۔ جسے شیخ مجیب نے مسترد کر دیا۔

Marfat.com

جنرل یحییٰ خان نے ۳ مارچ ۱۹۷۱ء میں ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا اعلان کیا۔ مگر پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ نے دستور کی بنیادوں پہ اتفاق کئے بغیر اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ جب کہ شیخ مجیب دستور کا فیصلہ قومی اسمبلی میں اپنی پارٹی کی قطعی اکثریت سے کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح مجیب بھٹو اختلافات نقطہ عروج پر پہنچ گئے۔

۱۔ نظریہ پاکستان سے انحراف

قائداعظم اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد ایک زریں دور ختم ہو گیا۔ بعد میں آنے والے حکمرانوں نے پاکستان سے زیادہ ذاتی مفادات کو ترجیح دی اور نظریہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو نظرانداز کر دیا۔

۲۔ مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کا اثر و رسوخ

ہندوؤں کی کافی تعداد مشرقی پاکستان میں آباد تھی۔ ان کی معاشی حالت بھی مستحکم تھی۔ تعلیم اور ذرائع ابلاغ پر ان کی اجارہ داری تھی۔ یہاں کی درس گاہوں میں بڑی تعداد ہندو اساتذہ کی تھی۔ بہت سے جدید تعلیم یافتہ بنگالی مسلمان ان ہندو اساتذہ اور کلکتہ سے درآمد شدہ بنگلہ لٹریچر سے بیحد متاثر تھے۔ ہندوستان کے حکمران یہ سمجھتے تھے کہ مشرقی پاکستان ایسا کمزور خطہ ہے۔ جس میں دو قومی نظریے کو آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے باقاعدہ منصوبے کے تحت کام کیا گیا۔ اور آخر کار ملک کے اس حصے میں بنگلہ قومیت کا احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح مشرقی اور مغربی پاکستان میں شدید نفرت کی خلیج حائل کر کے دو بھائیوں کو جدا کر دیا

Marfat.com

۳۔ لسانی اور صوبائی تعصب

پاکستان کی سرکاری زبان اردو قرار پائی تھی۔ قائداعظم کی زندگی میں ہی بنگالی کو سرکاری درجہ دینے کی باتیں ہونے لگی تھیں۔ مگر ان کی شخصیت کے سامنے کسی کی دال نہ گلتی تھی۔ ان کی وفات کے بعد بنگالی زبان کے لئے باقاعدہ تحریک چلائی گئی۔ چنانچہ ایک ہی ملک میں دو زبانیں رائج کر دی گئیں۔ یہ قومی اتحاد پر پہلا وار تھا۔

ملک میں نظریاتی انتشار معاشی ناانصافیاں اور سیاسی جبر و تشدد اور علاقائی تعصب پیدا ہوا۔ مجیب اور بھاشانی جیسے بنگالی لیڈروں نے انتشار میں زیادہ اضافہ کیا۔

۴۔ عوام اور حکومت میں عدم اتفاق

مشرقی پاکستان کے مسلمانوں نے بھی تحریک پاکستان میں برابر کی شرکت کی تھی۔ انہوں نے مسلم لیگ کو خود بنایا تھا اور اس میں مقبولیت میں اضافہ کیا تھا۔ مگر پاکستان بننے کے بعد مشرقی پاکستان میں برسراقتدار لوگوں نے عوامی لیگ کو نظرانداز کر دیا۔

۵۔ اقتصادی بدحالی

ملک میں اقتصادی حالت اتنی اچھی نہ تھی۔ جو عوام کو مطمئن کر سکتی۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کا خیال تھا کہ مغربی پاکستان میں زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ جب کہ مشرقی پاکستان پس ماندہ ہے۔ اور یہاں کی چائے اور پٹ سن سے حاصل ہونے والا زرمبادلہ مغربی حصہ میں استعمال ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے اس پس ماندگی کا ذمہ دار مغربی پاکستان

Marfat.com

کو قرار دے کر بنگالی نوجوانوں کو پاکستان سے متنفر کر دیا۔

۶۔ آمریت کا دور

پاکستان میں شروع میں سیاسی جوڑ توڑ نے کوئی مضبوط حکومت قائم نہ ہونے دی۔ آئے دن نئی وزارتیں بنتی اور ٹوٹتی رہتی تھیں۔ ان حالات میں ایوب خان نے کا طویل مارشل لا نافذ ہو گیا۔ اس دور میں یہ تاثر عام قائم ہو گیا کہ مشرقی پاکستان کے لوگ کبھی بھی صدر یا وزیر اعظم کے عہدے پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ عوام کے جذبات کا لاوا اندر ہی اندر پکتا رہا۔ انہیں کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہ مل سکا۔ اور جب انہیں ذرا سی انتخاب کی آزادی ملی تو وہ مفاد پرست لیڈروں کے نرغے میں پھنس گئے جنہوں نے ذاتی اقتدار کے لئے ملک کے ٹکڑے کر دیئے۔

۷۔ نااہل قیادت

ملک میں انتخاب کے وقت قیادت اس قدر نااہل تھی۔ کہ ملک کے خلاف سازش کرنے والے لوگوں کو مکمل آزادی تھی کہ ملک کے خلاف سازش کرنے والے لوگوں کو مکمل آزادی تھی ان کو اس وقت پکڑا گیا جب پانی سر سے گزر گیا۔ یحییٰ خان اور ان کے معاونین کے فیصلوں کو دن رات کمزور کرنا شروع کر دیا۔ انتخابات کے بعد اسمبلی کا اجلاس جلد طلب کرنے کی بجائے فضول مذاکرات کا طویل سلسلہ شروع کر دیا ایسی سیاسی غلطیاں کی گئیں جن کا ازالہ ناممکن ہو گیا۔ مذاکرات میں ناکامی کے بعد فوجی کارروائی بھی غیر دانشمندانہ فیصلہ تھا۔

۸۔ فوجی کاروائی

جنرل یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان کی صورت حال کو مذاکرات سے حل کرنے کی

Marfat.com

ناکامی کی صورت میں بغیر کسی کے صلاح مشورے کے فوجی کاروائی کا حکم دے دیا حالانکہ اس وقت مشرقی پاکستان میں صرف آٹھ دس ہزار فوج تھی۔ بعد میں ہوائی جہازوں کے ذریعے اسلحہ بھیجنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن ہندوستان نے اپنے علاقوں سے ہوائی جہازوں کی پرواز کو ممنوع قرار دے دیا

فوجی جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان کا گورنر بنایا گیا۔ مگر چیف جسٹس نے حلف لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ شیخ مجیب نے عدم تعاون کا اعلان کیا تھا۔ مشرقی پاکستان میں حکومت عملی طور پر مجیب ہی کی تھی۔ ٹکا خان نے حالات پر قابو پانے کے لئے سخت اقدامات کئے۔ جس سے باغی بھاگ کر ہندوستان چلے گئے۔ ہندوستان کو بین الاقوامی پلیٹ فارم پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل گیا۔

۹۔ فوجی کاروائی میں نرمی

یحییٰ خان کی حکومت نے بین الاقوامی دباؤ کے تحت فوراً مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی بند کر دی۔ جنرل ٹکا خان کو واپس بلا کر جنرل اے۔ کے نیازی کو بھیج دیا۔ باغیوں کو عام معافی دے دی گئی۔ اس طرح جب باغی آئے تو ان کے ساتھ ہندوستان کے باقاعدہ تربیت یافتہ کمانڈوز بھی تھے۔ ہندوستان کھلم کھلا باغیوں کی حمایت کرنے لگا۔ انہیں اسلحہ فراہم کیا جانے لگا۔ ان حالات میں عوامی لیگ کے غنڈوں نے غیر بنگالیوں اور بہاری مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

۱۰۔ شیخ مجیب کے چھ نکات

حسین شہید سہروردی کی وفات کے بعد عوامی لیگ کی قیادت شیخ مجیب الرحمان

Marfat.com

کے ہاتھ آئی۔ جو تعصب اور انتشار کے ماہر تھے۔ انہیں پاکستان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ فروری ۱۹۶۶ء میں لاہور میں آل پاکستان نیشنل عوامی کانفرنس کے نام سے ایک اجتماع ہوا۔ اس میں شیخ مجیب نے پہلی بار چھ نکات کا فارمولا پیش کیا۔ ان نکات کی رو سے وفاقی حکومت ایک کمزور سی کنفڈریشن بن کر رہ جاتی۔ صوبوں کو لگان، کرنسی، زرمبادلہ پر کنٹرول ہوتا۔ مرکز کے پاس صرف دفاع اور امور خارجہ کے محکمے ہوتے۔ صوبوں کو علیحدہ ملیشیا رکھنے کا اختیار ہوتا۔

۱۱۔ بین الاقوامی سازش

بیرونی طاقتیں پاکستان کو تباہ کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہی تھیں۔ بھارت تو قیام پاکستان کے بعد ہی ایسی پالیسیاں بناتا رہا۔ جس سے پاکستان کو نقصان ہو اس کی پالیسی کا ایک اہم جزو یہ تھا۔ کہ ابتدا میں مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے جدا کر دیا جائے تاکہ زیادہ آسانی کے ساتھ بقایا پاکستان کو بھی اپنی گرفت میں لیا جا سکے بھارت نے اس سلسلہ میں ۱۹۶۲ء کے بعد عالمی طاقتوں کے تعاون سے اپنی اس کوشش کو تیز کر دیا۔ روس اور امریکہ بھی اپنے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا کام کرنے میں مصروف تھے اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ روس، ہندوستان دوستی کا معاہدہ صرف پاکستان دشمنی کی وجہ سے ہوا۔ روس کے فوجی مشیر سقوط مشرقی پاکستان تک دہلی میں بیٹھ کر ہدایات دیتے رہے۔

Marfat.com

پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء

داخلی اسباب:۔ ۷ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو ملک میں انتخابات ہوئے جن میں مغربی پاکستان سے پیپلز پارٹی پنجاب اور سندھ میں کامیاب ہوئی۔ جب کہ مشرقی حصہ میں عوامی لیگ سوائے دو نشستوں کے باقی سب پر جیت گئی۔ دونوں کامیاب پارٹیوں کو صرف ایک ایک صوبے پر اجارہ داری تھی۔ ان حالات میں اقتدار منتقل ہونا نظر نہیں آتا تھا۔ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں اکثریتی پارٹیوں کا اجلاس طلب کیا لیکن عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی میں کوئی مفاہمت نہ ہو سکی۔ مسٹر بھٹو نے ۲۸ فروری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں ایک بہت بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیپلز پارٹی اپنی آواز رکھتی ہے۔ اگر مجیب نے تعاون نہ کیا تو سن لو شیخ مجیب "اُدھر تم اِدھر ہم"

۲ مارچ کو شیخ مجیب نے اجلاس میں بھٹو کی شرکت نہ کرنے سے غصے میں آ کر ہڑتال کرا دی اور پہلی دفعہ حکومت کی کھل کر مخالفت کا آغاز کیا۔ اس کے ساتھ ہی پورے صوبے میں عدم تعاون کے منصوبے بننے لگے۔ عوام کو مکمل سول نافرمانی کا حکم دیا۔ جس میں ٹیکس کی عدم ادائیگی۔ تالہ بندی، عدالتوں میں غیر حاضری بندرگاہ پر کام بند کرنے اور عوامی لیگ کی راہ میں آنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا شامل تھا۔

اس پر عوامی لیگ کے غنڈوں نے قتل و غارت کا بازار گرم دیا۔ پنجابیوں اور غیر بنگالیوں کا قتل عام کیا گیا۔ مجیب کی ہدایات کچھ ایسی تھیں کہ چاروں طرف لاقانونیت

Marfat.com

اور دہشت گردی پھیل گئی۔ ہندو اس موقعہ کی تاک میں تھا۔ انہوں نے جی بھر کر مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بنگالیوں نے بھی ان کا بھی ساتھ دیا۔ مجبوراً فوج کو انتظام سنبھالنا پڑا۔ اور کسی حد تک امن قائم ہو گیا۔ یحییٰ خان نے اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے ۱ مارچ ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ میں اسمبلی کا اجلاس طلب کیا۔ لیکن شیخ مجیب نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی تخریبی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔ قائد اعظم کی تصویر جلا دی گئی۔ صوبہ بھر کی انتظامی مشینری مفلوج کر دی گئی۔ پاکستانی جھنڈے کی توہین کی جانے لگی۔ سرکاری اور پرائیویٹ عمارتوں پر بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرایا جانے لگا۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر عوامی لیگ کی طرف سے ہدایات دی جانے لگیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں اقبال ہال کا نام "ٹیگور ہال" رکھ دیا گیا۔

۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے صورت حال کو سنبھالا دینے کی غرض سے ڈھاکہ گئے اور وہاں مسٹر بھٹو کو بھی بلایا گیا۔ مجیب چھ نکات پر عمل درآمد سے کم پر رضامند نہ ہوا۔

۲۳ مارچ ۱۹۷۱ء یوم پاکستان کے موقعہ پر شیخ مجیب الرحمن نے اپنے گھر پر بنگلہ دیش کا پرچم لہرا دیا۔ شیخ مجیب کا یہ باغیانہ اقدام ناقابل برداشت تھا اس لیے فوج فوری طور پر حرکت میں آ گئی۔ ۲۵ مارچ کو شیخ مجیب کو گرفتار کر کے مغربی پاکستان لایا گیا۔

خارجی اسباب

مسٹر مجیب الرحمان کی گرفتاری اور فوجی کارروائی کا بیرونی دنیا میں فوری ردعمل ہوا۔ مغربی اخبارات خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کے جرائد نے علیحدگی پسندوں کو خوب ہوا دی۔ بی بی سی کو ڈھاکہ کی سڑکوں اور گلیوں پر بنگالیوں کا خون نظر آنے لگا۔

Marfat.com

حالانکہ چند دن پہلے یہ سب ذرائع ابلاغ خاموش تھے۔ فوجی کاروائی سے ڈر کر بھاگ جانے والے دہشت پسندوں نے بھارت میں پناہ لی۔ یہ تخریب کار اپنے ساتھ شریف بنگالیوں کو بھی لے گئے تاکہ دنیا کی نظروں میں پاکستان کو بدنام کیا جائے۔ مسز اندرا گاندھی وزیراعظم ہندوستان نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت ان بنگالیوں کو مہاجرین کا نام دے کر خوب واویلا کیا اور بیرونی دنیا سے امداد طلب کی۔ تخریب کاروں کو بھارت میں باقاعدہ فوجی ٹریننگ دی جانے لگی۔ ہندوستان کی فوجیں مشرقی پاکستان کی سرحد پر جمع کر دی گئیں۔ نومبر ۱۹۷۱ء میں مسز اندرا گاندھی نے پاکستان کو الٹی میٹم دیا کہ وہ مشرقی پاکستان سے اپنی فوجیں نکال لے۔ حالانکہ یہ بین الاقوامی اصولوں کے خلاف تھا۔ کیونکہ یہ پاکستان کا اپنا علاقہ تھا۔ دسمبر میں مشرقی بنگال کی سرحدوں پر کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا گیا۔ پاکستان کا فضائی رابطہ پہلے ہی منقطع تھا۔ ۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارت نے مغربی پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ اب پاکستان کے دونوں محاذوں پر جنگ شروع ہوگئی۔ مشرقی پاکستان میں عوام نے بھارتی غنڈوں کی مکمل حمایت کی۔ خود بھی پاک فوج کو نقصان پہنچایا لیکن پھر بھی ہندوستان کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

جنگ بندی اور عالمی برادری

پاکستان نے بھارت کی جارحیت کا سوال جنرل اسمبلی میں اٹھایا۔ چنانچہ ۱۰۴ ملکوں نے متفقہ قرارداد پاس کی کہ ہندوستان کی فوجیں فی الفور مشرقی پاکستان سے نکل جائیں۔ لیکن ہندوستان نے اس قرارداد کو مسترد کر دیا۔ کیونکہ اس کا ارادہ پاکستان کے ٹکڑے کرنے کا تھا۔ اور مغربی طاقتوں کی بھی اس کو مکمل حمایت حاصل تھی۔ امریکہ بھی محض طفل تسلیاں دے کر پاکستان کو بہلا رہا تھا

Marfat.com

ڈھاکہ پر غیر ملکی قبضہ

جنگ کے دوران روس، ہندوستان معاہدے کی وجہ سے روسی وفد فوجی مشورے دینے کے لئے نئی دہلی میں موجود تھا۔ جنگ کی طوالت کے پیش نظر چھاتہ بردار فوج کو ڈھاکہ میں اتارنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ چنانچہ بھارتی فوج کو ڈھاکہ میں اتار دیا گیا اور ڈھاکہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ۹۸ ہزار کے قریب پاکستان فوج کو قیدی بنا لیا گیا۔ لیفٹیننٹ جنرل اے کے نیازی نے ہندوستان کے لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسی رات جنرل یحییٰ خان نے قوم سے خطاب کیا کہ پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ اسی رات جنرل یحییٰ خان نے قوم سے خطاب کیا کہ پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور ہم نے جنگ بندی قبول کر لی ہے۔ اس طرح مشرقی پاکستان اپنوں کی غداری غیروں کی مکاری سے ایک نیا خود مختار ملک بنگلہ دیش بن گیا۔ پاکستان اپنے ۵۵ ہزار مربع میل رقبے اور ۵۶ فیصد آبادی سے محروم ہو گیا۔ اب وہ دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست بھی نہیں رہا تھا۔

Marfat.com

ذوالفقار علی بھٹو کی عوامی حکومت

عوامی حکومت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو قائم ہوئی۔ مسٹر بھٹو نے صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ ان کی پہلی تقریر جو اسی دن نشر ہوئی کافی حوصلہ افزا تھی۔ عوام کو مشکل حالات سے مقابلہ کرنے اور مایوسی سے بچنے اور خود میں عزم نو پیدا کرنے کا عزم تھا۔ اور ملک میں جمہوریت پیدا کرنے اور مارشل لاء کو ہمیشہ کے لئے دفن کرنے کا وعدہ تھا۔

نئی حکومت اور مسائل

جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو پاکستان دو ٹکڑے ہو چکا تھا جنگ میں شکست اور مشرقی پاکستان میں نوے ہزار فوجیوں کے قید ہونے سے دل شکستگی اور مایوسی کی فضا قائم ہو چکی تھی۔ اقتصادی بدحالی زوروں پر تھی۔ ملک میں صوبائی عصبیت زوروں پر تھی۔ ان حالات میں ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو عوام میں ایک نیا حوصلہ اور جذبہ پیدا کرے۔ اس کے لئے مسٹر بھٹو موزوں تھے۔ جنہوں نے قوم کا کھویا ہوا وقار بحال کر دیا۔

نئی اصلاحات کا اعلان

اپنی تقریر میں مسٹر بھٹو نے جنرل یحییٰ خان اور جنرل عبدالحمید سمیت سات جرنیلوں کی برطرفی کا اعلان کیا۔ نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی کا خاتمہ سیاسی قیدیوں کی رہائی اور مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات کو کالعدم قرار دینا شامل تھا۔ مشرقی پاکستان سے منتخب ہونے والے ممبر نورالامین کو نائب صدر بنایا اور ایک نئی کابینہ کی تشکیل کا بھی اعلان کیا۔

Marfat.com

صنعتی اصلاحات

۲ جنوری ۱۹۷۲ء کو ایک آرڈی نینس کے ذریعے بھاری انجینرنگ، فولاد، موٹر سازی، ٹریکٹر سازی۔ سیمنٹ، بجلی، گیس اور تیل صاف کرنے کی صنعتیں قومی تحویل میں لے لی گئیں۔ بناسپتی گھی کے کارخانے، رولر فلور ملیں۔ رائس ملیں اور کاٹن جیننگ فیکٹریاں ۱۹۷۶ء میں قومی ملکیت میں لی گئیں۔ ملک کے کمرشل بینکوں کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا گیا اور ان کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ماتحت کر دیا گیا۔ غیر ملکی سرمائے سے چلنے والی کمپنیوں اور فیکٹریوں کو برقرار رہنے دیا گیا۔

۹ مارچ ۱۹۷۲ء کو بیمہ زندگی کے کاروبار کو بھی قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ اور بیمہ کمپنیوں کو سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن میں مدغم کر دیا گیا۔ سرمایہ داروں پر حکومت نے دباؤ ڈالا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنا سرمایہ ملک میں منتقل کیا۔

زرعی اصلاحات

ایوب خان کی زرعی اصلاحات سے ملک کی زرعی معیشت کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا تھا اس لیے نئی زرعی پالیسی کا اعلان یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو کیا گیا۔ اس پالیسی کی رو سے زمین کی حد ملکیت کم کر کے ۱۵۰ ایکڑ نہری اور ۳۰۰ ایکڑ بارانی کر دی گئی۔ ۵ جنوری ۱۹۷۷ء کو حد ملکیت مزید کم کر کے ۱۰۰ ایکڑ نہری اور ۲۰۰ ایکڑ بارانی کر دی گئی۔ زائد زمین جاگیرداروں اور زمینداروں سے لے کر ضرورت مند کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ سرکاری ملازمین کی دوران ملازمت یا بعد از ملازمت حاصل کردہ زمین کی حد ۱۰۰ ایکڑ کر دی گئی۔ مزارعین کی بے دخلی کا سلسلہ روک دیا گیا۔ انہیں صرف زرعی ضروریات پوری نہ کرنے یا بٹائی کا حصہ نہ دینے کی صورت میں نکالا جا سکتا تھا۔ زمین کی فروختگی پر انہیں حق شفع استعمال کرنے کا مجاز بنایا گیا۔ ۱۲½ ایکڑ

Marfat.com

ذوالفقار علی بھٹو کی عوامی حکومت

عوامی حکومت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو قائم ہوئی۔ مسٹر بھٹو نے صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ ان کی پہلی تقریر جو اسی دن نشر ہوئی کافی حوصلہ افزا تھی۔ عوام کو مشکل حالات سے مقابلہ کرنے اور مایوسی سے بچنے اور خود میں عزم نو پیدا کرنے کا عزم تھا۔ اور ملک میں جمہوریت پیدا کرنے اور مارشل لاء کو ہمیشہ کے لئے دفن کرنے کا وعدہ تھا۔

نئی حکومت اور مسائل

جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو پاکستان دو ٹکڑے ہو چکا تھا جنگ میں شکست اور مشرقی پاکستان میں نوے ہزار فوجیوں کے قید ہونے سے دل شکستگی اور مایوسی کی فضا قائم ہو چکی تھی۔ اقتصادی بد حالی زوروں پر تھی۔ ملک میں صوبائی عصبیت زوروں پر تھی۔ ان حالات میں ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو عوام میں ایک نیا حوصلہ اور جذبہ پیدا کرے۔ اس کے لئے مسٹر بھٹو موزوں تھے۔ جنہوں نے قوم کا کھویا ہوا وقار بحال کر دیا۔

نئی اصلاحات کا اعلان

اپنی پہلی تقریر میں مسٹر بھٹو نے جنرل یحییٰ خان اور جنرل عبدالحمید سمیت سات جرنیلوں کی برطرفی کا اعلان کیا۔ نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی کا خاتمہ سیاسی قیدیوں کی رہائی اور مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات کو کالعدم قرار دینا شامل تھا۔ مشرقی پاکستان سے منتخب ہونے والے ممبر نورالامین کو نائب صدر بنایا اور ایک نئی کابینہ کی تشکیل کا بھی اعلان کیا۔

Marfat.com

صنعتی اصلاحات

۲ جنوری ۱۹۷۲ء کو ایک آرڈی نینس کے ذریعے بھاری انجینئرنگ ، فولاد ، موٹر سازی ، ٹریکٹر سازی ۔ سیمنٹ ، بجلی ، گیس اور تیل صاف کرنے کی صنعتیں قومی تحویل میں لے لی گئیں ۔ بناسپتی گھی کے کارخانے ، رولر فلور ملیں ۔ رائس ملیں اور کاٹن جیننگ فیکٹریاں ۱۹۷۶ء میں قومی ملکیت میں لی گئیں ۔ ملک کے کمرشل بینکوں کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا گیا اور ان کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ماتحت کر دیا گیا ۔ غیر ملکی سرمائے سے چلنے والی کمپنیوں اور فیکٹریوں کو برقرار رہنے دیا گیا ۔

۹ مارچ ۱۹۷۲ء کو بیمہ زندگی کے کاروبار کو بھی قومی تحویل میں لے لیا گیا ۔ اور بیمہ کمپنیوں کو سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن میں مدغم کر دیا گیا ۔ سرمایہ داروں پر حکومت نے دباؤ ڈالا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنا سرمایہ ملک میں منتقل کیا ۔

زرعی اصلاحات

ایوب خان کی زرعی اصلاحات سے ملک کی زرعی معیشت کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا تھا اس لیے نئی زرعی پالیسی کا اعلان یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو کیا گیا ۔ اس پالیسی کی رو سے زمین کی حد ملکیت کم کر کے ۱۵۰ ایکڑ نہری اور ۳۰۰ ایکڑ بارانی کر دی گئی ۔ ۵ جنوری ۱۹۷۷ء کو حد ملکیت مزید کم کر کے ۱۰۰ ایکڑ نہری اور ۲۰۰ ایکڑ بارانی کر دی گئی ۔ زائد زمین جاگیرداروں اور زمینداروں سے لے کر ضرورت مند کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ سرکاری ملازمین کی دوران ملازمت یا بعد از ملازمت حاصل کردہ زمین کی حد ۱۰۰ ایکڑ کر دی گئی ۔ مزارعین کی بے دخلی کا سلسلہ روک دیا گیا ۔ انہیں صرف زرعی ضروریات پوری نہ کرنے یا بٹائی کا حصہ نہ دینے کی صورت میں نکالا جا سکتا تھا ۔ زمین کی فروختگی پر انہیں حق شفع استعمال کرنے کا مجاز بنایا گیا ۔ ۱۲½ ایکڑ

Marfat.com

نہری اور ۲۵ ایکڑ بارانی زمین پر مالیہ معاف کر دیا گیا۔ زراعت کی ترقی کے لئے حکومت نے خود بعض زرعی اجناس کو خریدنے کا فیصلہ کیا۔ کاشت کاروں کو آسان اقساط پر قرضے جاری کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیمیاوی کھاد کو ملک میں تیار کرنے کے لئے نئی فیکٹریاں بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

صحت پالیسی

نئی صحت پالیسی کا اعلان کیا گیا جس کے تحت ڈاکٹروں کو ہدایت کر دی گئی کہ مریضوں کے لئے صرف نسخہ لکھ کر اپنی فیس وصول کریں۔ دوائیاں کیمسٹ فراہم کریں۔ دوائیوں کے مروج ناموں کی جگہ جنرک نام رکھے گئے۔ یہ سکیم کامیاب نہ ہوسکی۔ کیونکہ جنرک ناموں سے قیمتیں بڑھ گئیں اور معیار گر گیا۔ اس لئے ۱۹۷۶ء میں دوبارہ پیٹنٹ ناموں سے دوائیاں جاری کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ میڈیکل کالجوں کی تعداد بڑھا دی گئی اور طلبہ کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ کئی اہم بیماریاں پر قابو پانے کے لئے خصوصی گرانٹ رکھی گئی۔

تعلیمی اصلاحات

۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو تعلیمی اصلاحات کا اعلان کیا گیا۔ اس پالیسی کے اہم نکات حسب ذیل تھے۔

۱۔ تمام پرائیویٹ سکولوں اور کالجوں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا اور ان کے اساتذہ کو سرکاری اداروں کے اساتذہ کے برابر سہولتیں فراہم کی گئیں
۲۔ یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء سے مڈل اور اکتوبر ۱۹۷۴ء سے میٹرک تک تعلیم مفت ہو گی۔
۳۔ سکول میں مزید پچاس لاکھ بچوں کو داخلہ کی سہولتیں فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔
۴۔ جامعہ بہاول پور کا درجہ بڑھا کر اسلامی یونیورسٹی قرار دیا گیا۔

Marfat.com

۵۔ ملتان۔ اسلام آباد۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور بلوچستان میں نئی یونیورسٹیاں کھولی گئیں۔

۶۔ طلبہ کو سفر کی سہولت فراہم کرنے کی غرض سے ۲۰ میل تک دس پیسے کا ٹکٹ خریدنے اور زائد سفر کے لئے نصف کرایہ ادا کرنے کی رعایت دی گئی۔ مستحق اور نادار طلبہ کو کتب فراہم کرنے کے لئے بک بنک قائم کئے گئے۔

لیبر اصلاحات

صنعتی اور تجارتی اداروں میں کارکنوں کو یونین بنانے اور رجسٹرڈ کروانے کی سہولت فراہم کی گئی۔ بغیر وجہ بتائے کسی صنعتی یا تجارتی ادارہ کے ملازم کو برطرف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیبر یونین کے عہدہ داروں کو تبدیل کرنے یا انتقامی کاروائی کا نشانہ بنانے سے روکنے کے لئے قانونی تحفظ دیا گیا۔ ملازم کی برخاستگی کی صورت میں اسے قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل تھا۔ تین ماہ تک مسلسل مزدوری کرنے والے ملازمین کو مستقل قرار دیا گیا۔ لیبر عدالتوں کے طریقہ کار اور تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ منافع بخش کارخانوں کے مزدوروں کو سال میں بیس دن کی تنخواہ کے برابر بونس دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ نیز انہیں فیکٹری کے منافع میں پانچ فیصد کا حصہ دار قرار دیا گیا۔ بیماری کی صورت میں الاؤنس اور ان کے اہل و عیال کو مفت طبی سہولیات فراہم کرنے کی غرض سے سوشل سیکورٹی سکیم نافذ کی گئی۔ جن کارخانوں میں پچاس یا اس سے زیادہ مزدور کام کرتے تھے ان میں گروپ انشورنس لازمی قرار دی گئی۔ ملازمین کے لئے بڑھاپے کی پنشن مقرر کر دی گئی۔

سماجی اصلاحات

بلوچستان اور سرحد میں قبائلی سردار جو ناجائز ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ عوام سے

Marfat.com

جبری بیگار لیتے اور ذاتی جیلوں میں ٹھونس دیتے تھے۔ اس سلسلہ کو بند کر دیا گیا ۱۹۷۶ء میں قبائلی نظام کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ شناختی کارڈ سکیم کا اجراء کیا گیا۔ تاکہ جعلسازی کے امکانات کو کم کیا جا سکے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔

شاندار خارجہ پالیسی:۔ بھٹو دور میں پاکستان کی خارجہ پالیسی اس قدر کامیاب تھی کہ ملک میں بہت جلد اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کئی مشکل حالات میں دوست ممالک کے تعاون سے ملک کو درپیش خطرات پر قابو پانے کے قابل ہو گیا۔ مسٹر بھٹو نے بڑی طاقتوں کو پاکستان کی جائز مدد کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے کامیاب دوروں نے پاکستانی مفادات کا تحفظ کیا۔ پاکستان اپنی پالیسی کو آزاد اور غیر جانبدار رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ سیٹو اور سینٹو سے علیحدگی اختیار کر لی گئی۔ امریکہ سے اسلحہ کی پابندی ختم کروائی گئی۔ چین کے ساتھ اچھے تعلقات کو فروغ دیا گیا۔ چین نے اس وقت تک بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کیا جب تک خود پاکستان نے اسے تسلیم نہ کیا۔ برطانیہ کو دولت مشترکہ سے نکلنے کے باوجود پاکستانی تارکین وطن کو شہریت دینے پر مجبور کرنے میں کامیابی حاصل کی گئی۔ روس سے کراچی میں اسٹیل مل لگوانے اور ہندوستان کے ساتھ یکطرفہ سلوک کو تبدیل کرنے میں پیش رفت ہوئی۔ اشتراکی ممالک کے ساتھ بھی قریبی تعلقات قائم کیئے گئے۔ اسلامی ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کرنے اور پاکستان کی اقتصادی امداد کرنا بہترین خارجہ پالیسی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ پاکستان کی افرادی قوت کو مشرق وسطیٰ میں عزت اور قدر سے لیا جاتا تھا۔ جس سے ملک کے زرمبادلہ میں زبردست اضافہ ہوا۔

بنگلہ دیش تسلیم کرنے کا فیصلہ بھارت اور دوسرے ممالک سے مسلسل دباؤ

Marfat.com

ڈالا جاتا رہا۔ کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کیا جائے۔ مسٹر بھٹو نے بھی پاکستانی عوام کو اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر عوام اسے ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ بھٹو نے قومی اسمبلی سے اپنی اکثریتی پارٹی سے بنگلہ دیش کو مناسب وقت پر تسلیم کرنے کا اختیار حاصل کر لیا۔ چنانچہ ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ شیخ مجیب اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ بنگلہ دیش کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے گئے۔

آئین سازی:۔ مسٹر بھٹو نے برسر اقتدار آتے ہی عوام کو ایک متفقہ آئین دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بحیثیت مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اقتدار میں آئے تھے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۷۳ء کو ایک عبوری آئین اسمبلی میں پیش کیا گیا جسے متفقہ طور پر پاس کر دیا گیا۔ اور ۲۱ اپریل ۱۹۷۲ء کو مارشل لاء ختم کر دیا گیا۔ عبوری آئین کے تحت مسٹر بھٹو صدر بن گئے۔ مستقل آئین کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔ جس نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کو اپنی سفارشات مرتب کر لیں۔ مگر حزب اختلاف نے انہیں غیر اسلامی اور غیر جمہوری قرار دے کر بائیکاٹ کر دیا۔ بعد میں حزب اختلاف کی تجاویز کو شامل کر کے قومی اسمبلی سے آئین پاس کروا لیا گیا۔ اس آئین کو ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو نافذ کر دیا گیا۔

قادیانی مسئلہ:۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بہت مدت سے ہو رہا تھا۔ لیکن فوری طور پر ردعمل اس وقت ہوا جب ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کا ربوہ سٹیشن پر قادیانی طلبا سے تصادم ہوا۔ اس پر ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چل پڑی۔ ہڑتالیں جلسے اور جلوس شروع ہو گئے اس پر قومی اسمبلی کے اراکین پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی اس مسئلہ کا جائزہ لینے کے لئے مقرر کر دی۔ قومی اسمبلی نے کافی غور و خوض کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اتفاق رائے سے قادیانیوں

Marfat.com

کو غیر مسلم قرار دیا۔ سینیٹ کی منظوری کے بعد صدر مملکت نے بھی بل کی منظوری دے دی

۱۹۷۷ کے انتخابات اور پیپلز پارٹی کی سیاست

بھٹو صاحب نے ۱۹۷۷ء کے آغاز میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی پریس پہ پابندی ختم کر دی۔ جلسے جلوس کی آزادی دی گئی۔ دفعہ ۱۴۴ ہٹا لی گئی۔ پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے حزب اختلاف کی ۹ جماعتوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد پاکستان قومی اتحاد قائم کر لیا۔ نظام مصطفےٰ کے قیام کو اپنا منشور بنایا۔

مسٹر بھٹو نے اپنی پارٹی کی کامیابی کے لئے ملک بھر کا دورہ کیا اور اپنے دور کے واقعات اور کارناموں کو بیان کر کے عوام کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قومی اتحاد نے بھی ملک میں بڑے بڑے جلسے، جلوس منعقد کئے۔ ۵ مارچ تک دونوں فریق جوش و خروش سے انتخابی مہم چلاتے رہے۔ ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ پیپلز پارٹیوں کے ۱۹ امیدواروں کو بلا مقابلہ کامیاب قرار دیا گیا قومی اتحاد کے صرف ۳۶ امیدواروں کو کامیاب قرار دیا گیا۔ قومی اتحاد نے اس فیصلے کو جانبدارانہ اور غیر منصفانہ قرار دیا اور حکومت پر دھاندلیوں کا الزام لگاتے ہوئے ۱۰ مارچ کو صوبائی اسمبلیوں کے ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ حکومت کے اقدامات کو غیر جمہوری قرار دیتے ہوئے تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔

۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء کو ملک کے بڑے بڑے شہروں میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلسے کئے گئے اور جلوس نکالے گئے۔ مسجدوں میں بھی لاٹھی چارج ہوا۔ حکومت نے بہت سے راہنماؤں کو قید کر لیا۔ ملک میں توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ سے سخت نقصان ہونے لگا۔ حکومت نے کراچی حیدر آباد اور لاہور میں مارشل لا لگا

Marfat.com

دیا۔ لیکن احتجاج جاری رہا۔ قیادت نچلی سطح پر چلی آئی۔ جس سے تشدد اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچنا شروع ہو گیا۔ طلبہ، مزدور، بچے، عورتیں بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ پولیس فائرنگ سے ہلاک ہونے والے شہریوں نے عام لوگوں کو بھی حکومت کے خلاف کر دیا۔ کرفیو بھی جلسے جلوسوں کو نہ روک سکا۔

قومی اتحاد کے قائدین کو راولپنڈی کے نزدیک سہالہ ریسٹ ہاؤس میں اکٹھا کر کے مذاکرات شروع کئے گئے۔ آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حالانکہ بھٹو صاحب نے انہیں بھی غیر جمہوری طریقے سے صدارت سے سبکدوش کر دیا تھا۔ مفاہمت کے لئے سعودی عرب، کویت اور متحدہ عرب امارت کے سفیروں کی کوشش بھی جاری رہی۔ مگر مذاکرات کسی طرح کامیاب ہوتے نظر نہ آئے اصغر خان، بھٹو سے کسی طرح کا کوئی تصفیہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان ہی دنوں وزیراعظم بھٹو غیر ملکی دورے پر چلے گئے۔ واپسی پر پھر مذاکرات شروع ہو گئے۔ مگر حتمی فیصلہ نہ ہو سکا۔ چنانچہ ۵ جولائی کو صبح ہونے سے پہلے ہی فوج کے سربراہ چیف آف سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لا کے نفاذ کا اعلان کر کے افواج پاکستان کو ملک کے نظم و نسق کی ذمہ داری سونپ دی۔ ذوالفقار علی بھٹو اور کابینہ کے ارکان کو حراست میں لے کر مری میں منتقل کر دیا۔ بعد میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ لیکن اب پیپلز پارٹی کی بجائے فوج کی حکومت تھی۔

بھٹو حکومت کے زوال کے اسباب

سیاسیات کی تاریخ میں پاکستان پیپلز پارٹی بڑی تیزی سے اپنی ارتقائی منازل طے کر کے صرف چار سال کے عرصے میں ملک کی واحد سیاسی حکمران جماعت بن گئی۔ مسٹر

Marfat.com

ذوالفقار علی بھٹو نے ایوب آمریت کے خلاف لوگوں کو اکسایا۔ انہیں افلاس سے نجات دلانے کے لئے اسلامی سوشلزم کا نعرہ دیا۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا دل کش نعرہ پاکستانی عوام کو پیپلز پارٹی کا گرویدہ بنانے کے لئے بڑا موثر ثابت ہوا۔ چھ سالہ اقتدار میں پیپلز پارٹی ملک کے سیاہ و سفید کی مالک بن گئی۔

جس تیزی سے یہ پارٹی عوام میں مقبول ہوئی اور ہر دلعزیز ہوئی تھی۔ اسی سرعت سے زوال کا شکار ہو گئی۔ زوال کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ وعدوں سے انحراف:۔ پیپلز پارٹی نے الیکشن سے قبل عوام سے جو وعدے کئے تھے۔ اپنے اقتدار کے دوران انہیں پورا نہ کر سکی۔

۲۔ بدترین آمریت:۔ بھٹو دور میں جمہوریت کے نام پر آمریت مسلط کر دی گئی۔ سارے دور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ رہا۔

۳۔ جابرانہ اور متشددانہ دور:۔ مسٹر بھٹو نے میکاولی کی طرز کا نظام اپنایا اپنے مخالفین کے جلسے درہم برہم کرنے اور مخالفین کو نیچا دکھانے کے لئے تشدد کی راہ اپنائی۔ اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے فیڈرل سیکورٹی فورس (F.S.F) قائم کی گئی۔

۴۔ علماء دین سے بدسلوکی:۔ مسٹر بھٹو نے ملک میں اسلامی شوشلزم لانے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن عملی طور پر علماء دین کو محض اس وجہ سے قیدو بند میں ڈالا گیا تھا کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۵۔ طلبہ سے بدسلوکی:۔ جب ایوب خان کی وزارت سے مسٹر بھٹو کو سبکدوش

Marfat.com

کیا گیا تو مسٹر بھٹو کو اقتدار میں لانے کے لئے طلبہ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ لیکن ان کی بڑی قوت کو پی۔ پی کے دور میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھانا پڑی۔ گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر کے دور میں طلبہ کے جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ان کے گھروں پر چھاپے مارے گئے اور پکڑ کر ان کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔

۶۔ عدلیہ سے زیادتیاں ۔ پاکستان کی عدلیہ کو ایک خود مختار ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ جو تمام دیگر انتظامی اداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ مسٹر بھٹو نے عدلیہ کے وقار کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی اکثریتی جماعت سے قومی اسمبلی سے آئین میں ایسی ترامیم کرائیں جس سے عدالتوں کے اختیارات محدود ہو گئے۔ حکم امتناعی جاری کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ غیر پسندیدہ ججوں کو اعلیٰ عہدے دینے سے روک دیا گیا۔

۷۔ معاشی بدحالی :۔ بھٹو حکومت کا یہ دعویٰ تھا کہ ملک خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو گیا ہے۔ حالانکہ ملک کی اقتصادی حالت انتہائی دگرگوں ہو کر رہ گئی تھی۔

۸۔ انتخابی دھاندلیاں :۔ مسٹر بھٹو کے زوال کا سب سے بڑا سبب ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں کی گئی دھاندلیاں بنا۔ الیکشن میں مخالف امیدواروں کو اغوا کر لیا گیا۔ جعلی ووٹ ڈالے گئے۔ عوام کے احتجاج کے باوجود حکومت بنائی گئی۔

۹۔ سیاسی مخالفین پر ظلم و ستم :۔ مسٹر بھٹو نے اختلاف رکھنے والے سیاسی قائدین پر طرح طرح کا ظلم و ستم روا رکھا ان کی جائیدادیں تباہ کرا دیں انہیں جیلوں میں بند کر کے جبر کا نشانہ بنایا۔

Marfat.com

اسلامی معاشرہ کا قیام

دین اسلام کا بانی خود رب اعلیٰ ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شارعِ اسلام ہیں اس لحاظ سے حکومت واقتدار اور قانون سازی کا منصب صرف ذات باری تعالیٰ کو حاصل ہے مدینہ کی ریاست میں جب آپؐ نے خداوند تعالےٰ کی متعین کردہ حدود کو نافذ کیا۔ تو آپ رسالت کے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ خلیفۃ اللہ علی الارض کے نیابتی عہدہ پر بھی فائز تھے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین نے ریاست کی باگ دوڑ سنبھالی۔ یہ پاک ہستیاں خلیفۃ الرسول تھے۔ اسی طرح صاحب امر کو خلیفۃ الرسول سے اپنی قندیل روشن کرنی چاہیئے۔

قرآن مجید میں اللہ ورسول کی اطاعت کے بعد صاحب کی اطاعت کا حکم دیا گیا لیکن صاحب امر کی اطاعت اسی صورت میں ہے۔ کہ وہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی یہ ہے کہ قانون سازی آپؐ کے لائے ہوئے دین کے منافی ہو۔ اقتدار اور حکومت کو اپنے لئے مخصوص کر کے انسانی آزادی پر قدغن لگا دے۔

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں اقتدار اعلیٰ کو خداوند تعالیٰ کی ذات سے اس لئے مخصوص کیا گیا۔ کہ اس کے نزدیک بنی نوع آدم۔ حضرت آدم کی اولاد ہیں۔ اور وہ پیدائشی اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن دین اسلام پر چلنے والے دو دنیاؤں میں کامیاب وکامران ہیں۔ حکمران نیابت رسول کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ ایک طرف وہ خدا اور رسولؐ کی قائم کردہ حدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ملت کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے۔

؎ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی ۔۔۔ یا بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی (اقبال)

Marfat.com

اسلام میں امت کے فرائض کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک شہری کے حقوق کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی حکومت صرف فرائض کی بجا آوری کا مطالبہ کرے اور حقوق سے پہلو تہی کرے تو وہ غیر موثر حکومت ہوگی۔ بنیادی حقوق اور ضروریاتِ زندگی ہر شہری کو مہیا کرنا حکومت کا فرض ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک جس طرح روٹی، کپڑا، مکان ہر شہری کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح عدل وانصاف، جان ومال اور عزت وناموس کا تحفظ اور حقوق شریعت میں یکسانیت، ہر باشندہ ملک کا بنیادی حق ہے۔

اسلام حکومت سے اسلامی معاشرہ کا قیام چاہتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے استحکام کے لئے اللہ تعالےٰ کی حاکمیت اور انسانوں کی برابری لابدی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے بھی ایسے ہی معاشرہ کے قیام کیلئے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا نظریہ پاکستان کا مرکزی خیال اسلامی معاشرہ کا قیام تھا

اسلامی معاشرہ کا قیام جبھی ممکن تھا۔ کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام ہوتا۔ تیس برس تک نفاذِ اسلام کی نوید سنائی جاتی رہی۔ لیکن منزل کی طرف گامزن ہونے سے ہر قافلہ دامن بچاتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قافلہ میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو مغربی طرز زندگی کے پروردہ تھے اور اسلام کی حقانیت پر غیر متزلزل ایمان سے عاری تھے۔ اس رویہ نے پاکستانیوں کو دین اسلام کی دھمدت میں کھو جانے کا موقع فراہم کیا اور نہ ہی پاکستانی ثقافت کا تشخص منصۂ شہود پہ آیا۔

ایک تہائی صدی امیج تشکیک کی راہوں میں سرگرداں رہے۔ لیکن پاکستانیوں کے نظروں سے وہ مقصد کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ جو تحریک پاکستان کا مطمع نظر تھا جس مقصد کو پالینے کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے مالی، جانی اور عزت وناموس کی قربانیاں دی تھیں۔ یہ عظیم مقصد حکمرانوں کی مغربیت پسندی کی وجہ سے پس پردہ چلا گیا۔ لیکن پاکستانیوں کی زندگیوں سے کبھی جدا نہیں ہوا۔ اس طرح جذبہ مارچ ۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفےٰ میں دیکھنے میں آیا۔ مغربی جمہوریت کو خس وخاشاک کی طرح بہا کرلے گیا۔

Marfat.com

محمد ضیاء الحق کی حکومت نے نظام مصطفےٰ کی تحریک کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے اس حکومت نے قیام نظام مصطفےٰ کی راہ اپنائی۔ جان، مال اور عزت و ناموس کا تحفظ دینے کے لئے ملک کا امن و امان بحال کیا۔ جمہوریت کے نام پر ملک و قوم میں لسانی، علاقائی اور قبائلی تفریق کو ہوا دے کر قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے اداروں کو ختم کیا۔

عوامی دور کے آخری ایام میں یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ پاکستان خدانخواستہ غیر ملکیوں کے تسلط میں چلا گیا ہے فاتح قوم ملک کے اصل باشندوں کو کچلنے کے لئے ہر حربہ اختیار کر رہی ہے۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو بری فوج کے چیف آف دی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے نظم و نسق کو بحال کرنے کی ذمہ داری اٹھا کر اس غیر یقینی فضا کا خاتمہ کیا۔

پاکستانی جان، مال اور عزت و ناموس کے تحفظ سے اس حکومت سے مانوس ہوتے چلے گئے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ (۱۰ فروری ۱۹۷۹ء) کو اسلامی سزاؤں کا نفاذ کر کے امن و امان اور شہریوں کے سکون کو تباہ کرتے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔

۲۰ جون ۱۹۸۰ء کو ملک بھر میں زکوٰۃ و عشر کا نظام نافذ کر کے غریب شہریوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا بیت المال قائم کر دیا۔ اسلامی مملکت کے لئے زکوٰۃ و عشر کا انتظام اہم دینی فریضہ ہے۔ امیر و غریبوں میں جذبہ اخوت پیدا کرنے کے لئے زکوٰۃ کا نظام اہم کردار ادا کرتا ہے۔

نفاذ اسلام کی رفتار تیز کرنے کے لئے جون ۱۹۸۱ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کی گئی۔ اس کونسل کے چیئرمین جسٹس تنزیل الرحمٰن اور اراکین میں ہر مکتب فکر کے علما کو نمائندگی دی گئی۔

فروری ۱۹۷۹ء میں شریعت بنچوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی۔ جس کے سربراہ جسٹس آفتاب حسین اور پیر کرم شاہ الازہری۔ محمد تقی عثمانی اور ملک غلام علی اراکین ہیں۔ یہ عدالت غیر اسلامی قوانین کو کالعدم قرار دینے کی مجاز ہے۔

یکم جنوری ۱۹۸۱ء کو سود سے پاک بنکاری کو رائج کر دیا گیا۔ کوشش کی جا رہی ہے

Marfat.com

کہ سود کی لعنت کو ختم کر دیا جائے

اپریل ۱۹۷۹ء کو اہم تعلیمی اصلاحات نافذ کی گئیں۔ اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کا مضمون پورے نظامِ تعلیم میں مرکزی مضمون قرار دیا گیا۔ قائدِ اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں شریعت فیکلٹی اور اب ایک یونیورسٹی قائم کی گئی۔ تاکہ عمرانی علوم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے والے اسلامی قوانین نافذ کرنے والے افراد کی تعلیم و تربیت ہو سکے۔

لاء کالجوں میں اسلامی فقہ کو لازمی نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

نفاذِ اسلام کی کوششیں ایک مکمل اسلامی معاشرہ کے قیام کی طرف جو قدم ہے کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ اسلام کے زریں اصولوں کی روشنی میں معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ڈھانچہ ترتیب دیا جائے۔ تاکہ ہر شہری کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف، جان و مال اور عزت کا تحفظ مل سکے۔ نہ کوئی دوسرے پر ظلم کرے نہ اس پر ظلم ہو۔

وطنِ عزیز اور استحکامِ پاکستان کے لئے ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کو ریفرنڈم ہوا۔ جس میں پاکستانیوں نے محمد ضیاء الحق کی حکومت کے کارناموں پر پسندیدگی کی مہر ثبت کر کے نفاذِ اسلام کی راہیں کھول دیں۔

اب تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گا۔

Marfat.com

ارضِ پاکستان

برصغیر کا شمال مغربی علاقہ ہمیشہ مسلم اکثریت کا علاقہ رہا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں اس علاقہ کا نام "پاکستان" چودہری رحمت علی نے تجویز کیا۔ اس جغرافیائی وحدت میں پنجاب، سرحد، بلوچستان، سندھ اور کشمیر کے علاقے شامل ہیں۔ چودہری رحمت علی نے پنجاب سے "پ" افغانیہ (صوبہ سرحد) "ا"، کشمیر سے "ک" سندھ "س" بلوچستان سے "تان" کے حروف سے لفظ پاکستان بنایا۔ اس خطہ کو برصغیر سے الگ کر کے پاکستانی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنانے کا تصور علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں اپنے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کیا۔ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا۔ پاک سرزمین کی تخلیق حضرت قائد اعظمؒ کی رہینِ منت ہے "شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد ہندوستان نے اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں کیا جس کے غیر متزلزل ایمان اور اٹل ارادے نے دس کروڑ شکست خوردہ مسلمانوں کی مایوسیوں کو کامرانیوں میں بدل دیا ہو۔" محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک صہ ۱۲۲

پاکستان کا کل رقبہ ۸۰۵۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی ۹ کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ ۹۶ فیصد لوگوں کا مذہب دینِ اسلام ہے۔ اس کی علاقائی تفصیل حسب ذیل ہے۔

صوبہ	ڈویژن	اضلاع
پنجاب	۱۔ لاہور	لاہور۔ شیخوپورہ۔ قصور۔ اوکاڑہ
	۲۔ گوجرانوالہ	گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ
	۳۔ راولپنڈی	راولپنڈی۔ اٹک۔ جہلم

Marfat.com

صوبہ	ڈویژن	اضلاع
	۴۔ فیصل آباد	فیصل آباد۔ جھنگ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
	۵۔ ڈیرہ غازی خان	ڈیرہ غازی خان۔ مظفر گڑھ۔ لیہ۔ راجن پور
	۶۔ سرگودھا	سرگودھا۔ خوشاب۔ میانوالی، بھکر
	۷۔ ملتان	ملتان۔ ساہیوال۔ وہاڑی
	۸۔ بہاول پور	بہاول پور۔ بہاول نگر۔ رحیم یار خان
شمال مغربی سرحدی صوبہ	۱۔ پشاور	پشاور۔ مردان۔ کوہاٹ
	۲۔ ہزارہ	ایبٹ آباد۔ مانسہرہ۔ کوہستان
	۳۔ ڈیرہ اسماعیل خان	ڈیرہ اسماعیل خان۔ بنوں۔ شمالی وزیرستان جنوبی وزیرستان۔
	۴۔ مالاکنڈ	سوات۔ چترال۔ دیر
بلوچستان	۱۔ کوئٹہ	کوئٹہ پشین۔ لورالائی۔ چاغی۔ ژوب
	۲۔ سبی	سبی۔ نصیر آباد۔ کچھی۔ مری بگٹی ایجنسی
	۳۔ قلات	قلات۔ مکران۔ خضدار۔ لس بیلہ۔ خاران
سندھ	۱۔ کراچی	کراچی
	۲۔ حیدر آباد	حیدر آباد۔ دادو۔ ٹھٹھہ۔ بدین۔ سانگھڑ۔ تھرپارکر
	۳۔ سکھر ڈویژن	سکھر۔ خیر پور۔ جیکب آباد۔ لاڑکانہ۔ شکارپور

اسلام آباد کا علاقہ وفاقی حکومت کے زیر نگرانی ہے۔ گلگت، ایجنسیاں اور قبائلی علاقے بھی وفاقی حکومت کے زیر نگرانی ہیں۔ آزاد کشمیر کی اپنی با اختیار حکومت ہے اس کے دفاع، کرنسی، مواصلات اور خارجہ امور کی ذمہ داری حکومتِ پاکستان پر ہے یہ علاقہ چار اضلاع مظفر آباد، راولاکوٹ، میرپور، کوٹلی پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

محل وقوع

پاکستان ۲۴ درجہ شمال اور ۳۷ درجہ عرض بلد شمال۔ ۶۱ درجہ مشرق اور ۷۵ درجہ طول بلد مشرق کے درمیان واقع ہے۔ پاکستان کے شمال میں کوہ قراقرم کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ جو ۶۰۰ کلومیٹر لمبی ہے۔ چین پاکستان کا دوست ملک ہے۔ شاہراہ ریشم کی تکمیل نے ایک دوسرے کو بذریعہ سڑک ملا دیا ہے۔ شمال ہی میں جموں و کشمیر کا متنازعہ علاقہ ہے۔ جو غلام کشمیر اور آزاد کشمیر دو خطوں میں تقسیم ہے۔ مسئلہ کشمیر بھارت اور پاکستان کے درمیان وجہ نزاع ہے۔ یہی مسئلہ دونوں حکومتوں کے مابین جنگوں کی وجہ بنتا چلا آیا ہے۔

شمال مغرب میں افغانستان کی واخان کی تنگ پٹی پاکستان کی سرحد کو روس سے جدا کرتی ہے۔ یہاں سے روس کی سرحد ۳۰۰ کلومیٹر رہ جاتی ہے۔ افغانستان میں روس کی آمد سے اب یہ فاصلہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ افغانستان کے مسلم مجاہدین روسی مداخلت کو ختم کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ لاکھوں مہاجرین پاکستان میں پناہ لے رکھی ہے۔ روسی خطرہ پاکستان کے سر منڈلا رہا ہے۔ مغرب میں افغانستان کی ۲۲۵۰ کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان سے ملتی ہے۔ یہ ڈیورنڈ لائن کہلاتی ہے مغرب میں ہی برادر مسلم ملک ایران ہے۔ ایران کے ساتھ ۸۰۰ کلومیٹر پاکستان کی سرحد ہے۔ اس کے مغرب میں اسلامی ملکوں کا وسیع سلسلہ ہے۔ ایران اور عراق دونوں برسر پیکار ہیں۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب وہ اپنے اختلافات گفت و شنید سے ختم کر کے پھر سے شیر و شکر ہو جائیں گے۔ ترکی۔ شام۔ سعودی عرب اور مصر کی اہم اسلامی ریاستیں ہیں۔ سعودی عرب میں خانہ کعبہ اور مسجد نبوی اور روضہ اقدس پاکستانیوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ خداوند تعالٰی سے دعا ہے کہ اسلامی ملکوں کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔

مشرق میں بھارت کی ۱۶۵۰ کلومیٹر لمبی سرحد ہے۔ بھارت نے تقسیم سے ہی

Marfat.com

پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ آنجہانی اندرا گاندھی کے بعد آنجہانی اندرا گاندھی کے بعد راجیو گاندھی حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے پاکستان سے امن معاہدہ کر کے اپنے ملک کی خوشحالی پر توجہ دے۔ جنوب میں بحیرہ عرب اپنی وسعتوں کے ساتھ تا حد نگاہ پھیلا ہوا ہے۔

قدرتی وسائل۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہان آب و گل کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے پاکستان کو ان قدرتی نعمات سے مالا مال کیا ہے "پاکستان کو خدا نے ہر چیز دے رکھی ہے معدنیات، زراعت کے وسیع وسائل، اقتصادیات کی ترقی کے روشن امکانات۔ ملک کو صنعتی بنانے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب پاکستان میں موجود ہے۔ قدرت کی فیاضی نے اس ملک کو دولت سے مالا مال کر رکھا ہے" قائد اعظم اگست ۱۹۴۸ء

معدنی وسائل پاکستان کے معدنی وسائل میں تیل اور قدرتی گیس، کوئلہ، نمک کرومائیٹ، جپسم، چونے کا پتھر اور لوہا شامل ہیں۔

قدرتی گیس ۱۹۵۲ء میں پہلی بار سوئی بلوچستان میں دریافت ہوئی۔ اس کے بعد سے اس کی دریافت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ملکی ضروریات پوری کرنے کے اعتبار سے اس کے ذخائر پہلے نمبر پر ہیں اس کے ذخائر پیر کوہ، سندھ، لوٹی، خیر پور اور ڈیرہ غازی خان کے علاقوں میں دریافت ہو چکے ہیں۔ بڑے شہروں میں پائپ لائن کے ذریعے اس کی سپلائی کا بندوبست کیا گیا ہے۔

تیل کے ذخائر ۱۹۱۵ء میں ضلع اٹک میں کھوڑ کے مقام پر دریافت ہوئے۔ ڈھلیاں ضلع اٹک ۱۹۳۵ء میں دریافت ہوا۔ بالکسر اور جویا میر، اور کھیوال ضلع جہلم سے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی تیل حاصل کیا جا رہا ہے۔ میال، تت، ضلع اٹک، کوٹ سارنگ ضلع کوہاٹ۔ ڈھوڈک ضلع ڈیرہ غازی خان، ضلع بدین سندھ میں تیل کے ذخائر سے معدنی تیل

Marfat.com

حاصل کیا جا رہا ہے۔

پاکستان میں کوئلے کے تین بڑے ذخائر پوٹھوار، شمال مشرقی بلوچستان اور سندھ کی زیریں وادی میں دریافت ہوئے ہیں۔ یہ کوئلہ اچھی قسم کا نہیں ہے۔ حال ہی میں مکڑوال کے علاقہ سے اچھی قسم کا کوئلہ دریافت ہوا ہے۔

پاکستان میں نمک کے قیمتی ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ان کا شمار دنیا کے بڑے ذخائر میں ہوتا ہے۔ کھیوڑہ کی کان صدیوں سے نمک دے رہی ہے۔ ضلع سرگودھا۔ ضلع میانوالی اور ضلع کوہاٹ سے پتھر کا نمک حاصل ہوتا ہے۔ لس بیلہ اور ساحل مکران کے ساتھ سمندر سے نمک بھی حاصل کیا جاتا ہے۔

کرومائیٹ۔ جپسم، چونے کا پتھر اور کیسائیٹ کے ذخائر بھی پاکستان میں موجود ہیں۔ خام لوہا کے ذخائر ضلع میانوالی اور چترال کے پہاڑی علاقوں میں موجود ہیں۔ یہ ذخائر دشوار گذار علاقے میں ہیں۔ اس لئے بھرپور استفادہ ممکن نہیں ہے۔

قیمتی سنگ، زمرد اور تانبا کے ذخائر سطح مرتفع بلوچستان میں پوٹھوار کے علاوہ۔ سوات اور چترال میں بھی ہیں۔

Marfat.com

دریا اور نہریں

پاکستان کے دریا کشمیر کے برف پوش پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ اس لئے سارا سال بہتے ہیں۔ پاکستان پانچ دریاؤں سندھ، جہلم، چناب، راوی اور ستلج کی سرزمین ہے۔ یہ دریا پانچ انگلیوں کی طرح بہتے ہوئے ایک ہو کر سندھ میں سے گزرتے ہوئے بحیرہ عرب میں جا گرتے ہیں۔ پاکستان کا نہری نظام دنیا بھر میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں ہندوستان نے پاکستان میں بہنے والی نہروں کا پانی روک لیا۔ حکومت ہند کا جواز یہ تھا۔ کہ پاکستان میں بہنے والے دریا ہندوستان سے ہو کر گزرتے ہیں اس لیے پاکستان کو پانی قیمتاً ملے گا۔ پاکستان نے نقصان و تباہی سے بچنے کے لئے آبیانہ دینا منظور کر لیا۔

۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو سندھ طاس کے دریاؤں کی تقسیم کا معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے کے ذریعے تین مغربی دریا چناب، جہلم اور سندھ پاکستان کی ملکیت میں قرار پائے اور تین مشرقی دریا بیاس، راوی، ستلج پر ہندوستان کا حق تسلیم کر لیا گیا۔ ان دریاؤں کی نہروں کو پانی مہیا کرنے کے لئے منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم تعمیر کئے گئے ہیں

دریائے چناب کی نہریں۔ مرالہ، خانکی اور حویلی بہادر شاہ سے تین نہریں اپر چناب، لوئر چناب اور نہر رنگپور نکالی گئی ہیں۔ یہ نہریں سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، مظفر گڑھ، جھنگ اور ملتان کے اضلاع کو سیراب کرتی ہیں۔

دریائے جہلم کی نہریں۔ منگلا اور رسول کے مقامات سے نہر اپر جہلم اور نہر لوئر جہلم نکالی گئی ہیں۔ یہ ضلع گجرات، ضلع سرگودھا اور کچھ ضلع جہلم کا رقبہ سیراب کرتی ہیں۔

Marfat.com

دریائے سندھ کی نہریں:۔ دریائے سندھ سے پانچ مقامات کالا باغ، تونسہ، گدو، سکھر، کوٹری پر بند باندھ کر ۱۱ نہریں نکالی گئی ہیں۔ یہ میانوالی، خوشاب، سیہ بھکر، راجپور، مظفر گڑھ، سرگودھا، ڈیرہ غازی خان، سکھر، خیرپور، لاڑکانہ، دادو، حیدرآباد، سانگھڑ اور نواب شاہ کو سیراب کرتی ہیں۔

دریائے ستلج کی نہریں:۔ فیروز ہیڈورکس بھارت میں چلے جانے کی وجہ سے متبادل انتظام کرنا پڑا ہے۔ دریائے ستلج پر گنڈا سنگھ والا، سلیمانکی، اسلام اور پنج ند کے مقام پر بند باندھ کر دس نہریں نکالی گئی ہیں۔ جو ساہیوال، ملتان، وہاڑی، بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خان کے اضلاع کو سیراب کرتی ہیں۔

دریائے راوی کی نہریں:۔ نہر اپر باری دوآب مادھو پور سے نکلتی ہے۔ جو بھارت کے علاقے کو سیراب کرتی ہوئی ضلع لاہور کو سیراب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ نہر لوئر باری دوآب ہوئی اور ایک نہر سندھائی کے مقام سے نکالی گئی ہے۔ جو ضلع قصور، ضلع ساہیوال، ضلع وہاڑی اور ضلع ملتان کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔

پوٹھوہار میں راول ڈیم، سوانا ڈیم اور چراہ ڈیم سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ صوبہ سرحد میں نہر اپر سوات اور نہر لوئر سوات دریائے کابل سے نکالی گئی ہیں۔ وارسک سے دو نہریں نکالی گئی ہیں۔ دریائے کرم پر کرم گڑھی پراجیکٹ۔ دریائے گومل پر گومل پراجیکٹ کے ذریعے زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ چشمہ بیراج کے منصوبے سے ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے سیراب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

پن بجلی

تربیلا ڈیم۔ منگلا ڈیم اور وارسک ڈیم میں پن بجلی کے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ کراچی کا بجلی گھر کراچی کے علاقے کی ضرورت پوری کرتی ہے۔ رسول پراجیکٹ فیصل آباد کے صنعتی علاقے کو بجلی مہیا کرتا ہے۔ مالاکنڈ میں ۲۰ میگاواٹ بجلی پیدا کی جارہی ہے اور درگئی منصوبہ سے ۲۰ میگاواٹ بجلی پیدا کر کے مردان، پشاور اور قبائلی علاقے کی ضروریات کو پورا کیا گیا ہے۔

میانوالی میں چشمہ بیراج پر دوسرے ایٹمی بجلی گھر کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ اس سے ۵۰۰ میگاواٹ بجلی حاصل کی جائے گی۔

زراعت

پاکستان میں زراعت کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ ہماری قومی آمدنی کا بڑا حصہ زرعی پیداوار کا ہی رہین منت ہے۔ اس سے نہ صرف ملک خوراک میں خودکفیل ہوتا ہے۔ بلکہ صنعتی ترقی کے لئے ملک ہی سے خام مال حاصل ہوتا ہے۔ کپڑے کی صنعت کے لئے کپاس، چینی کے لئے گنا۔ تیل اور بناسپتی گھی کے لئے سرسوں تورلہ اور مونگ پھلی کے بیج وغیرہ شامل ہیں۔

پاکستان خام قومی پیداوار کا تیس فیصد زراعت سے حاصل کرتا ہے۔ ملک کی ۷۰ فیصد آبادی زراعت کے شعبہ سے منسلک ہے۔ ہمارے ملک کی برآمدات کا ۷۰ فیصد زراعت پر منبی ہے۔

پاکستان کی مخصوص آب و ہوا کے پیش نظر سال میں دو بڑی فصلیں ہوتی ہیں۔

فصل خریف:۔ اپریل سے جون تک فصل بوئی جاتی ہے۔ اور اکتوبر، نومبر میں پک کر تیار ہوتی ہے۔ خریف کی اہم فصلیں کپاس، چاول، گنا اور مکئی ہیں۔

فصل ربیع:۔ فصل سردیوں میں بوئی جاتی ہے۔ اور گرمیوں کے شروع میں کاٹی جاتی ہیں۔ اس کی اہم فصلیں گندم، جو اور تیل کے بیج وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

پاکستان میں گندم کی پیداوار میں خودکفیل ہوگیا۔ کپاس، چاول خاصی مقدار میں برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

صنعت:۔ کسی ملک کی خوشحالی اور استحکام کے لئے صنعت میں ترقی یافتہ ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو پاکستان میں کوئی بھی قابل ذکر صنعت نہ تھی۔ پاکستان نے آزادی کے بعد صنعتی ترقی کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی طرف توجہ دی۔ آج ملک میں کپڑے، سیمنٹ، فولاد، چینی، کیمیاوی کھاد پٹ سن، چمڑے، تیل صاف کرنے اور بجلی کا سامان بنانے کے کارخانے قائم ہیں۔ صنعت کے شعبہ سے مجموعی آمدنی کا ۱۷ فیصد حاصل ہوتا ہے۔ اور برآمدات میں مصنوعات کا حصہ ۴۳ فیصد ہے

چھوٹی صنعتیں نہ صرف ہماری روزمرہ کی ضروریات پوری کررہی ہیں بلکہ بھاری مقدار میں برآمدی مال بھی تیار کررہی ہیں۔ کھیلوں کا سامان، آلات جراحی، قالین سوزری، لکڑی کا سامان۔ پلاسٹک کا سامان اور چمڑے کا سامان اپنے ملک کی ضروریات پورا کرنے کے بعد زرمبادلہ کا بھی اہم حصہ ہیں۔

اشیائے برآمد:۔ ابتدائی سالوں میں پاکستان میں کارخانے نہ ہونے کی وجہ سے خام مال مثلاً کپاس، پٹ سن، کھالیں اور چمڑہ وغیرہ کی ملک میں صنعتیں قائم ہوگئیں اور خام مال ملک میں ہی استعمال ہونے لگا۔ اب پاکستان کی برآمدی اشیاء میں چاول، سوتی کپڑا۔ سوتی دھاگہ، قالین، کھیلوں کا سامان، سوزری، آلات جراحی، اون کا سامان وغیرہ ہیں۔

اشیائے درآمد:۔ درآمدی اشیاء میں پٹرول، مشینری، اسلحہ اور مواصلات کا

Marfat.com

سامان شامل ہے۔ درآمدات کی نسبت برآمدات کی مالیت زیادہ ہے۔ درآمدات میں غیر ضروری اشیاء میں کمی کر کے توازن قائم کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے لوگ :۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے لوگوں کے لباس میں بڑا فرق ہے۔ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ ان کے رسم و رواج اور رہنے سہنے کے طریقوں میں بھی اختلاف ہے۔ یہاں کے لوگوں کو دین اسلام، ایک خطہ پاکستان، ایک تہذیب و تمدن نے ایک قوم بنا دیا ہے۔ پاکستان سب کا وطن ہے۔ اس کے حصول کے لئے سب نے قربانیاں دی ہیں اس لئے ہم سب کو پاکستانی شہری ہونے پر بڑا ناز ہے۔

صوبہ سرحد میں پٹھان رہتے ہیں۔ یہ بڑے محنتی اور جفاکش ہیں۔ اپنی جرات، بہادری اور مہمان نوازی کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ پشاور اس صوبہ کا صدر مقام ہے۔ ملک کے اس حصہ میں پرانی تہذیب کی بہت سی نشانیاں، تاریخی عمارتیں اور یادگاریں پائی جاتی ہیں۔

پنجاب میں پنجابی رہتے ہیں۔ ان کی زبان پنجابی ہے۔ پنجاب کے نوجوان اعلیٰ قسم کے سپاہی ہیں۔ لاہور پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اسے کالجوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ لاہور میں بہت سی شاندار تاریخی عمارتیں ہیں۔

جنوب میں سندھی اور بلوچی بستے ہیں۔ سندھ کو باب الاسلام کہا جاتا ہے۔ سندھ میں عربوں سے تعلق کی بہت سی علامتیں موجود ہیں۔ بلوچ بلوچستان میں اپنے مویشیوں کے گلے لئے پھرتے ہیں۔ صوبہ میں ذرائع آمد و رفت کو بہتر بنایا جا رہا ہے۔ اور تعلیم کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں سے جو لوگ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ وہ بھی بڑے محنتی اور ذہین لوگ ہیں۔ انہوں نے ہجرت کے جان گسل لمحات کا بڑی ہمت اور بہادری سے سامنا کیا ہے۔ "مہاجرین پاکستان کے لئے بوجھ نہیں، یہ پاکستان کی دولت ہیں۔ ان سے پاکستان کی طاقت میں اضافہ ہوا ہے"

قائد اعظم کی آخری تقریر ۔ محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک صفحہ ۹

Marfat.com

سندھ اور پنجاب میں بہت سے تاریخی مقامات ہیں۔ پنجاب میں ہڑپہ اور سندھ میں موہن جو دڑو کے کھنڈر ملے ہیں۔ یہ برصغیر میں منفرد شہود پہ آنے والے کھنڈروں میں زیادہ پرانے ہیں۔ راولپنڈی کے قریب ٹیکسلا بھی ایک تاریخی مقام ہے۔ لیکن یہ ان دونوں پرانے شہروں سے بہت بعد کا ہے

اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے۔ یہ روشنیوں کا شہر ہے۔ کراچی جدید طرز کا شہر ہے۔ یہ مشہور بندرگاہ ہے۔ اور یہاں جدید طرز کی عمارتیں بڑی کثرت سے ہیں

پاکستان اور دنیائے اسلام پاکستان دنیائے اسلام کا قلب ہے۔ اس ملک کا قیام دو قومی نظریہ کا مرہون منت ہے۔ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَالْاِسْلَامُ مِلَّۃٌ ثَانِیَۃٌ" کے مطابق مسلمان بلا امتیاز نسل رنگ، زبان اور وطن ملت اسلامیہ کا حصہ ہیں۔ اسرائیل میں مسلمانوں کا قتل ہو۔ ایران عراق جنگ ہو یا لاکھوں افغان مجاہدین کی پاکستان میں برآمد ہو پاکستان نے ہر آڑے وقت میں عالم اسلام کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ اپنا فرض ادا کیا ہے۔

سعودی عرب :۔ سعودی عرب کی خاک ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے۔ بیت اللہ اور روضہ اقدس ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہیں۔ ان مقدس مقامات کی وجہ سے سعودی عرب کو اتحاد عالم اسلامی کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ شاہ سعود سے لے کر شاہ خالد تک ہر فرمانروائے سعودیہ نے پاکستان کا دورہ کیا۔ پاکستانیوں نے ان کی راہ میں آنکھیں بچھا کر عقیدت کا ثبوت دیا سعودی عرب نے ہر آڑے وقت میں پاکستان کی مدد کی ہے۔ سعودی عرب پاکستان کو اسلام کا مضبوط قلعہ سمجھتا ہے۔ فروری ۱۹۷۴ میں لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس کے اخراجات میں مدد دی۔ پاکستان کے زکوٰۃ فنڈ میں ایک خطیر رقم بطور عطیہ دی۔ سعودی عرب کے موجودہ فرمانروا شاہ فہد بھی پاکستان کے بہی خواہ ہیں۔

Marfat.com

افغانستان :۔ افغانستان نے "پختونستان" کا ہوا کھڑا کر کے پاکستان سے ہمیشہ اپنے تعلقات کشیدہ رکھے۔ جنوری ۱۹۶۶ء میں صدر پاکستان محمد ایوب خان نے افغانستان کا دورہ کیا۔ ۱۹۷۷ء میں افغانستان کے صدر سردار محمد داؤد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اس سے دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کی فضا قائم ہونے لگی۔ اپریل ۱۹۷۸ء میں سردار محمد داؤد کو قتل کر کے نور محمد ترہ کئی نے حکومت سنبھالی۔ انہیں حفیظ اللہ امین نے موت کے گھاٹ اتار کر اقتدار سنبھالا۔ جلد ہی ببرک کارمل روسی حمایت سے ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو افغانستان کے تیسرے صدر کی حیثیت سے زمام حکومت سنبھالا اس کے ساتھ روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں۔ افغان بے خانماں ہو کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ مہاجرین کی تعداد ۳۲ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔

پاکستان روسی افواج کی افغانستان میں موجودگی کا مخالف ہے۔ اس سے پاکستان کی سلامتی متاثر ہوتی ہے۔ عالم اسلام کو بھی اس سے خطرات پیش آ سکتے ہیں۔ بحیرہ عرب بھی اس کی زد میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام روس کے ان اقدام کے خلاف ہے۔

ایران :۔ ایران پہلا ملک ہے۔ جس نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ زبان ثقافت کی ترجمان ہوتی ہے۔ ایران کی فارسی زبان ایک طویل عرصہ تک برصغیر کی سرکاری زبان رہی ہے اس طرح پاکستان اور ایران ایک ہی تہذیب و ثقافت کے امین رہے ہیں۔

مئی ۱۹۴۹ء میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم خان لیاقت علی خان نے ایران کا دورہ کیا۔ شہنشاہ ایران نے ۱۹۵۰ء میں پاکستان میں قدم رنجہ کیا۔ اس طرح اشتراک و تعاون کا معاہدہ طے پایا۔

۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء میں پاکستان۔ ایران اور ترکی نے علاقائی تعاون برائے ترقی (آر۔ سی۔ ڈی) پر دستخط کئے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں ایران نے پاکستان کی مالی امداد کی

Marfat.com

۱۶ جنوری ۱۹۷۹ کو شاہ ایران ملک سے بھاگ گیا اور انقلابی حکومت حضرت آیت اللہ خمینی کے زیر ہدایت قائم ہوگئی۔ پاکستان نے ایران عراق تنازعہ ختم کرنے کے لئے بھی بھرپور کوشش کی ہے۔

ترکی:۔ ترکی دنیائے اسلام کا خلیفہ رہا ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی کی خلافت کو بچانے کے لئے بیش بہا قربانیاں دیں۔ تحریک خلافت میں ہزاروں کنبے بے خانماں ہوئے ترکی ۱۹۶۴ سے علاقائی تعاون برائے ترقی کے رشتہ میں منسلک ہے۔ ۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں ترکی نے اخلاقی اور مادی امداد بہم پہنچائی۔ دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے چلے آرہے ہیں۔

بنگلہ دیش:۔ بنگلہ دیش ماضی میں پاکستان کا حصہ تھا۔ اسے مشرقی پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں شیخ مجیب الرحمان نے مشرقی پاکستان میں واضح اکثریت حاصل کی۔ یحییٰ خان نے اقتدار منتقل کرنے میں خود غرضی کا ثبوت دیا مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک چلی اور دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ ۱۹۷۴ء میں لاہور کی سربراہی کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمن نے مشروط شرکت کی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کو تسلیم کر لیا۔ ۱۵ اگست ۱۹۷۵ء کو خوندکر مشتاق احمد نے شیخ مجیب الرحمن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۹۷۷ء میں ضیاء الرحمن برسر اقتدار آئے جولائی ۱۹۸۱ء کو قتل ہوئے۔ اب حسین محمد ارشاد بنگلہ دیش کے صدر ہیں۔ ان کے عہد میں پاکستان کے ساتھ خصوصی اور قریبی روابط قائم ہوئے۔ بہاریوں کی آبادکاری کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے ہوا۔

متحدہ عرب امارات پاکستان کو اقتصادی ترقی میں بھرپور مدد دے رہی ہیں۔ ان کے تعاون کی وجہ سے پاکستان مغربی ملکوں کی امداد کی محتاجی سے آزاد ہو گیا ہے۔

Marfat.com

عراق ایران حالیہ لڑائی میں پاکستان کے کردار اور خدمات کو دونوں ملکوں نے سراہا ہے۔ پاکستان عراق کے کئی اقتصادی منصوبوں کی تکمیل میں فنی اور افرادی قوت فراہم کر رہا ہے۔

شام کے خلاف اسرائیل کی پاکستان نے ہمیشہ مذمت کی ہے اور شام کو اسرائیل جنگ میں ہر قسم کی مدد اور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

اردن کے ساتھ پاکستان کے برادرانہ تعلقات ہیں۔ اردن نے ہمیشہ پاکستان کے موقف کی بھی تائید و حمایت کی ہے۔ دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ فنی و اقتصادی تعاون کرتے ہیں۔

انڈونیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا سب سے بڑا مسلم ملک ہے۔ صدر سوئیکارنو مرحوم پاکستان دوستی کے مداح تھے۔ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران انڈونیشیا نے اپنی بحریہ کو مشرقی پاکستان کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ دونوں ممالک کے درمیان بہت سے تجارتی اور ثقافتی معاہدے ہو چکے ہیں۔

ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیا کا دوسرا بڑا مسلم ملک ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ملائیشیا نے بھارت کی حمایت کی۔ بنگلہ دیش کو مسلم ممالک میں سب سے پہلے تسلیم کیا۔ لیکن اب تعلقات بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔

لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۹ء میں شاہ ادریس کی حکومت کا تختہ الٹ کر عنان حکومت سنبھالی۔ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں معمر قذافی کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ پٹرول کے سلسلہ میں لیبیا پاکستان کا بھرپور تعاون کر رہا ہے۔ لیبیا میں ہزاروں پاکستانی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مصر کو عرب ممالک میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ ۱۹۵۶ء میں برطانیہ۔ فرانس اور اسرائیل نے مصر پر چڑھائی کی۔ پاکستان نے اس جارحیت کی مذمت کی۔ ۱۹۷۳ء کی اسرائیل مصر جنگ میں پاکستان نے مصر کی بھرپور مدد کی۔ اب دونوں ممالک مختلف شعبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

Marfat.com

مسئلہ فلسطین

فلسطین برّاعظم یورپ، افریقہ، اور ایشیا کے نقطہ سنگم پر واقع ہے۔ اس کے قدیم باشندے فلسطی ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بنی اسرائیل کو آزاد کرا کے فلسطین پہنچے تو فلسطی قبیلہ یہاں آباد تھا۔ ان کی اپنی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلامؑ نے اس قبیلہ کو شکست دے کر بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی۔ اسی فلسطی قبیلہ کے نام پر یہ علاقہ فلسطین کہلاتا تھا۔ اور یہی لوگ اس خطہ کے اصلی باشندے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل اور فلسطی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے برسرپیکار رہے۔ کبھی بنی اسرائیل کی حکومت قائم ہوئی، اور کبھی فلسطیوں کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت طالوت نے جالوت کو شکست دی۔ اور بنی اسرائیل کو دوبارہ آباد کیا۔ جالوت فلسطی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان علیہ السلام ابن حضرت داؤد علیہ السلام نے صیہون پہاڑی پر ہیکل سلیمانی تعمیر کیا۔ اور یروشلم کی بنیاد ڈالی۔ لیکن جب بھی بنی اسرائیل کمزور ہوئے، فلسطی قبیلہ نے انہیں نیچا دکھا کر منتشر کر دیا۔ ۵۹۰ قبل مسیح۔ رومی حکمران بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کیا اور ہیکل سلیمانی کو گرا کر یہودیوں کو غلام بنا لیا۔

۵۲۶ قبل مسیح ایران کے حکمران نے فلسطین رومیوں سے چھین لیا، اور یہودیوں کو آزادی دے دی۔ انہوں نے دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کرائی۔

۱۹۸ قبل مسیح میں یونانیوں نے فلسطین کو فتح کیا اور ہیکل سلیمانی کو بت خانے میں تبدیل کر دیا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بن کر آئے تو اس قوم نے

Marfat.com

اُن پر سازش کا الزام لگا کر انہیں تختہ دار پر لا کھڑا کیا۔ یہیں سے ان کی مستقل تباہی اور بربادی کا دور شروع ہوتا ہے۔

۷۰ء میں رومیوں نے فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ یہودی یہاں سے نکل کر یورپ اور ایشیا میں پھیل گئے۔

۵۷۱ء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہودیوں کے کچھ قبائل یثرب (مدینۃ النبیؐ) کے اردگرد آباد تھے۔ آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو میثاقِ مدینہ میں یہودیوں کو بھی شریک کیا۔

میثاقِ مدینہ: دنیا کا پہلا تحریری معاہدہ ہے جس میں یہودیوں کو بھی شریک کیا گیا۔ لیکن دو سال بعد جب غزوہ بدر میں قریش مکہ اور مسلمان آمنے سامنے ہوئے تو یہودیوں نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش مکہ کا ساتھ دیا۔ آپؐ نے یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قینقاع کو جلا وطن کر دیا۔ غزوہ احد کے بعد بنو نضیر کو بھی مدینہ سے خارج کرنا پڑا۔ یہودی خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ مگر حسب عادت سازشوں میں مصروف رہے، اور ہمیشہ قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہے۔ آخر مسلمانوں نے تنگ آ کر خیبر کے قلعوں کو فتح کر کے ان کی قوت کو ختم کر دیا۔

یہودی جہاں بھی گئے۔ اپنی سازشوں اور تخریبی کارروائیوں سے باز نہ آئے۔ تو بالآخر وہاں کے باشندوں کو انہیں وہاں سے نکالنا پڑا۔ یہودی فطرتاً شرپسند اور سازشی ہے۔ اور سود اس کا کاروبار ہونے کی وجہ سے ہر جگہ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کسی بھی جگہ قومیت کے حقوق حاصل نہیں ہو سکے۔

یہودی ہیکل سلیمانی کی وجہ سے فلسطین کو اپنا مولد اور مسکن سمجھتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ موقع کی تاڑ میں رہے ہیں

Marfat.com

کہ وہ فلسطین پر قبضہ لیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں انہوں نے فلسطین میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔

پہلی جنگِ عظیم اور اعلانِ بالفور :- ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم کا آغاز ہوا، امریکہ، برطانیہ کا اتحادی تھا اور امریکہ میں یہودی اپنے سرمایہ کی وجہ سے بے پناہ اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ برطانیہ نے یہودیوں کو ساتھ ملا کر امریکہ کو اتحادی بنایا تھا اس لیے برطانیہ یہودیوں کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ نومبر ۱۹۱۷ء اعلانِ بالفور۔ ۶۵۔ ۵۸۱۔ ۵۵ کے ذریعہ برطانیہ نے فلسطین میں یہودیوں کی حکومت کے قیام میں دلچسپی کا اظہار کیا اس سے یہودی شیر ہوتا چلا گیا اور یہودی دنیا بھر سے فلسطین میں آنا شروع ہو گئے۔

فلسطین میں عربوں کی حالت بڑی پسماندہ تھی۔ یہودیوں نے ان سے منہ مانگی قیمت دے کر زمینیں خریدیں۔ یہودیوں کی آبادکاری میں صیہونی تنظیم کام کر رہی تھی۔ مشہور سرمایہ دار لارڈ راس چائلڈ یہودی نے اپنا سرمایہ عربوں سے زمین ہتھیانے پر لگا دیا۔ اس سے پہلے فلسطین میں یہودیوں کی تعداد ۵۰ ہزار کے لگ بھگ تھی، لیکن ۱۹۳۶ء میں ان کی تعداد پانچ لاکھ تک جا پہنچی، اور اس میں متواتر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے وقت ان کی تعداد ۳۰ لاکھ تک جا پہنچی۔ اور انہوں نے عربوں سے زمین خرید کر انہیں بے گھر کر دیا۔ ۱۸۹۷ء میں یہودیوں کی سوئٹزرلینڈ میں ایک یہودی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں اعلان کیا گیا کہ صیہونی تنظیم فلسطین میں یہودیوں کے وطن کے قیام کیلئے جدوجہد کر رہی ہے۔ اس میں انہیں تمام شہری حقوق حاصل ہوں گے۔ یہودیوں کو ہر ملک میں اپنی تنظیمیں قائم کرنے اور ہر طبقہ کے یہودیوں کو اپنے آبائی مولد و مسکن میں آباد ہونے کی ترغیب دیں۔

صیہون یروشلم کی ایک پہاڑی ہے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام

Marfat.com

نے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا تھا، اس نسبت سے یہودیوں نے ایک نظریہ صیہونیت تشکیل دیا۔ اور اس کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کے وطن کے قیام کا تصور سمو دیا۔ اور دنیا کے یہودی اس مملکت کے حصول کیلئے کوشاں ہو گئے۔ فلسطین میں یہودی ہر ملک سے پہنچ رہے تھے۔ عربوں کو اس بات کی فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر ان کی آمد کو نہ روکا گیا تو ایک دن ان کی اکثریت انہیں دبوچ لے گی۔ انہوں نے برطانیہ سے احتجاج کیا کہ یہودیوں کی آمد بند کی جائے۔ انگریزوں نے بزور قوت دبانا چاہا مگر عربوں نے ہر قربانی دے کر اپنے مطالبہ پر قائم رہے۔ برطانیہ کمیشن بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن یہودیوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دو کمیشن ناکام ہو گئے۔

۱۹۳۷ء میں لارڈ پیل کی قیادت میں تیسرا کمیشن قائم ہوا جس نے فلسطین کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی۔ ایک حصہ میں یہودی حکومت۔ دوسرے حصہ "جنوب اور مغرب کے علاقے (تیسرا حصہ) عربوں کو اور یروشلم کا شہر برطانیہ کی نگرانی میں دے دیا جائے۔ اس فیصلہ کے خلاف ملک گیر ہنگامے شروع ہو گئے۔ برطانیہ نے تشدد کی راہ اپنائی، لیکن عربوں کے پایہ ثبات میں لغزش نہ آئی۔ انگریزوں نے مفاہمت کی چال چلی اور لندن میں عرب اور یہودی لیڈروں کی ایک کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا، لیکن عرب لیڈروں نے ایک میز پر یہودیوں سے مذاکرات سے انکار کر دیا۔ برطانیہ نے دونوں قوموں کے لیڈروں سے الگ الگ بات کر کے قرطاس ابیض شائع کیا، جس کی رو سے پانچ سال کے عرصہ میں ۷۵ ہزار یہودیوں کو درآمد کرنے کی حد مقرر کی گئی۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ عربوں نے جرمن نواز پالیسی اپنائی۔ مفتی اعظم فلسطین نے جرمنی کا دورہ کیا۔ عرب نوجوانوں نے جرمنی سے گوریلا جنگ کی تربیت حاصل کر کے یہودی آبادیوں پر کامیاب حملے کیے۔ یہودی امریکہ کی مدد سرمایہ سے کر رہے تھے۔ چنانچہ

Marfat.com

امریکی کانگریس نے برطانیہ کو فلسطین میں ایک لاکھ یہودیوں کے داخلہ کے لیے کہا برطانیہ نے ایک لاکھ یہودیوں کو فلسطین میں آنے کی اجازت دے دی۔ یہودیوں نے امریکہ کو اپنی پشت پر دیکھ کر برطانوی نگران حکومت کو غیر قانونی قرار دے دیا۔

برطانیہ اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ نے ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے نومبر ۱۹۴۷ء کو اپنی رپورٹ دی۔ اس میں فلسطین کو تقسیم کرنے کا منصوبہ شامل تھا۔ اور یہودیوں کو ریاست بنانے کی منظوری مل گئی انگریزوں نے ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین سے اپنا اقتدار اٹھا لیا۔ ڈیوڈ بن گوریان نے مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کی حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ ویزمین اس حکومت کا صدر بنا۔ امریکہ نے اسی وقت اس حکومت کو تسلیم کر لیا، جس کی حدود کا تعین بھی نہیں ہو پایا تھا۔ دو دن بعد روس نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔

امریکی۔ اینگلو بلاک نے مشرقِ وسطےٰ کے ممالک کے اتحاد اور تنظیم کو پارہ پارہ کرنے کیلئے اسرائیلی حکومت کو جنم دیا۔ امریکہ نے اسے مضبوط بنانے کیلئے بھرپور امداد مہیا کی۔ آج اسرائیلی حکومت ایک خطرہ بن کر عربوں کے سروں پر منڈلا رہی ہے اس نے عربوں کا سکون غارت کر رکھا ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن عرب اسے ہضم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جنگ ۱۹۴۸ء

عربوں نے اسرائیلی حکومت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اعلانِ جنگ کر دیا۔ عرب ممالک کی متحدہ فوجوں نے چاروں طرف سے اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ عرب پیش قدمی کرتے ہوئے بیت اللحم تک جا پہنچے۔ اسرائیل، عرب کی متحدہ طاقت کی تاب نہ لا سکا

Marfat.com

سلامتی کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعہ جنگ بند کرادی۔ اسرائیل اس عرصہ میں یورپی ملکوں سے جنگی ساز و سامان اکٹھا کرتا رہا۔ اس نے ۸ جولائی ۱۹۴۸ء کو ایک بھرپور حملہ کر کے مصر کا بہت سا علاقہ قبضہ میں لے لیا۔ جنوری ۱۹۴۹ء کو دونوں میں صلح ہو گئی۔ شاہ فاروق کو غازہ کی پٹی کا علاقہ واپس مل گیا اور اس میں فلسطینی مہاجرین کو آباد کیا گیا۔ مصر نے اسرائیل کا جنوبی فلسطین پر قبضہ تسلیم کر لیا۔

Marfat.com

جنگ ۱۹۵۶ء

جولائی ۱۹۵۶ء میں مصر کے صدر ناصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کر دیا۔ اسرائیل نے اپنے اتحادی فرانس اور برطانیہ کی مدد سے ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مصر پر حملہ کر دیا۔ مصر اس ناگہانی حملہ کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسرائیل نے پورٹ سعید پر قبضہ کر لیا۔ اس موقعہ پر روس نے مداخلت کی اور اتحادیوں کو جنگ بند کرنے کی دھمکی دی۔ اقوام متحدہ نے بھی مداخلت کی اور جنگ بند ہوگئی ۔ اور حملہ آور دسمبر ۱۹۵۶ء کو مصر خالی کر گئے۔

جنگ ۱۹۶۷ء

۵ جون ۱۹۶۷ء کو اسرائیل نے مصر، اردن اور شام پر حملہ کر دیا۔ اسرائیل مصر کی نہر سویز تک پہنچ گیا۔ اور شام میں گولان کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ یو۔ این۔ او نے جنگ بند کرا دی اور اسرائیل کو مقبوضہ علاقے خالی کرنے کو کہا۔ لیکن اس نے علاقے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

جنگ ۱۹۷۳ء

اکتوبر ۱۹۷۳ء کی سترہ روزہ جنگ میں عربوں نے اپنے بہت سے علاقے اسرائیل سے واپس لے لیے۔ اور ہر محاذ پر اسرائیل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ عرب علاقوں نے امریکہ اور یورپی ممالک جو گاہے گاہے اسرائیل کی پشت پناہی کرتے تھے۔ تیل کی سپلائی بند کر دی۔ امریکہ کے کہنے پر اسرائیل نے نہر سویز کا مشرقی کنارہ اور گولان کی پہاڑیوں کا کچھ حصہ خالی کر دیا۔

عربوں کا مطالبہ یہ ہے کہ اسرائیل فلسطین کے مسلم مہاجرین کو ان کے گھروں میں آباد ہونے دے۔ بیت المقدس کو خالی کرے، شام اور اردن کے مقبوضہ علاقے واپس کرے۔ لیکن اسرائیلی حکومت، طاقت کے نشہ میں ان مطالبات کو ٹالتی چلی آرہی ہے۔ اس ہٹ دھرمی سے عرب اتحاد کا رشتہ مضبوط ہو رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں کہ عرب، اسرائیل کو صفحہ ہستی سے ناپید کر دیں گے۔ انشاء اللہ

Marfat.com

اتحاد کی راہ :۔

عالم اسلام کے اتحاد کے لیئے ہر اسلامی ملک اپنا حصّہ ادا کر رہا ہے۔ پاکستان کسی ملک سے پیچھے نہیں ہے۔ اتحاد کی مستقل صورت اسلامی سربراہان مملکت کی کانفرنسیں ہیں۔

پہلی سربراہی کانفرنس :۔ مراکش کے شہر رباط میں رباط کانفرنس ہوئی۔ ۱۹۶۹ء میں یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی نیت سے اس کا ایک حصّہ نذرِ آتش کیا۔ اس واقعہ نے اتحاد کا احساس دلایا۔ مسلم ممالک کے سربراہان نے مل بیٹھ کر مسئلہ فلسطین پر غور و خوض کیا۔

دوسری سربراہی کانفرنس :۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد پھر ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ مسلمان سر جوڑ کر مسئلہ فلسطین کا مستقل حل تلاش کریں۔ نیز مسلمان ممالک کو جو دیگر مسائل کا سامنا ہے ان کا بھی حل تلاش کیا جائے۔ اس غرض کے لیئے ۱۹۷۴ء میں یہ کانفرنس پاکستان میں ہوئی۔

تیسری سربراہی کانفرنس :۔ جنوری ۱۹۸۱ء کو تیسری سربراہی کانفرنس مکہ شریف میں ہوئی۔ اس میں مسئلہ فلسطین اور افغانستان کے حل کیلیے جہاد کی راہ اختیار کرنے کا عزم کیا گیا۔ پاکستان ہمیشہ اتحادِ اسلامی کے لیئے کوشاں رہا ہے اور اب اس کی کوششوں سے عرب ممالک ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔

پی۔ ایل۔ او کو یاسر عرفات جیسا مخلص لیڈر میسّر ہے۔ فلسطین کا بچّہ بچّہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہے۔ وہ دن دُور نہیں جب فلسطینی مجاہدین یہودیوں کے نخلِ خبیث کو بن سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ ان شاء اللہ

جذبۂ قومیّت :۔ یہودیوں نے جذبۂ قومیّت کو اتحاد کی علامت قرار دے کر نظریۂ صیہونیت وضع کیا۔ اور صیہون کو مرکز قرار دے کر دنیا بھر سے یہودی کھنچا چلا آیا۔ صیہون اتحاد و تنظیم کا نشان قرار پا گیا۔ یہ وہی پہاڑی ہے کہ جس پر حضرت سلیمان علیہ السّلام نے دسویں صدی قبل مسیح ہیکل سلیمانی تعمیر کیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہودی ہر ملک

Marfat.com

میں ہے لیکن ان کی روح صیہون میں بند ہے۔

عرب مسلمانوں نے اتحاد، تنظیم اور آفاقیت کو چھوڑ کر جغرافیائی اکائیوں میں بند ہونے کی کوششیں کیں، نتیجتاً عرب طاقت تقسیم ہوتی چلی گئی۔ اور یہودیت وحدت کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ ۱۸۹۷ء میں یہودیوں نے سوئٹزرلینڈ میں ایک کانفرنس منعقد کی اور دنیا بھر کی یہودی تنظیموں سے فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے قیام کی کوششیں تیز تر کرنے پر زور دیا گیا۔ اس وقت عبدالحمید خلیفۃ المسلمین اور ترکی کا سلطان تھا۔ اس نے یہودیوں کو علیحدہ ریاست کے قیام کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ یہودیوں نے نوجوان ترک کی قومی اور انقلابی تحریک کو مالی امداد دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا۔ ۱۹۰۹ء میں سلطان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔

"سلطان کوئی عرب تھا یا غیر عرب وہ اسلامی برادری کا فرد تھا۔" مذاکراتی۔ عبداللہ ابن حسین۔

اور نئی وزارت میں تین یہودی وزراء کو بھی شامل کیا گیا۔ جنہوں نے ایک قانون منظور کروا کر فلسطین میں یہودیوں کو جائدادیں خریدنے کا حق دلایا۔ اس طرح یہودیوں کو پہلی مرتبہ مسلمانوں کی خلافت سے اجازت نامہ ملا۔

"کوئی کہے کہ ترک اب (قومی جمہوریت اختیار کر کے) پہلے سے زیادہ قوی اور دیرپا، جدید قوم بن گئے ہیں۔ (میں کہوں گا) کہ ان کی وہ شہرت و احترام کہاں ہے، جو کل تک تھا۔ جب کہ ان کا سلطان، امیرالمومنین اور خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ حقیقت میں آج وہ کمزور اور چھوٹے ہو گئے ہیں۔ جب کہ کل بڑے اور طاقتور تھے۔ کوئی چیز بھی جب اپنی اصل چھوڑ دیتی ہے، صحیح و سالم نہیں رہتی۔"

مذاکراتی: "عبداللہ بن حسین"

عربوں کو بیسویں صدی کے آغاز میں قومیت کا تصور دیا گیا، ترکی اس وقت مشرق وسطیٰ کا خلیفہ تھا۔ ترکوں نے بھی عرب کی تعمیر و ترقی پر کوئی توجہ نہ دی۔ اور انگریزوں نے عربوں میں جذبہ قومیت کو خوب ہوا دی۔

Marfat.com

یہاں بھی دو وحدتیں ایک وحدت میں ، ایک نظریہ کے تحت آباد ہیں ۔ وہاں مسلمانوں کو توڑنے کے لیے قومیت کا نعرہ بڑا کارگر رہا ہے ۔ مشرقی پاکستان بھی اسی نعرہ سے ٹوٹ کر پاکستان سے الگ ہوگیا ۔ عوام نے کیا پایا ؟ یقیناً ان کی زندگیوں میں کوئی خوش گوار تبدیلی نہیں آئی ۔ وہی حکمران ، اور سیاست کے وہی حیلے بہانے ہیں ۔

ترکوں سے گلو خلاصی کرانے کے لیے شریف حسین (مکہ شریف) نے عرب قوم پرستی کا ڈھونگ رچا کر عربوں کو ترکوں سے متنفر کر دیا ۔ " اگرچہ شریف حسین نے عرب قوم پرستوں سے قول و قرار کرنے کے بعد ہی عثمانی حکومت سے جون ۱۹۱۶ء میں انحراف کا اقدام کیا تھا ، لیکن شریف حسین کی حکمتِ عملی کا غور سے تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت عرب قوم پرستی کی اس نے کبھی وکالت نہیں کی ۔ وہ عثمانی سلطنت کے دائرے میں رہ کر اپنے مفاد کی طرف سے اطمینان چاہتا تھا ۔ اس میں ناکام ہو جانے پر ہی اس نے عرب قوم پرستوں کے ساتھ مل کر مخالفت کا علم بغاوت بلند کیا تھا ۔ " (مذاکرات : عبداللہ بن حسین)

قوم پرستی کا نعرہ بڑا پُرکشش نعرہ ہے ۔ اس میں نوجوانوں کیلئے بڑی کشش ہے ۔ اس کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں ، ان کا کھوج لگانے سے نوجوان قاصر ہیں ۔ وہ اپنے مخلصانہ جذبات جن میں ملاوٹ اور کھوٹ نہیں ہوتی ، ان سے کام لے کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں ۔ اور جب ان کی قربانی رنگ لاتی ہے تو وہی چیلہ گر آگے بڑھ کر ان کی قوم پرستی کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ کر آزادی کی آواز بند کر دیتا ہے اور ملک دولخت ہو کر کمزور حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ۔ اور ہر حصہ ہمیشہ کے لیے روگی بن جاتا ہے ۔ ۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

Marfat.com

کتابیات

۱ :۔ القرآن

۲ :۔ الحدیث

۳ :۔ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی ــــــ سید ابوالاعلیٰ مودودی رح
ــــــ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ، مارچ ۱۹۶۹ء

۴ :۔ قدیم تہذیب اور جدید انسان ــــــ ڈاکٹر رونتھ بینی ڈکٹ ، ترجمہ سید قاسم محمود
ــــــ مکتبہ معین الادب ، لاہور ۔ ۱۹۶۹ء

۵ :۔ رسوم ہند ــــــ رائے بہادر ماسٹر پیارے لال آشوب دہلوی ۔ ڈبلیو۔ جے۔ بالرائیڈ
ــــــ و کارکنان مجلس ترقی اردو ، لاہور ۔ ۱۹۶۱ء

۶ :۔ خطبات سرسید جلد دوم ــــــ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ۔
ــــــ م مجلس ترقی ادب لاہور ۔ جون ۱۹۷۳ء

۷ :۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ــــــ محمد ایوب قادری
ــــــ پاک اکیڈمی ، وحید آباد ، کراچی ۱۸ ۔ جون ۱۹۷۶ء

۸ :۔ سرگزشت پاکستان ــــــ سردار محمد خان عزیز ۔
ــــــ سنگ میل پبلیکیشنز ۔ لاہور ۔ مارچ ۱۹۷۴ء

۹ :۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدیں ــــــ ڈاکٹر وحید قریشی
ــــــ ایجوکیشنل ایمپوریم ، لاہور ۔ مارچ ۱۹۷۳ء

۱۰ :۔ نقوش اقبال ــــــ مولانا ابوالحسن ندوی ۔
ــــــ لکھنؤ ۱۹۷۰ء

۱۱ :۔ تاریخ اسلام ــــــ اکبر شاہ نجیب آبادی
ــــــ نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی ۔

۱۲ :۔ موج کوثر ــــــ شیخ محمد اکرام
ــــــ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۶ء

Marfat.com

۱۳ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی — ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔
مولوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ کراچی ۱۹۶۰ء

۱۴ تاریخ و اصولِ حدیث — پروفیسر میاں منظور احمد
اسلامیہ یونیورسٹی۔ بہاولپور۔

۱۵ مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریکِ آزادی۔ — پروفیسر احمد سعید۔
ایجوکیشنل ایمپوریم۔ لاہور۔ ۱۹۷۲ء

۱۶ تاریخ دعوت و عزیمت — مولانا سید ابوالحسن ندوی
مجلس نشریات اسلام

۱۷ THE AUTOBIOGRAPHY OF AN UNKNOWN INDIAN.
BY CHAUDHRY N.C LONDON, 1951

۱۸ حیاتِ جاوید — مولانا الطاف حسین حالی
اکیڈمی پنجاب۔ لاہور ۱۹۵۷ء

۱۹ قوم اور قومیت — اسٹالین۔ ترجمہ طفیل احمد خان۔ ایم اے
نیا ادارہ۔ لاہور۔

۲۰ تاریخِ مسلم لیگ۔ — ڈاکٹر عارف بٹالوی
مکتبہ القریش۔ اردو بازار لاہور ۱۹۶۹ء

۲۱ ظہورِ پاکستان — چوہدری محمد علی۔ ترجمہ بشیر احمد ارشد
مکتبہ کارواں۔ لاہور۔

۲۲ تاریخ مسلمانانِ عالم — پروفیسر محمد رضا خان۔
علمی کتب خانہ۔ لاہور۔ دسمبر ۱۹۷۱ء

۲۳ مارشل لاء سے مارشل لاء تک — سید نور احمد۔
ملک دین محمد اینڈ سنز۔ لاہور ۱۹۶۷ء

Marfat.com

۲۴ تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، چودھری حبیب احمد۔
البیان چوک انارکلی لاہور
۲۵ فلسفہ اور تعلیم۔ پروفیسر ظفر حسین خان۔ علمی کتاب گھر کراچی۔ فروری ۱۹۷۸
۲۶ نظریہ پاکستان چودھری حبیب احمد
ادارہ نظریہ پاکستان۔ لائلپور
۲۷ آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان = ڈاکٹر ناموس۔ یونائیٹڈ پبلشرز۔ انارکلی لاہور
۲۸ اسلامی ریاست ایک تاریخی جائزہ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی۔ ترجمہ نشار احمد
جمیعت الفلاح کراچی، ۱۹۶۶ء
۲۹ تزک بابری (سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۶۶) ترجمہ رشید احمد ندوی
۳۰ ماہنامہ تبصرہ۔ لاہور اختر کاشمیری
جلد نمبر ۳۰، شمارہ نمبر ۱۰، ۱۱، اگست ستمبر ۱۹۷۹
۳۱ خبرنامہ ہمدرد۔ حکیم محمد سعید۔ جلد ۱۲ شمارہ نمبر ۸۔ ناظم آباد کراچی ۱۸
۳۲ نوائے وقت کراچی ۲۳، اکتوبر ۱۹۷۹۔ (پاکستان کی تشکیل اور دو قومی نظریہ)
میاں ظفیر احمد۔
۳۳ نوائے وقت کراچی۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء (قرارداد پاکستان کا تعلیمی اور ثقافتی پس منظر) سید الطاف بریلوی
۳۴ "TWO NATION THEORY" ڈاکٹر شفیق علی خان
مرکز شعور و ادب۔ حیدر آباد ۱۹۷۳ء
۳۵ "PREACHING OF ISLAM" تھامس آرنلڈ۔ شرکتِ کلام۔ لاہور ۱۹۵۶ء
۳۶ روزنامہ جنگ کراچی۔ مقتدرہ قومی زبان۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء
سید ذاکر اعجاز۔
۳۷ دو قومی نظریہ ہی اساس پاکستان ایم۔ نذیر احمد تشنہ

Marfat.com

تعارف مصنف

نام : ایم نذیر احمد تشنہ   مقام پیدائش : نوشہرہ

تاریخ پیدائش : ۱۵ نومبر ۱۹۴۴ء   تعلیم : ایم۔ اے۔ ایم۔ ایڈ

مشغلہ : تعلیم و تربیت

۱۔ دو قومی نظریہ کی روشنی میں پاکستان کا مطالعہ

۲۔ اسلامی تہذیب و تمدن ایم۔ اے (تاریخ) تیسرا پرچہ

۳ ہندو مسلم ثقافت کا تقابلی مطالعہ

۴۔ ڈگری کلاسز کی سطح پر پاکستان کا مطالعہ

۵۔ بی۔ ایڈ کا چوتھا پرچہ ب مطالعہ پاکستان

کے لیے

مینارِ پاکستان

ایم نذیر احمد تشنہ

ایم۔ اے (اردو، تاریخ) ایم۔ او ایل۔ ایم۔ ایڈ
کالج آف ایجوکیشن افضل پور

گلوب پبلشرز، اردو بازار لاہور